سیرت وشہادت
سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ

مع

۲ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت وشہادت

۳ تاریخ مذاہب ۴ اہلسنت والجماعت کا نقطہ نظر پر علمی تحقیقی حاصل بحث کی گئی ہے

مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی مد ظلہ

مرحبا اکیڈمی

یا اللہ مدد

صلی کلمہ اسلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

حق چار یار

تاریخ اسلام

دُنیا میں اسلام کیسے پھیلا؟

(حصہ پانزدہم)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ

سیرت و شہادت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مرتبہ

حافظ عبدالوحید الحنفی

چکوال

سلسلہ اشاعت نمبر 43

شائع کردہ: مرحبا اکیڈمی

مکتبہ اسلامیہ حنفیہ

بن حافظ جی ضلع میانوالی

0321-5470972

☆☆☆☆

نام کتاب: تاریخ اسلام (حصہ پانزدہم) سیرت وشہادت حضرت امام حسینؓ

سلسلۂ اشاعت: 43 باراوّل

مؤلف: حافظ عبدالوحید الحنفی آوڈھروال (چکوال) 0302-5104304

صفحات: 392

قیمت: 400 روپے

ٹائٹل: ظفر محمود ملک 0334-8706701

کمپوزنگ: **النور** مینجمنٹ پنوال روڈ چکوال

طباعت: 17 ذیقعدہ 1433ھ 5 اکتوبر 2012ء جمعۃ المبارک

ناشر: مرحبا اکیڈمی بن حافظ جی میانوالی روڈ ضلع میانوالی 0321-5470972

ویب سائیٹ: www.khudamahlesunat.com

ملنے کے پتے:

کشمیر بک ڈپو — تلہ گنگ روڈ چکوال 0543-551148

اعوان بک ڈپو — بھون روڈ چکوال 0543-553546

مکتبہ رشیدیہ — بلدیہ مارکیٹ چھپڑ بازار چکوال 0543-553200

کتب خانہ مجیدیہ — بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

مکتبہ عثمانیہ — بالمقابل دارلعلوم کراچی نمبر 14

اسلامی کتب خانہ — بنوری ٹاؤن کراچی نمبر 5

مکتبہ انوار القرآن — نزد دارالعلوم حنفیہ چکوال 0321-5974344

مکتبہ حنفیہ — اردو بازار لاہور 0343-4955890

☆☆☆☆

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اچھے اور بُرے کی تقسیم ہر طبقہ کے اندر پائی جاتی ہے۔ کُل کا کُل کوئی طبقہ خیر سے محروم نہیں ہوتا اور کُل کا کُل کوئی طبقہ شر سے خالی نہیں ہوتا، یعنی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فلاں طبقہ میں سارے لوگ اچھے ہیں اور یہ کہنا بھی غلط ہوگا کہ فلاں طبقہ میں سارے لوگ بُرے ہیں، اہل السنت والجماعت نے راہِ اعتدال پر امت کو رکھنے کے لیے کتاب و سنت کی روشنی میں ایک اصول وضع کیا ہے، اگر اس اصول کو دل و دماغ میں جگہ دے دی جائے تو کسی کی دل آزاری کا کوئی خدشہ جنم نہ لے اور نہ ہی پاکانِ امت پر کیچڑ اچھالنے کی کوئی ہمت کرے، وہ اصول یہ کہ تین طبقات ایسے ہیں جن میں کوئی برا نہیں، سب کے سب اچھے ہیں، ان میں اچھوں کے ساتھ "بروں" کی تقسیم کرنا اپنا ایمان داؤ پر لگانے کے مترادف ہے، وہ تین طبقات یہ ہیں۔

(۱) ملائکہ (۲) انبیاء علیہم السلام (۳) صحابہ کرامؓ

اول الذکر دو طبقات معصوم عن الخطاء ہیں اور صحابہ کرامؓ معصوم تو نہیں، مگر سایہ عصمت میں سانس لینے والے ہیں۔ صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیر نے ان پر وہ رنگ جمایا کہ دنیا دیکھتی رہ گئی اور صحابہؓ کے جوتوں کی کھڑ کھڑاہٹ نے جنت الفردوس میں شب معراج سید الملائکہ کو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

ششدر کر دیا۔ اور سرکار دو عالم ﷺ کے لبوں پر وہ مسکراہٹ پھیلی کہ خود بہشت قربان ہونے کو بے تاب ہو گئی۔ اس لیے اہل السنت و الجماعت نے ان چودہ صدیوں میں صحابہ کرامؓ کے حوالہ سے کسی موڑ پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا، مگر مسلمان کہلوانے والے ایک طبقہ کو ان پاکان امت سے وہ بیر پڑا کہ شیطان کے ذخیرہ میں شاید ہی کوئی ایسی گالی ہو، جو ان لوگوں نے صحابہؓ کو نہ دی ہو، ایک طرف دیومالائی داستانیں اور زمین و آسمان کے قلابے ملا کر اہل بیت عظامؓ کو انبیاء علیہم السلام کے برابر کر دیا گیا اور دوسری جانب ازواجِ مطہراتؓ اور اصحابِ رسول ﷺ کی بھونڈے انداز میں اتنی کردار کشی کی گئی کہ شرم سر پیٹ کر رہ گئی۔ علامہ حلّی کی "منہاج الکرامۃ"، قاضی نور اللہ شوستری کی "احقاق الحق" اور علامہ باقر مجلسی کی "بحار الانوار" انہی قہوہ خانی گپوں سے اٹی پڑی ہیں۔ اہل السنت و الجماعت نے فرقِ مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے تمام صحابہؓ و اہل بیتؓ کی محبت کو اپنا جزوِ ایمان جانا ہے۔

حضرت امام عالی مقام سیدنا حسینؓ کا سب سے پہلا اور شاندار تعارف بھی یہی ہے کہ وہ "صحابی رسول" تھے، کیوں کہ اہل بیتِ نبوی ﷺ میں شامل ہونے کے لیے "صحابی" ہونا ضروری ہے۔ نواسۂ رسول ﷺ ہونے کی حیثیت سے وہ ہماری آنکھوں کا نور ہیں، اور "شہید کربلا" ہونے کی حیثیت سے وہ امت مسلمہ کے مجاہدین و غیّور جان بازوں کے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سرخیل و مقتداء ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام عالی مقام کی منقبت و مدح اہل سنت پڑھتے، سنتے آ رہے ہیں اور اسے باعثِ افتخار سمجھتے ہیں۔ سنی مذہب میں ''حُسین ؓ'' نام کے چرچے ہیں اور علمی و تحقیقی اعتبار سے بھی جتنا مثالی کام سنی علماء نے کیا ہے، شیعہ علماء اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے، چنانچہ اپنے عوام میں بھرم رکھنے کے لیے سالانہ جذباتی میلہ منعقد کر دیا گیا اور یوں جذبات و اشتعال میں سادہ لوح لوگوں کو مصروف رکھ کر خود ساختہ نظریات کی اشاعت کی جا رہی ہے۔ اہل تشیع کے ساتھ اہل سنت کے اختلاف کی بنیاد حضرت امام حسینؓ کی ذات نہیں ہے، ایک اصولی اختلاف ہے، کلمۂ اسلام، طریقہ نماز اوقاتِ نماز، عقیدہ امامت، عقیدۂ رجعت، حلت متعہ و تقیہ، تحریفِ قرآن اور تبرّا جیسے اعمال و عقائد نے شیعیت کو اسلام کے متوازی مذہب بنا دیا ہے۔ لیکن اس طبقے نے ہمیشہ حُبِ اہل بیتؓ کی آڑ میں دینِ اسلام کی جڑیں کمزور کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ دینِ فطرت کا ہر زمان و مکان میں علمی و تحقیقی انداز میں دفاع اور اشاعت کا فریضہ فقط اہل السنت و الجماعت نے سر انجام دیا ہے اور اسلام کا لیبل لگا کر جب کسی فرقہ نے برگزیدہ شخصیات کو موردِ طعن بنایا تو ان شخصیات کا بھرپور دفاع بھی اہل السنت ہی کی جانب سے ہوا ہے۔ حتیٰ کہ اہل السنت کہلوانے والوں میں سے اگر کوئی جادۂ اعتدال سے اتر کر ناصبیت یا خارجیت کا شکار ہوا تو اس کی تردید و

تعاقب بھی انھی کی طرف سے ہوئی۔ قیامِ پاکستان کے بعد محمود احمد عباسی اور ان کے متبعین کا قلع قمع آخر کس نے کیا؟ شیعوں کی طرف سے "خلافتِ معاویہؓ ویزید" کے جو جوابات لکھے گئے ہیں، وہ اٹھا کر دیکھ لیجیے اور اہل سنت کی تردیدی کتب بھی باصرہ نواز کیجیے، یقیناً آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ علم نام کی کوئی چیز اگر ہے تو وہ سُنی کتب میں ہے، اور شیعہ کتب میں سوائے گستاخی صحابہؓ اور تاریخی کذبات کے کچھ نہیں، مثلاً مولانا محمد طیب موسوی جزائری جو کسی دور میں یہاں لاہور علامہ حائری کی مسجد میں پیش نماز اور خطیب رہے، بعد ازاں ایران چلے گئے تھے، انہوں نے محمود احمد عباسی کے جواب میں "آفتاب شہادت" اور منظور حسین بخاری اجنالوی نے "سیاست معاویہؓ و یزید" لکھیں، یہ دونوں ضخیم کتابیں ہیں مگر ان میں بجائے عباسی کی تردید کے اصحاب رسول ﷺ اور خصوصاً سیدنا معاویہؓ کی تردید کی گئی۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی عیسائی حضور علیہ السلام کی توہین کرے اور نادان مسلمان بجائے اس کے اعتراضات کے جوابات دینے کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرنے بیٹھ جائے، بہر حال یہ ایک مستقل موضوع ہے جو کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اہل بیتِ نبوی ﷺ کا بھی سنجیدہ و عالمانہ اور مبنی بر انصاف تحفظ اہل سنت نے ہی کیا ہے اور ماضی قریب میں اس کی واضح مثال ہمارے حضرت اقدس

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مولانا قاضی مظہر حسینؒ کی ہے جنہوں نے رفض و بدعت کے ساتھ ساتھ خارجیت وناصبیت کی دھجیاں بھی فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دیں۔ بلاشبہ حضرت اقدس پوری سُنی ملت کے مُحسنِ اعظم ہیں۔ محترم حافظ عبدالوحید حنفی صاحب کو کم و بیش چالیس سال تک حضرتِ اقدسؒ کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل رہی اور اس طویل عرصے میں حُبِ صحابہؓ و اہل بیتؓ کا جو رنگ اپنے اوپر چڑھایا ہے، یہ کوئی عجوبہ نہیں ہے، کیوں کہ حضرت اقدسؒ کی تو ایک نگاہ عظمتِ صحابہؓ کا دیوانہ بنا جاتی تھی۔ حافظ صاحب، صاحب مطالعہ ہیں اور نہایت سلیقے کے ساتھ کتابیں ترتیب دیتے ہیں، ان کی ترتیب شدہ کتب اچھی خاصی تعداد میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر عوام الناس کی رہنمائی کا سبب بن چکی ہے۔ زیر نظر کتاب "سیرت و شہادتِ حضرت حسینؓ" بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے، حضرت امام حسینؓ کے حوالہ سے زیادہ تر کتب یا تو واقعہ کربلا پر لکھی گئی ہیں، یا پھر حامیانِ یزید کے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہیں، راقم الحروف کی تازہ تصنیف "دفاعِ حضرت حسینؓ" بھی انہی کتب میں سے ہے۔ ضرورت تھی کہ ایک ایسی کتاب پیش کی جاتی جس میں حضرت حسینؓ کے بچپن سے لے کر پچپن (۵۵) تک کے حالات و واقعات کا جستہ جستہ تذکرہ ہو جو کم از کم عوام کو طول و طویل کتب سے بے نیاز کر دے، کیوں کہ اہل علم تو کتابوں کی کتابیں بھی پی جائیں تو ان

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کی پیاس نہیں بجھتی۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کو بہترین جزاء دے کہ انہوں نے اس کمی کو ایک حد تک پورا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی اس خدمتِ جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس عنوان پر پائی جانے والی غلط فہمیاں اس کتاب کے ذریعہ دور فرما کر سب کے لیے باعث ہدایت بنائے۔

؎ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد عبد الجبار سلفی

ادارہ مظہر التحقیق ملتان روڈ لاہور

۱۲۳ اکتوبر ۲۰۱۴ء بروز جمعرات

بوقت نمازِ مغرب

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

فہرست عنوانات

مقدمہ 3

باب ... 1 19

سیرت و شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ 19

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ 19

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب 19

ازواج و اولاد 20

(۱) پہلی زوجہ شہر بانو دخترِ شاہِ ایران یزدجرد 20

(۲) دوسری زوجہ لیلیٰ دختر ابو مرہ ثقفی 20

(۳) تیسری زوجہ دختر قبیلہ قضاعہ 20

(۴) چوتھی زوجہ حضرت رباب دختر ام القیس 20

(۵) پانچویں زوجہ ام اسحٰق دختر طلحہ بن عبیداللہ تیمی 21

(۶) چھٹی زوجہ عائشہ بنت عثمانؓ ذوالنورین 21

(۷) ساتویں زوجہ قریبۃ الصغریٰ 21

(۸) کنیزوں کی اولاد 21

باب ... 2 24

فضائل سیدنا امام حسینؓ 24

سیدنا حسینؓ کے کانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی 24

سیدنا حسینؓ کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا .. 24

سیدنا حسینؓ کا سر منڈوانا اور چاندی صدقہ کرنا 24

حضرت حسینؓ کی تلاوت قرآن 25

سیدنا حضرت حسینؓ کا خضاب لگانا 25

سیدنا حضرت حسینؓ کی سخاوت 25

حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ کی شان .. 26

حضرت حسنؓ و حسینؓ کی شان 26

حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کی شان .. 27

حضرت امام حسنؓ کی فضلیت 28

فضائل امام حسنؓ و امام حسینؓ 29

حضرت حسینؓ فرات کے کنارے شہید ہوں گے 29

حضرت حسنؓ و حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شان 30

حضرت امام حسنؓ کی فضیلت 30

قتل حسین کی خبر حدیث میں 31

حضرت حسنؓ و حسینؓ کی شان 31

حسنؓ و حسینؓ دو پھول 31

حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کی شان 32

حضرت حسنؓ و حسینؓ کی شان 32

حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کے فضائل ... 32

امام حسنؓ و حسینؓ اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں 36

شانِ امام حسینؓ 37

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

باب ... 3 39

امام حسینؓ کی مُبارک زِندگی 39

دورِ فاروقِ اعظمؓ میں حضرت امام حسینؓ کی ایک شادی 39

فاروق اعظمؓ کے حضرات حسنینؓ کے ساتھ باہمی تعلقات 42

حضرات حسنینؓ کے لئے یمن کے کپڑے 42

حسنؓ و حسینؓ کا بیت المال سے وظیفہ بدری صحابہؓ کے برابر 44

حضرت عمرؓ فاروق حضرت حسینؓ کے بہنوئی تھے 45

باب ... 4 49

خلافت و حکومت 49

خلفائے راشدینؓ کا زمانہ خلافت 49

اسلامی دورِ حکومت 51

خلافت الٰہی 51

صحابہ کرامؓ کی حکومت کا دورِ ثانی 52

مسلمانوں کی حکومت کا دورِ ثالث 52

مسلمانوں کی حکومت کا دور رابع 52

حکومت کی تعریف 53

حکومت اعلیٰ 54

حکومت الٰہی 54

حضور ﷺ کا ارشاد 55

الحاکم بامراللہ 55

چار یارؓ خلفائے راشدینؓ 56

آیت تمکین۔خلافت نبوت 56

۲۔ آیت استخلاف۔ مہاجرین صحابہؓ سے وعدہ خلافت 58

آیت استخلاف میں لفظ منکم سے مراد ... 61

باب ... 5 63

حسنینؓ کی جہادی خدمات 63

عہد خلافت حضرت عثمان ذوالنورینؓ 63

(۱) جنگِ سبیطلہ 63

(۲) جنگ طمیسہ 64

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نصرت کی .. 64

حضرت علیؓ المرتضیٰ اور امام حسنؓ کی جنازہ میں شرکت 66

اہل السنت و الجماعت کون ہیں؟ 67

ہارون الرشید کا حضرت عثمانؓ کے متعلق استفسار 67

عثمانؓ بن عفان کی شہادت اور علیؓ بن ابی طالب کی بیعت 68

باب ... 6 69

حضرت امام حسنؓ و حسینؓ 69

دورِ خلافت علیؓ المرتضیٰ 69

حضرت علیؓ کو قتل کرنے کی سازش: 70

بصرہ میں جنگ جمل 72

جنگ صفین 75

(۲) جنگ بندی ربیع الاول ۳۸ھ اور حکمین

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

کا فیصلہ رمضان ۳۸ھ 78
حضرت علیؓ المرتضیٰ اور حضرت معاویہؓ میں محبت تھی 91
حضرت امیر معاویہؓ کی اجتہادی خطا اور بخشش 92
اسلامی حکومت کی دو حصوں میں تقسیم
فریقین کا باہمی معاہدہ 94
جنگ نہروان خوارج کی ابتداء 95
خارجیوں سے قتال کے متعلق پیش گوئی. 97
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آخری کلام 104
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ 105
حضرت امام حسنؓ کی ایک غلط عقیدہ کی تردید 107
حضرت علیؓ المرتضیٰ کا دورِ خلافت سُنّی موقف 107
حضرت حسنؓ و معاویہؓ کی صلح کی خبر .. 109
حضرت امام حسنؓ کی کوفہ سے مدینہ روانگی 110
مدینہ میں حضرت حسنؓ کا قیام.........111
عہد خلافتِ حضرت امیر معاویہؓ.........111
جنگ قسطنطنیہ ۴۹ھ میں شرکت.........112
حضرت امام حسینؓ کی تین معرکوں میں شرکت 113
حضرت امام حسینؓ کا سفر جہاد ۱۵۰۰۰ کلومیٹر...............................113
قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر بحری جنگ کی فضیلت...............................114
حدیث اُمّ حرامؓ کا دوسرا اگلا حصہ 114
دوسری روایت حدیث ام حرامؓ 114
فوائد و بشارت.........................117
حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی اس جہاد میں وفات 117
حدیث مغفور لھم کی بحث 118
بشارت مغفرت اور بشارت رضائے الٰہی کا فرق...............................122
باب ... 7...............................127
تاریخ کی اہمیت.........................127
مؤرخین پر تنقیدی نگاہ..................127
تاریخ میں غلطی کے اسباب 128
مغالطوں پر تفصیلی روشنی ڈالنی ضروری تھی 129
تاریخ میں جھوٹ اور سچ کا اور غلطیوں کا احتمال...............................129
تاریخ میں غلطیوں کے کئی اسباب ہیں . 129
خبروں کی جانچ کا ایک معیاری قاعدہ .. 131
بہت سی محال خبریں مان لی جاتی ہیں .. 132
خبروں کی صحت کا معیار...............132
حکومت و ریاست کا فرق.............133
حکومت کی غرض و غایت خلق خدا کی کفالت

ہے 133
اسلام نے عربوں میں سیاست کی اہلیت پیدا
کی 134
حکومتوں کی ابتدا دین اور غلبہ سے ہوتی ہے
.... 135
کسریٰ کی پوری حکومت کا خاتمہ 136
غلبہ اسلام 137
عروج و زوال کا قرآنی دستور 138
اسلامی حکومت کے تحت مسلمان ساتوں
اقلیموں میں چھا گئے 139
لوگوں کی طرح حکومت کی عمریں بھی طبعی
ہوتی ہیں 140
حکومت کی حقیقت 141
نرمی و خوش اخلاقی حکومت کی عمدگی کی جڑ
ہے 142
حقیقت خلافت و امامت 143
خلافت و امامت کا مفہوم 144
خلیفہ کو امام کہنے کی وجہ 144
کیا تقرر امام ضروری ہے؟ 145
امام کے قریشی النسب ہونے کی شرط . 145
شرط نسب کی حکمت کیا ہے؟ 146
خلافت و بادشاہت 148
بادشاہت کیا ہے؟ 149
مطلق بادشاہت بری نہیں 149
حضرت فاروقؓ کا سوال اور حضرت امیر
معاویہؓ کی وضاحت 150
خلافت کیا ہے؟ 151
حضرت ابو بکرؓ صدیق کو کیوں خلیفہ چنا گیا؟
.... 151
صدیق اکبرؓ نے فاروقؓ اعظم کو ولی عہد مقرر
فرمایا 152
خلفائے راشدینؓ بادشاہت سے بیزار تھے
.... 152
حضرت حسینؓ و عبداللہ بن زبیرؓ کا اجتہاد
درست تھا 153
حضرت عثمانؓ نے جان دی مگر اتحاد پر آنچ
نہ آنے دی 153
خلافت و امامت میں نیابت 154
حضرت علیؓ المرتضیٰ کا دورِ خلافت میں ایک
سوال کا جواب 154
عہد خلافت راشدہؓ میں دینی زور 155
علامہ ابن خلدونؒ کی مسلمانوں کو نصیحت
.... 155
امام حسینؓ کی شہادت کی ذمہ داری یزید پر
ہے 156
باغیوں سے جنگ نہ کرنے کے لیے امام کا
عادل ہونا ضروری ہے 157
بیعت خلافت کی تعریف 158
بیعت کی وجہ تسمیہ 158
حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مکتوب

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

بنام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ 159
حضرت علیؓ المرتضیٰؓ کی گشتی چھٹی 163
اہل السنت کی تعریف حضرت علیؓ کی زبان مبارک سے 166
حضرت حسینؓ کی بیان کردہ روایات ... 167
ابو بکرؓ و عمرؓ، حسنؓ و حسینؓ کو برا کہنے کی ممانعت 167
ابو بکرؓ و عمرؓ خلفاءِ راشدین میں سے تھے 168
خلفاء ثلاثہؓ کی فضیلت حضرت علیؓ اور حسینؓ کی روایت 169
حضرت علی المرتضیٰؓ کا خطبہ 169

باب ... 8 176

بیعت خلافت 176
بیعت خلافت یزید کا مسئلہ 176
حضرت حسینؓ کی نسبت، یزید کو وصیت 177
ولی عہدی 179
حضرت امام حسینؓ کی عظمت، حضرت امیر معاویہؓ کی نظر میں 180
سیدنا معاویہؓ کی یزید کو حضرت حسینؓ کے احترام کی وصیت 182
خلافتِ یزید 183
حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت حسینؓ سے مشاورت 185
ولی عہد مقرر کرنے کی حکمت 186
عبداللہ بن عمرؓ کی تجویز 186
حضرت امیر معاویہؓ کی یزید کے بارے دعا 187
حل اشکال 188
شہید کربلاؓ حضرت امام حسینؓ 189
خلافت اسلامیہ پر ایک حادثہ عظیمہ ... 190
کیا باپ کا جانشین بیٹا ہو سکتا ہے؟ 191
حضرت علیؓ المرتضیٰ کا حضرت حسینؓ کو خلیفہ بنانا 191
اہل تشیع کے نزدیک بھی حضرت علیؓ نے بیٹے کو خلیفہ بنایا 192
حضرت معاویہؓ کا انتقال اور ان کا وصیت نامہ 193
وصیت نامہ اصلی ہے یا جعلی 196
حضرت امیر معاویہؓ سے منسوب جعلی وصیت نامہ 198

باب ... 9 200

یزید بن معاویہؓ کا دور حکومت 200
امام حسینؓ اور یزید 200
یزید کا ولید بن عتبہ گورنر کے نام خط . 201
ولید بن عتبہ اور امام حسینؓ کی ملاقات 203
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طلبی 205
عبداللہ بن زبیر کی مکہ روانگی 205
حضرت امام حسینؓ کی مکہ روانگی 206
عبداللہ بن عمرؓ کا بیعت سے انکار 206

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور امام حسینؓ کی مکہ آمد 206
حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کی بیعت 207
امام حسینؓ سے اہل کوفہ کی خط و کتابت مکہ میں 207
کوفیوں نے ۱۲ ہزار جعلی خطوط امام حسینؓ کو لکھے 208
حضرت امام حسینؓ کا خط اہل کوفہ کے نام 209
اہل کوفہ کا ایک اور جعلی خط 211
مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی 212
مسلم بن عقیلؓ کی کوفہ میں آمد 213
امارت کوفہ پر ابن زیاد کا تقرر 214
امام مسلم بن عقیلؓ کا حضرت امام حسینؓ کو خط 214
یزید کا خط بنام ابن زیاد 214
ابن زیاد کا بصرہ سے چل کر کوفہ میں داخل ہونا 215
ابن زیاد کے کوفہ میں داخل ہونے کی دوسری روایت 216
کوفیوں نے ابن زیاد کو امام حسینؓ سمجھا 217
مسلم بن عقیلؓ کی ۱۸ ہزار آدمیوں نے بیعت کی 218
مسلم بن عقیلؓ کی ۸۰ ہزار نے بیعت کی 219
مسلم بن عقیلؓ کی قصر ابن زیاد کی طرف پیش قدمی 219
ابن زیاد کی پریشانی گورنر ہاؤس میں صرف بیس افراد 220
اہل کوفہ کی عہد شکنی اور گھروں کو واپسی 221
کثیر بن شہاب کی تقریر پر اہل کوفہ گھروں کو چل دیے 222
مسلم بن عقیل کی گرفتاری اور شہادت 223
ابن اشعث سے ابن عقیلؓ کی وصیت . 224
ابن اشعث کا قاصد امام حسینؓ کی طرف روانہ 225
ابن زیاد کا امان دینے سے انکار 227
مسلم بن عقیلؓ کی وصیت 227
شہادت مسلمؒ بن عقیلؓ 229
مسلم و ہانی کے سروں کی شام روانگی .. 231

باب ... 10 232

حضرت امام حسینؓ کی کوفہ روانگی 232
عبداللہ بن عباس کی رائے 233
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی رائے 234
حضرت ابن عباس کی رائے کہ کوفہ نہ جائیں 234
حضرت امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ کی گفتگو 235

عبدالوحید الحنفی
خادم اہلسنت

عمرو بن سعید گورنر مکہ کا امام حسینؓ کے لیے امان نامہ 236
حضرت حسینؓ جنگ کے لیے کوفہ نہیں جا رہے تھے........................... 237
حضرت حسینؓ کے خیر خواہ جنہوں نے نقل مکانی سے منع کیا 239
کوفی خارجی سازش 240
حضرت حسینؓ کو راستہ میں اطلاع کہ کوفہ میں آپ کا کوئی شیعہ نہیں 241
امام حسینؓ کی اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے گفتگو............................. 242
امام حسینؓ سے ہشام اور عبداللہ بن عباسؓ کی گفتگو............................ 243
حضرت حسینؓ کا بطن العقبہ میں قیام .. 244
امام حسینؓ نے یزید کے پاس جانے کے لیے شام کا رخ کیا 244
برادران مسلمؓ کا قصاص پر اصرار 245
امام حسینؓ کے ساتھ کوفیوں کا سلوک . 245
امام حسینؓ کا خط کوفہ والوں کے نام .. 247
امام حسینؓ کے ایلچی کی گرفتاری اور شہادت 247
زماعہ کے مقام پر امام حسینؓ کا خطبہ . 248
صرف اپنے اہل بیت اور خاص دوست باقی رہ گئے............................. 249
ابن زیاد کے لشکروں سے آمنا سامنا .. 250
عمرو بن سعد بن ابی وقاص کا لشکر آپ کی شرائط 250
حضرت حسینؓ کا اپنے ہمراہیوں سے خطاب 252
سانحہ کربلا و شہادت حسینؓ........... 253
حُر کا لشکر.............................. 253
حضرت حسینؓ کی نماز ظہر کی امامت .. 253
حضرت حسینؓ کی نماز عصر کی امامت.. 254
حر کو امام حسینؓ نے کوفیوں کے خطوط دکھائے.............................. 254
حر کا حضرت حسینؓ کو مشورہ 255
حضرت حسینؓ کا بیضہ میں خطبہ....... 256
حضرت حسینؓ کو خواب میں شہادت کی بشارت 257
منازلِ سفر از مدینہ منورہ تا کربلا (عراق) 258
باب ... 11........................... 260
امام حسینؓ کربلا کے میدان میں 260
ابن سعد کا خط ابن زیاد کے نام....... 261
حضرت حسینؓ اور عمرو بن سعد کی ملاقات 262
حضرت حسینؓ کی تین شرائط......... 263
شمر بن ذی الجوشن کی فتنہ انگیزی..... 264
ابن سعد کا ابن زیاد کے خط پر تبصرہ.. 266
ابن سعد کی طرف سے جنگ کرنے کا قصد

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت حسینؓ کو خواب میں بشارت ... 267
حضرت عباس بن علیؓ کے مذاکرات ... 268
حضرت حسینؓ کو خط لکھنے والے سے گفتگو ... 269
عزرہ قیس احمسی ... 269
زہیر بن قین اور عزرہ کی گفتگو ... 269
مذاکرات کے ذریعہ ایک رات کے لیے جنگ مؤخر ... 270
حضرت حسینؓ کی اپنے ہمراہیوں کو جانے کی اجازت ... 272
حضرت حسینؓ کا حضرت زینبؓ کو دلاسہ اور وصیت ... 274
میدان کربلا میں حضرت امام حسینؓ کی وصیت ... 275
حسینی لشکر کی ترتیب اور تعداد ... 275
کربلا میں افواج کا اجتماع اور تعداد ... 276
ابن سعد کے لشکر کی صف بندی ... 277
کوفیوں نے امام حسینؓ کو یزید کے پاس جانے نہ دیا ... 278
امام حسینؓ سے جنگ کرنے والے سب کوفی تھے ... 279
جنگ میں پہل کرنے سے حضرت حسینؓ کی ممانعت ... 279
حضرت حسینؓ کا میدان کربلا میں جنگ سے پہلے تاریخی خطبہ ... 280
زہیر بن قینؓ کا خطاب: ہم ایک دین، ایک ہی ملت پر ہیں ... 283
حُر کا اپنے قبیلہ سے خطاب ... 285
حُرؒ پر پہلا حملہ ... 286
اصحاب حسینؓ کا جوابی شدید حملہ ... 286
معرکہ کربلا کے شہداء ... 286
حضرت حسینؓ پر ابن نمیر کندی کا حملہ 287
حضرت حسینؓ پر شمر کا حملہ ... 287
گھسان کی جنگ میں نمازِ ظہر کا وقت . 289
شہادت حضرت حسینؓ ... 289
اہل بیت میں سے شہدائے کربلا ... 290
شہدائے کربلا کے جنازے ... 291
شہدائے کربلا کی تدفین ... 292
کوفیوں کے مقتول ... 292
کربلا میں شہید ہونے والے (۸۷) آدمی تھے ... 292
سر حسینؓ کی روانگی کوفہ ... 292
ابن زیاد نے قاتل حسینؓ کا سر قلم کرا دیا ... 293

باب ... 12 ... 294

اہل بیتؓ کی کوفہ روانگی ... 294
حضرت حسینؓ کے سر کی شام روانگی .. 294
شہادتِ حسینؓ پر یزید کا اظہار تاسف . 296
واقعہ کربلا شیعہ راوی کی روایت ... 296
سر حسین کے متعلق دوسری روایت یزید کے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

گھر افسوس 298
اہل بیت اور یزید کا حادثہ کربلا پر رنج و غم 299
یزید نے بھی قاتل حسینؓ کا سر قلم کرا دیا 300
اہلِ بیت کے بچوں کو دیکھ کر یزید کے تاثرات 301
یزید نے اہل بیت کو قید سے آزاد کر دیا 302
یزید کا واقعہ کربلا پر اظہار افسوس..... 302
یزید کا حضرت اما م زین العابدینؒ سے حسن سلوک 303
امام حسینؓ کی یزید سے رشتہ داری..... 303
یزید کا حضرت حسینؓ کو قتل کرانا..... 303
لعن یزید کا مسئلہ........................ 305
یزید سے محبت نہ کرنے کی وجہ 306
یزید فاسق تھا ... حضرت تھانویؒ 307
حضرت حسینؓ کا موقف 308
یزید کی علیؒ بن حسینؓ سے بات چیت . 309
شہدائے کربلا میں شہدائے بنی ہاشم 310
باب ... 13 312
اہل بیتؓ کی روانگی حجاز............... 312
حضرت امام حسینؓ کی امام زین العابدینؒ کو وصیت 313
حضرت حسینؓ کی زوجہ محترمہ کا صبر و انتقال 314
حضرت حسینؓ کا سر مبارک جنت البقیع میں دفن ہے 315
شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی 315
کربلا میں اولادِ امیر المومنین علی المرتضیٰؓ کی شہادت 322
(۱) حضرت ابو بکر عبداللہ بن علیؓ کی شہادت 322
(۲) حضرت عمر بن علیؓ کی شہادت 323
(۳)حضرت عثمان بن علیؓ کی شہادت .. 325
(۴) حضرت عون بن علیؓ کی شہادت . 326
(۵) حضرت عباس بن علیؓ کی شہادت . 327
حضرت عباس اور ان کے بھائی........ 330
(۶)حضرت جعفر بن علیؓ کی شہادت .. 330
(۷) حضرت محمد اصغر بن علیؓ کی شہادت 331
(۸) حضرت عبداللہ بن علیؓ کی شہادت 331
(۹) حضرت خضیر بن علیؓ المرتضیٰ کی شہادت 332
(۱۰) حضرت ابراہیم بن علیؓ المرتضیٰ کی شہادت 332
حضرت سعید بن عبداللہ الحنفیؒ کی شہادت 332
باب ... 14 335
بیعتِ یزید 335

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

کیا حضرت امام زین العابدینؒ نے یزید کی بیعت کی؟ 335
سوال: کیا قاتلانِ حسینؓ کوفی شیعہ تھے؟ 343
کوفیوں کا شیعہ ہونا مسلّم ہے 344
اہلِ کوفہ شیعہ کا واقعہ کربلا میں کردار 349
تذکرۂ حسینؓ میں جھوٹی اور موضوع روایات 351
ابو مخنف راوی شیعہ ہے! 352
واقعہ کربلا کا واقعہ نویس حمید بن مسلم یہودی تھا 354
کیا یزید امام حسینؓ کے قتل پر راضی تھا؟ 355
کلام اللہ قرآن خطا سے محفوظ ہے 358
تحقیق حدیث میں "صحیح نہیں" اور "روایت موضوع" کا فرق 359
یزید نے آخری بات یہ کی کہ اللہ میرا مواخذہ نہ کرنا 359
یزید کا قتل حسینؓ سے انکار 360
یزید کے بارے میں فیصلہ اعتدال 361
مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کا اکابر کی تائید میں فیصلہ 363
قول فیصل 364

باب ... 15 367

ماتمی جلوس کا آغاز ۱۰ محرم ۳۵۲ھ 367
حضرت امام حسینؓ کی سیدہ زینب کو وصیت 369
حضرت علیؓ المرتضیٰ کا ارشاد: صبر کیوں ضروری ہے؟ 370
امام حسینؓ کی وصیت میں ماتم مروجہ حرام ہے 371
یادگارِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ 372
اہل سنت کا نظریہ امامت 374
خارجی مشن کے اثرات 376
اہل سنت ہونے کی شرط 376
سُنّی، رافضی اور خارجی کی علامت 377
رافضی کی علامت 378
سُنّی عقیدہ 378
ہم یزیدی نہیں حُسینی ہیں 379
ماتم و تعزیہ کے مظاہرے 380
اہل السنت کی خدمت میں 383
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتمی افعال سے نے منع کیا ہے 385
شیعہ کا اقرار کہ وہ ایک ہزار سال تک تقیہ کرتے رہے 388
شانِ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ 391

☆☆☆☆

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

باب...1

سیرت وشہادت امام حسین رضی اللہ عنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا اِلٰی طَرِیْقِ اَھْلِ السُّنَّۃِ وَ الْجَمَاعَۃِ بِفَضْلِہِ الْعَظِیْم

وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ کَانَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم

وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ خُلَفَاءِہِ الرَّاشِدِیْنَ الدَّاعِیْنَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

سَیِّدُ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ و قُرَّۃُ عَیْنِ اَھْلِ السُّنَّۃِ، شہید کربلا حضرت امام حسینؓ بن علی المرتضیٰؓ، نواسہ سرورِ کائنات رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ۵ شعبان المعظم ۴ھ مطابق ۲۱ جنوری ۶۲۶ء مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب

امام حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب بن ہاشم بن عبد المناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر (قریش) ہے۔

ازواج واولاد

(۱) پہلی زوجہ شہر بانو دختر شاہِ ایران یزدجرد

حضرت امام حسینؓ کے سات فرزند تھے جن میں سے پہلے علی اکبرؒ یعنی علی بن حسینؒ (امام زین العابدین) ہیں جن کی کنیت ابو محمد تھی جن کی والدہ شہر بانو ہے جو کہ شاہ ایران یزدجرد بادشاہ کی بیٹی تھی۔[1]

(۲) دوسری زوجہ لیلیٰ دختر ابو مرہ ثقفی[2]

حضرت امام حسینؓ کی اولاد میں دوسرے بیٹے علی اصغر تھے جو کہ صحرائے کربلا میں شہید ہوئے۔

(۳) تیسری زوجہ دختر قبیلہ قضاعہ

ان سے اولاد میں تیسرے بیٹے جعفر تھے جو ان کی حیات میں ہی وفات پاگئے۔

(۴) چوتھی زوجہ حضرت رباب دختر ام القیس

ان سے اولاد میں دختر سکینہ اور چوتھے بیٹے عبد اللہ تھے۔ جن کو علی اصغر بھی کہتے ہیں۔

---

[1] جلاء العیون ج ۲ از شیعہ مؤرخ باقر مجلسی ایرانی

[2] لیلیٰ بنت ابی مرہ بنت میمونہ بنت ابی سفیان، یزید بن معاویہؓ کی حقیقی پھوپھی زاد بہن ہے۔ اس نسبت سے یزید باعتبار رشتہ حضرت حسینؓ کا برادرِ نسبتی ہے۔

عبدالوحید الحنفی

(۵) پانچویں زوجہ ام اسحٰق دختر طلحہ بن عبید اللہ تیمی

ان سے دختر فاطمہ تھیں۔

(۶) چھٹی زوجہ عائشہ بنت عثمانؓ ذوالنورین

سیدنا عثمانؓ ذوالنورین کی ایک صاحبزادی حضرت عائشہ بنت عثمانؓ کا پہلا نکاح سیدنا حسنؓ بن علیؓ سے ہوا۔ حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد حضرت عائشہؓ کا نکاح حضرت حسینؓ بن علیؓ سے ہوا۔ گویا سیدنا عثمانؓ ذوالنورین کے پہلے داماد حضرت حسنؓ تھے پھر حضرت حسینؓ بھی داماد رہے۔(بحار الانوار از ملا باقر مجلسی ایرانی ج ۱۰ ص ۲۳۰)

(۷) ساتویں زوجہ قریبۃ الصغریٰ

قریبۃ الصغریٰ بنت عبد الرحمن بن ابی بکر صدیقؓ کی دختر حفصہ کا نکاح حضرت امام حسینؓ سے ہوا جو کہ صدیق اکبرؓ کی پوتی تھیں۔[1]

(۸) کنیزوں کی اولاد

پانچویں بیٹے ابو بکر بن حسینؓ ہیں۔ ان کی والدہ ایک کنیز تھیں۔

چھٹے بیٹے قاسم بن حسینؓ ہیں۔ ان کی والدہ ایک کنیز تھیں۔

ساتویں بیٹے ابراہیم بن حسینؓ ہیں۔ ان کی والدہ ایک کنیز تھیں۔

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۴۵

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

حضرت امام حسینؓ کا شجرہ نسب

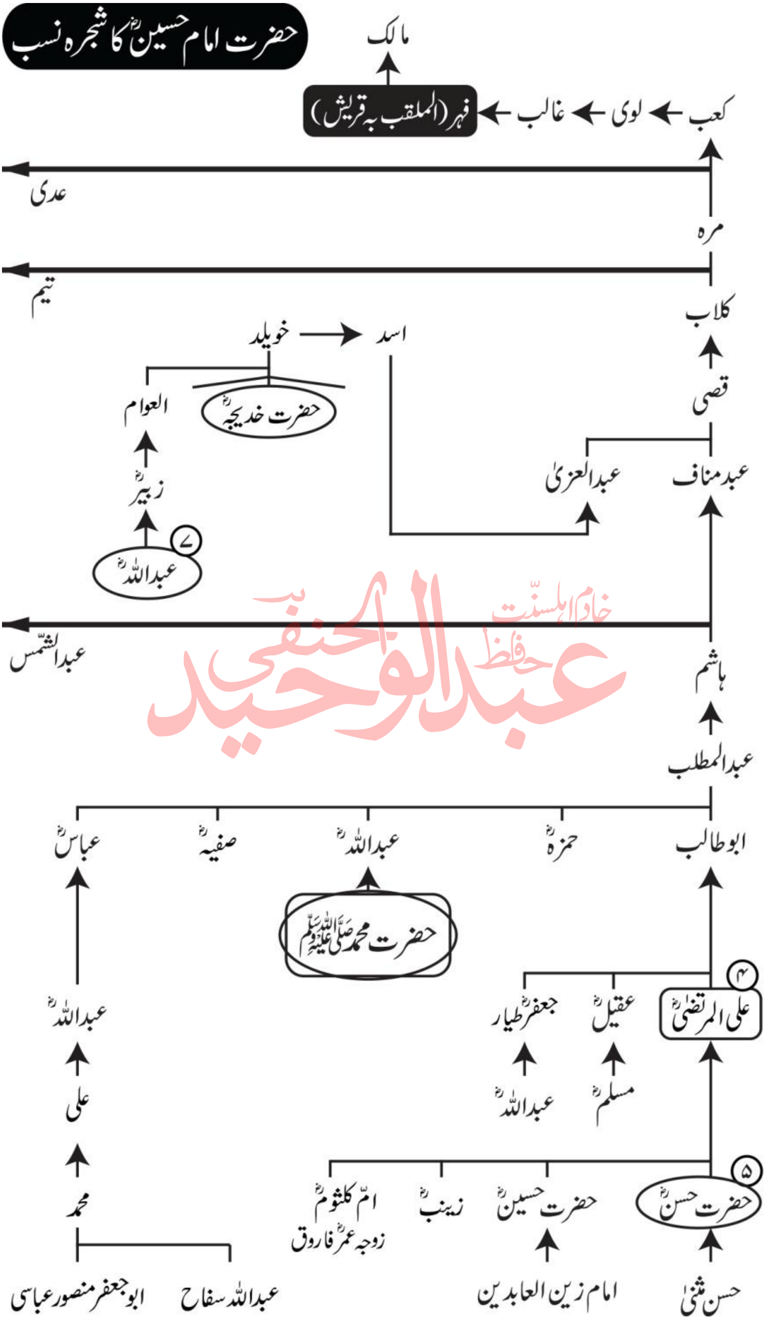

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

خلفائے صحابہؓ کا شجرہ نسب

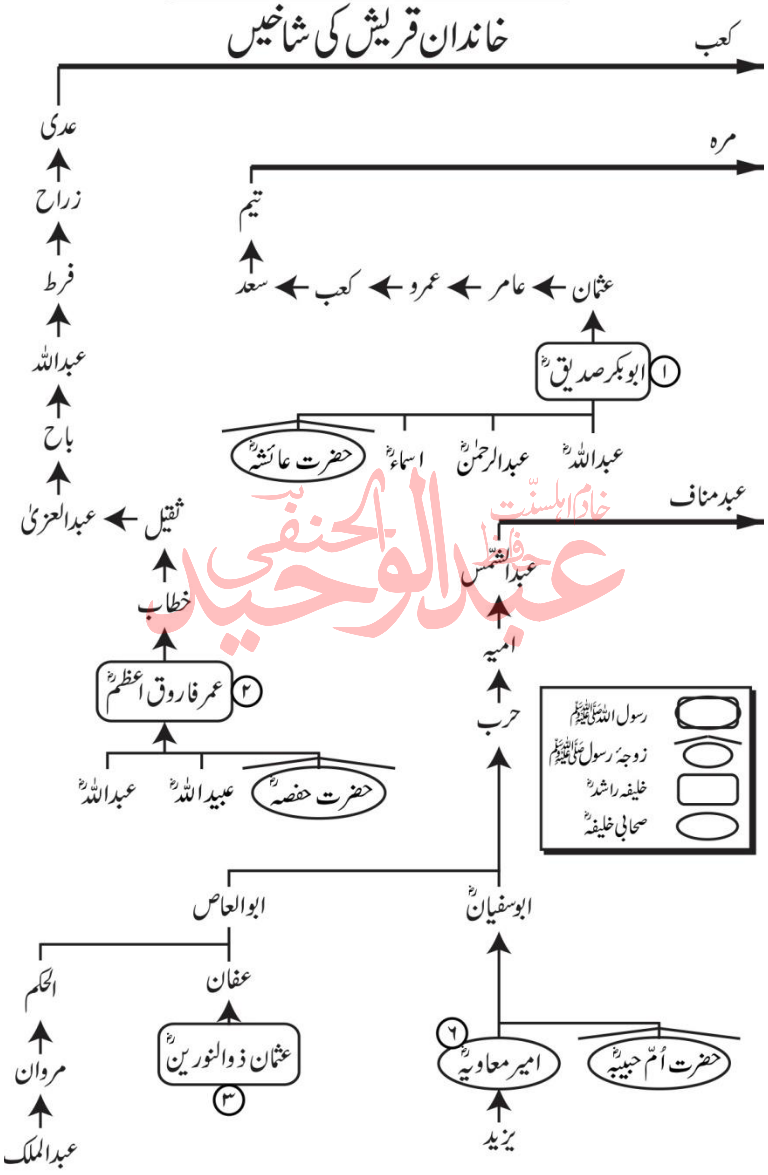

خادم اہلسنّت
حافظ
عبدالوحید الحنفی

باب...2

فضائل سیدنا امام حسینؓ

سیدنا حسینؓ کے کانوں میں حضور ﷺ نے اذان دی

جب سیدنا حسینؓ پیدا ہوئے تو سرور دو عالم ﷺ نے آپ کے کانوں میں اذان کہی:

ولمّا وُلِدَ اَذَّن النَّبِیّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اذنِہٖ (اسد الغابہ ص ۲۶۳ ج ۱)

سیدنا حسینؓ کا نام حضور ﷺ نے رکھا

جب سیدنا حسینؓ پیدا ہوئے اور آپ ﷺ تشریف لائے تو فرمایا:

ارونی النبی ماسَمَّیْتُمُون؟ میرے بیٹے کا نام کیا رکھا ہے؟

تو گھر والوں نے عرض کیا کہ ان کا نام "حرب" رکھا ہے۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ ان کا نام حسینؓ رکھا جائے۔[1]

سیدنا حسینؓ کا سر منڈوانا اور چاندی صدقہ کرنا

حضرت امام جعفر صادق اپنے والد حضرت امام محمد باقرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

وزنت فاطمة شَعَر حَسَنٍ وَ حُسین وَ اُمّ کلثوم فتصدّقت بوزنتہٖ فِضّةً۔

[1] اسد الغابہ ص ۲۶۳ ج ۱۔ البدایہ ونہایہ ص ۳۶۶ ج ۷

سیدنا فاطمہؓ نے اپنی اولاد سیدنا حسنؓ، سیدنا حسینؓ اور سیدہ ام کلثومؓ کے بال اتروائے اور ان کے وزن کی مقدار میں چاندی صدقہ کی۔ [1]

حضرت حسینؓ کی تلاوت قرآن

(ا) علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ علامہ شعبیؒ فرماتے ہیں کہ:

میں نے سیدنا حسینؓ کو دیکھا کہ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور قرآن کریم پورا ختم کرتے تھے۔ [2]

سیدنا حضرت حسینؓ کا خضاب لگانا

(۲) علامہ ابو یوسفؒ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ:

العرب بن کعب کہتے ہیں کہ:

رایت الحسین بن علی رضی اللہ عنہ و اقِفًا علی بردون ابیض و قد خضب لحیة و راسه بالوسمة۔

میں سیدنا حسینؓ کو سفید بروزن گھوڑے پر سواری کرتے ہوئے دیکھا، آپ اپنی ریش اور سر کے بالوں پر وسمہ لگائے ہوئے تھے۔ [3]

سیدنا حضرت حسینؓ کی سخاوت

(۳) ایک مرتبہ ایک سائل دیہاتی مدینہ منورہ کی گلیوں میں گھومتا

---

[1] تاریخ ابن عساکر دمشق و مدینہ ج ۱۳ ص ۱۷۰۔ سیر النبلاد ج ۳ ص ۲۴۹ مطبوعہ بیروت

[2] سیر اعلام النبلاء ص ۱۹۶ ج ۳

[3] کتاب المعرفة والتاریخ لابی یوسف البوی ص ۱۰۴ ج ۳

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

ہوا آنجنابؓ کے دروازے پر آیا اور دستک دیتے ہوئے اپنی حاجت اشعار میں پیش کی۔ آپ نماز میں مصروف تھے۔ اپنی نماز میں تخفیف کر کے باہر آئے، سائل پر فقر و فاقہ کے آثار دیکھے، فوراً گھر واپس لوٹے اور اپنے غلام قنبر کو آواز دی۔ اس سے پوچھا کہ ہمارے نفقہ میں سے تمہارے پاس کیا کچھ باقی ہے اس نے عرض کیا دو صد درہم ہیں۔ آپ نے وہ سب سائل کو دے دیے۔ (مختصر تاریخ ابنِ عساکر ج ۷ ص ۱۳۱)

حضرت امام حسنؓ و امام حسینؓ کی شان

(۱) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

اَلْحَسَنُ مِنِّی وَ الْحُسَیْنُ مِنْ عَلِیّ

حسنؓ مجھ سے (مشابہ) ہے اور حسینؓ علیؓ سے (مشابہ) ہے۔[1]

حضرت حسنؓ و حسینؓ کی شان

(۲) عَنْ اِبْنِ عُمَرَ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

اَلْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃ اَبُوْھُمَا خَیْرٌ مِنْھُمَا

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حسنؓ اور حسینؓ سردار ہیں جنت کے جوانوں کے اور باپ ان دونوں کا

---

[1] حسن جامع الصغیر السیوطی، البانی جلد اول حدیث ۳۱۷۹ (۲) مسند احمد بن حنبل (۳) ابن عساکر: عن المقوام (۴) الصحیحہ البانی حدیث ۸۱۱۱

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ان دونوں سے بہتر ہے۔[1]

حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کی شان

(۳) وَ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰى شَيْءٍ لَا اَدْرِيْ مَا هُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِيْ قُلْتُ مَا هٰذَا الَّذِيْ اَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ فَكَشَفَهُ فَاِذَا الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ عَلٰى وَرِكَيْهِ فَقَالَ: هٰذَانِ ابْنَايَ وَ ابْنَا بِنْتِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا، فَاَحِبَّهُمَا، وَ اَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا[2]

ترجمہ: حضرت اسامہؓ بن زید کہتے ہیں کہ میں ایک ضرورت سے رات کو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی ﷺ گھر کے اندر سے اس حال میں آئے کہ آپ ایک چیز کے اندر لپٹے ہوئے تھے۔ جس سے میں ناواقف تھا کہ وہ چیز کیا ہے؟ جب آپ سے میں اپنی ضرورت کو عرض کر چکا اور اپنی حاجت سے فارغ ہو گیا تو میں نے پوچھا: حضور ﷺ! یہ کیا چیز لپٹے ہوئے ہیں؟ آپ ﷺ نے اس چیز کو کھولا تو وہ حسنؓ اور حسینؓ تھے، جو آپ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] سنن ابن ماجہ حدیث ۱۱۸ (صحیح) جامعہ الصغیر السیوطی۔ البانی جلد اول حدیث ۳۱۸۲ (۲) ابن ماجہ حدیث ۱۱۸ (۳) مستدرک حاکم عن ابن عمر (۴) طبرانی۔ عن قرۃ و عن مالک بن الحوارث (۵) مستدرک حاکم۔ عن ابن مسعود

[2] رواہ الترمذی، مشکوۃ شریف حدیث ۵۹۰۳

ﷺ کے دونوں کولہوں پر بغلوں میں تھے۔ اور آپ ان پر چادر ڈالے تھے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر۔ اور جو شخص ان سے محبت کرے، تو اس سے محبت کر۔[1]

حضرت امام حسنؓ کی فضلیت

(۴) حَدَّثَنَا صَدَقَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى عَنِ الْحَسَنِ سَمِعَ اَبَابَكْرَةَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ الْحَسَنُ اِلٰى جَنْبِهٖ يَنْظُرُ اِلَى النَّاسِ مَرَّةً وَاِلَيْهِ مَرَّةً وَ يَقُوْلُ النَّبِيُّ هٰذَا سَيِّدٌ وَّ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يُّصْلِحَ بِهٖ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (بخاری شریف کتاب الانبیاء۔ باب ۴۵۶ حدیث ۹۳۳)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں منبر پر دیکھا کہ حضرت حسنؓ آپ کے پہلو میں تھے کبھی آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور کبھی حضرت حسنؓ کی جانب۔ اور فرماتے جاتے تھے میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح

---

1 حسن جامع الصغیر البانی، جلد دوم حدیث ۷۰۰۳ (۲) ترمذی۔ صحیح ابن حبان عن اسامہ بن زید (۳) المشکوٰۃ جلد سوم (حدیث ۵۹۰۳

کرادے۔(بخاری شریف جلد دوم)

فضائل امام حسنؓ و امام حسینؓ

(۵) حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ (صحیح)

ترجمہ: حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے۔ اللہ دوست رکھے اس کو جس نے حسینؓ کو دوست رکھا۔ حسینؓ میری اولاد بنات میں سے ایک ہے۔[1]

حضرت حسینؓ فرات کے کنارے شہید ہوں گے

(٦) قام من عندی جبریل قبل۔ فحدثنی ان الحسین یقتل بشط الفرات[2]

ترجمہ: کھڑے ہوئے میرے پاس جبرائیل، پھر بیان کیا مجھ سے کہ

[1] حوالہ: الاحادیث الصحیحہ البانی جلد نمبر ۳ حدیث ۱۲۲۷ بہ حوالہ۔ اخرجہ البخاری فی التاریخ (۴/۲/۴۱۵) (۲) والترمذی (۳۷۷۷) (۳) ابن ماجہ حدیث ۱۲۲ (۴) ابن حبان (۲۲۴۰) (۵) مستدرک حاکم (۳/۱۷۷) (٦) مسند احمد بن حنبل (۴/۱۸۲) وقال الحاکم صحیح الاسناد

[2] صحیح احادیث صحیحہ البانی جلد ۳ حدیث ۱۱۷۱ بحوالہ (۱) اخرجہ مسند احمد بن حنبل (جلد ۱ ص ۸۵ (۲) اخرجہ مسند احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۲۴۳، ۲۶۵) (۳) وابن حبان (۲۲۴۱) (۴) ابو نعیم فی دلائل (۲۰۲) اخرجہ الحاکم جلد ۳ ص ۱۷٦، ۱۷۷ و قال صحیح علی شرط الشیخین (۵) اخرجہ مسند احمد (جلد ٦/ ۲۹۲) قلت ھٰذا اسناد رجالہ کلھم ثقات رجال الشیخین

حسینؓ قتل کیے جائیں گے نہر فرات کے کنارے پر۔

حضرت حسنؓ و حسینؓ اور حضرت فاطمہؓ کی شان

(۷) اَتَانِیْ مَلَکٌ فَسَلَّمَ عَلَیَّ، نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ لَمْ یَنْزِلْ قَبْلَهَا فَبَشَّرَنِیْ أَنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَ أَنَّ فَاطِمَةَ سَیِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّة

ترجمہ: آیا میرے پاس فرشتہ۔ پھر سلام کیا مجھ پر۔ اُترا آسمان سے۔ نہیں اترا پہلے اس سے۔ پھر خوش خبری سنائی مجھ کو کہ بے شک حسنؓ و حسینؓ نوجوانان اہل جنت کے سردار ہوں گے اور یہ کہ حضرت فاطمہؓ اہل جنت عورتوں کی سردار ہیں۔[1]

حضرت امام حسنؓ کی فضیلت

(۸) اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (حدیث صحیح)

ترجمہ: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرادے گا۔[2]

---

[1] صحیح الجامع الصغیر البانی حدیث ۷۹، احادیث الصحیحہ البانی ۷۹۶، مسند احمد بن حنبل، ترمذی، نسائی، صحیح ابن حبان، عن حذیفۃ

[2] حوالہ: (مسند احمد بن حنبل۔ بخاری شریف۔ عن ابی بکرہ۔ اروض ۹۲۳ الاروا۱۵۹۷ صحیح جامع

قتل حسین کی خبر حدیث میں

(۹) اَخۡبَرَنِیۡ جِبۡرِیۡلُ اَنَّ حُسَیۡنًا یقتلُ بشاطیءِ الفراتِ

ترجمہ: خبر دی مجھ کو جبریلؑ نے کہ حسینؓ قتل کئے جائیں گے، فرأت کے کنارے۔[1] (حدیث صحیح)

حضرت حسنؓ و حسینؓ کی شان

(۱۱) اَلۡحَسَنُ وَالۡحُسَیۡنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَهۡلِ الۡجَنَّةَ

ترجمہ: حسنؓ اور حسینؓ جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔[2]

حسنؓ و حسینؓ دو پھول

(۱۲) وَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ انَّ الۡحَسَنَ وَ الۡحُسَیۡنَ هُمَا رَیۡحَانَتَای مِنَ الدُّنۡیَا[3]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ بے شک حسنؓ اور حسینؓ دونوں

خادم اہلسنت عبد الوحید حنفی

الصغیر البانی جلد اول حدیث ۱۵۲۸

[1] حوالہ: صحیح الجامع الصغیر، والزیادہ البانی جلد اول حدیث ۲۱۹ بحوالہ طبقات ابن سعد۔ عن علی (۳) الاحادیث الصحیحہ مؤلفہ البانی حدیث ۱۱۷۱ (۴) مسند احمد بن حنبل (۵) مسند ابی یعلیٰ (۶) مسند بزار (۷) طبرانی

[2] حسن جامع الصغیر السیوطی، البانی جلد اول حدیث ۳۱۸۱ (۱) مسند احمد بن حنبل (۲) ترمذی۔ عن ابی سعید (۳) طبرانی عن عمرو عن علی۔ و عن جابر۔ و عن ابو ہریرہ (۴) طبرانی اوسط عن اسامہ (۵) الکامل ابن عدی

[3] احادیث صحیحہ البانی (صحیح) اخرجہ البخاری (جلد دوم حدیث ۹۴۰) (۲) ترمذی (۳) مسند احمد بن حنبل (۴) ابن حبان فی صحیحہ

میری دنیا کے دو پھول ہیں۔

حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کی شان

(۱۳) هٰذَا مِنِّیْ یَعْنِی الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنُ مِنْ عَلِیّ

ترجمہ: یہ یعنی حسنؓ مجھ سے (مشابہ) ہیں اور حسینؓ علیؓ سے (مشابہ) ہیں۔[1]

حضرت حسنؓ و حسینؓ کی شان

(۱۴) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ، فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ[2]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ترجمہ: حضرت ابی ہریرہؓ نے کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے حسنؓ اور حسینؓ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا۔ اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کے فضائل

(۱۵) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَسَنَ

---

[1] صحیح (۱) جامع الصغیر البانی جلد دوم حدیث ۶۹۹۹ (۲) ابوداؤد (عن المقدام بن معد یکرب) (۳) مسند احمد

[2] حسن جامع صغیر جلد دوم البانی حدیث ۵۹۵۴ (۲) مسند احمد بن حنبل (۳) ابن ماجہ حدیث ۱۴۳ عن ہریرہ (۴) مستدرک حاکم عن ابی ہریرہ بحوالہ۔ فی الزوائد۔ اسنادہ صحیح ورجالہ ثقات

وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ (یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے۔)

(١٦) عَنْ اَنَسٍ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ اَهْلِ بَيْتِكَ اَحَبُّ اِلَيْكَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَ كَانَ يَقُوْلُ لِفَاطِمَةَ اُدْعِي لِي ابْنَيَّ فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا اِلَيْهِ[1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں سے سب سے زیادہ پیارے کون ہیں؟ تو فرمایا کہ حسنؓ اور حسینؓ۔ اور آپ حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو میرے پاس بلا لو۔ پھر آپ ان دونوں کو سونگھتے اور اپنے گلے سے لگا لیتے۔[2]

(١٧) قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم حُسَيْنٌ مِنِّي وَ اَنَا مِنْ حُسَيْنٍ اَحَبَّ اللهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں۔ جو شخص حسینؓ سے محبت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس

---

[1] رواہ الترمذی بحوالہ مشکوۃ حدیث ۵۹۰۵

[2] یہ حدیث بھی ترمذی شریف میں ہے۔

سے محبت رکھتا ہے۔ حسینؓ میری بیٹی کی اولاد میں سے ہیں۔

(۱۸) رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حسینؓ دونوں کے متعلق فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا وَ اَحِبَّھُمَا وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّھُمَا (رواہ الترمذی)

ترجمہ: اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی ان دونوں سے محبت رکھ اور اس شخص سے بھی محبت رکھ جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے۔ (یہ حدیث بھی ترمذی شریف میں ہے۔)

مندرجہ بالا احادیث میں سے حدیث نمبر ۱۶ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ بھی اہل بیت میں شامل ہیں۔ اور یہ عقیدہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے از روئے قرآن اہل بیت ہونے کے منافی نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ احزاب کی آیت تطہیر کے تحت لکھتے ہیں کہ:

بہر حال اہل بیت میں اس جگہ ازواج مطہرات کا داخل ہونا یقینی ہے۔ بلکہ آیت کا خطاب اولاً ان ہی سے ہے۔ لیکن چونکہ اولاد و داماد بھی بجائے خود اہل بیت (گھر والوں) میں شامل ہیں، بلکہ بعض حیثیات سے وہ اس لفظ کے زیادہ مستحق ہیں۔ جیسا کہ مسند احمد کی ایک روایت میں "احق" کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کا حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کر ''اللھم ھؤلاء اھل بیتی'' وغیرہ فرمانا یا حضرت فاطمہؓ کے مکان کے قریب گذرتے ہوئے ''الصلوٰۃ اھل البیت یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الخ'' سے خطاب کرنا، اس حقیقت کو ظاہر کرنے کے لئے تھا کہ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج کے حق میں ہوا اور انہی سے تخاطب ہو رہا ہے، مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلت تطہیر کے اہل ہیں۔ باقی ازواج مطہرات چونکہ خطاب قرآن کی اوّلیں مخاطب تھیں، اس لئے اس کی نسبت اس قسم کے اظہار اور تصریح کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ (فوائد ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا)

بہر حال احادیث شریف کی روشنی میں سنی مذہب کے اندر رہ کر کوئی شخص ان حضرات کے اہل بیت اور خدا اور سول ﷺ کے مقبول و محبوب ہونے کا انکار نہیں کر سکتا۔ اس لئے محمود احمد عباسی نے اپنی کتاب ''خلافت معاویہؓ ویزید'' میں صحیح مسلم شریف کی مندرجہ حدیث کو وضعی (من گھڑت) قرار دے دیا ہے۔ جس میں حضرت علیؓ وغیرہ کے لئے ''اللھم ھؤلاء اھل بیتی'' فرمایا گیا ہے۔ بہر حال عباسی کی ''خلافت معاویہؓ ویزید'' ہو یا ابو الاعلیٰ مودودی کی ''خلافت و ملوکیت'' دونوں میں افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ اور دونوں کتابیں اپنے اپنے دائرہ میں خلفائے راشدین، صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے متعلق

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

سواد اعظم اہل سنت کے صحیح عقائد کو مجروح کرنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ خلاف حق ان جدید نظریات باطلہ سے امت مسلمہ کو محفوظ رکھیں۔ آمین یا اللہ العلمین۔ (یادگارِ حسینؓ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ ص ۱۲)

امام حسنؓ و حسینؓ اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میدان کربلا میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا:

اَوَلَمْ یُبَلِّغُکُمْ قَوْلٌ مُسْتَفِیْضٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ لِیْ وَ لِاَخِیْ اَنْتُمَا سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَقُرَّۃُ عَیْنِ اَھْلِ السُّنَّۃِ فَاِنْ صَدَّقْتُمُوْنِیْ بِمَا اَقُوْلُ وَ ھُوَ الْحَقُّ وَاللّٰہِ مَا تَعَمَّدْتُ کِذْبًا[1]

ترجمہ: کیا تم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے اور میرے بھائی (حضرت حسنؓ) کے حق میں یہ فرمایا تھا کہ تم دونوں نوجوانانِ جنت کے سردار ہو۔ اور تم دونوں اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو؟ پس جو میں نے تم سے کہا ہے اس کی تصدیق کرو اور یہی سچ ہے۔ بخدا میں نے جھوٹ نہیں بولا۔

☆☆☆☆

[1] تاریخ ابن خلدون جلد دوم ص ۵۳۳ و تاریخ کامل ابن اثیر جلد چہارم ص ۲۶ طبع بیروت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

شانِ امام حسینؓ

قائدِ اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب نے شانِ امام حسینؓ کیا خوب بیان کی ہے:

کس کے سیما سے نمایاں تھا ولایت کا نشاں؟
کس کے چہرہ کی چمک مثل چراغِ تاباں؟
کس کے دم سے ہوئی عالم میں حقیقت عریاں؟
کس کے سینہ میں منور تھا چراغِ عرفاں؟

جو نواسہ تھا محمدؐ کا، علیؓ کا پیارا
حضرتِ فاطمہؓ کی آنکھ کا جو تھا تارا

خوف دشمن کا نہ اعداء کی ستم گاری کا
تیغ و خنجر کا نہ باطل کی جفا کاری کا
چینی و رومی و ہندی کا، نہ تاتاری کا
قلب مومن میں بھروسہ تھا فقط باری کا

گرز توحید سے دشمن کے صنم کو توڑا
راہِ حق میں بخوشی جاہ و حشم کو چھوڑا

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

دعویدارانِ محبت نے بھلا کیا سیکھا
تعزیہ سازی کا بس ایک تماشا سیکھا
بت پرستی کا یہ اک طرز نرالا سیکھا
ہاء و ہو، شور و شر و گریہ و غوغا سیکھا
ان خرافات کو کب رکھتا روا ہے اسلام
ہے بُرا فعل یہ، الحاد ہے، بدعت ہے حرام
امتیازِ حق و باطل تھا دکھایا اُس نے
دینِ فطرت پہ مسلماں کو چلایا اُس نے
جہل و بدعت کے اسیروں کو چھڑایا اُس نے
ڈنکا اسلام کا عالم میں بجایا اُس نے
تخت و دولت نہ حکومت کا وہ شیدائی تھا
مظہرؔ حق تھا شہادت کا وہ خود داعی تھا[1]

☆☆☆☆

[1] قائد اہل سنت نمبر ماہنامہ حق چار یار ج۱۸ ش۳ ص۱۲۶۵

باب...3

امام حسینؓ کی مُبارک زِندگی

عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم (۹ربیع الاول ۱۱ھ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک چھ سال سات ماہ تین دِن تھی۔ آپؓ کا دورِ تعلیم شروع ہوا جس میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بنیادی تعلیم حاصل کی۔

عہد خلافت ابو بکرؓ صدیق (۲۲جمادی الثانیہ ۱۳ھ)

حضرت امام حسینؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ساڑھے چھ سال کے تھے۔ جب حضرت ابو بکرؓ صدیق کی وفات ہوئی تو آپؓ کی عمر مبارک سوا آٹھ سال تھی۔ آپؓ کا یہ دور تعلیم وتربیت کا تھا۔

عہد خلافت عمرؓ فاروق (۲۳جمادی الثانیہ ۱۳ھ تا یکم محرم ۲۴ھ)

جب خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظمؓ خلیفہ بنے تو حضرت امام حسینؓ کی عمر مبارک سوا آٹھ سال تھی اور جب حضرت عمرؓ کی شہادت ہوئی تو حضرت امام حسینؓ کی عمرؓ مبارک ۱۹ سال ۴ ماہ ۲۵ دن تھی۔

دورِ فاروقِ اعظمؓ میں حضرت امام حسینؓ کی ایک شادی

حضرت فاروقِ اعظمؓ کے دورِ خلافت راشدہ میں یزدگرد بادشاہ ایران کی بیٹیاں جب ایران کی فتح کے بعد قیدیوں میں مدینہ پہنچیں تو ان

میں سے شہر بانو کا نکاح حضرت عمرؓ فاروق نے حضرت امام حسینؓ سے کیا۔

اصولِ کافی باب الحجہ مولا علی بن الحسینؓ میں امام باقرؒ سے روایت:

عَنْ اَبِیْ جعفرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَمَّا قُدِّمَتْ بِنْتُ یَزْدَجَرْدٍ عَلٰی عُمَرَ اَشْرَفَ لَھَا عُذَارٰی الْمَدِیْنَۃِوَ اَشْرَقَ الْمَسْجِدَ بِضَوْءِھَا لَمَّا دَخَلَتْہُ فَلَمَّا نَظَرَ اِلَیْھَا عُمَرُ غَطَّتْ وَجْھَھَا وَ قَالَتْ اُفِیْزُوْجِ بَادَا ھُرْمُزْ فَقَالَ عُمَرُ أَتَشْتِمُنِیْ ھٰذِہٖ وَ ھَمَّ بِھَا فَقَالَ لَہٗ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَام لَیْسَ ذٰلِکَ لَکَ خَیِّرْھَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ احْسِبْھَا بِفَیْءِہٖ فَخَیَّرَھَا فَجَاءَتْ حَتّٰی وَضَعَتْ یَدَھَا عَلٰی رَأْسِ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَقَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَا اِسْمُکِ فَقَالَتْ جھان شاہ فَقَالَ لَھَا اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ بَلْ شَھْرُ بَانُوَیْہِ ثُمَّ قَالَ لِلْحُسَیْنِ یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ لَیَلِدَنَّ لَکَ مِنْھَا خَیْرُ اَھْلِ الْاَرْضِ فَوَلَدَتْ عَلِیَّ بْنِ الْحُسَیْنِ۔[1]

شیعہ مجتہدین نے لکھا ہے کہ:

امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ یزدگرد بادشاہِ ایران کی لڑکی جب حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خدمت میں مدینہ پہنچی تو اس کا حسن و

[1] اصولِ کافی باب الحجہ مولا علی بن الحسینؓ ص ۲۹۶ طبع نول کشور لکھنوء، رحماء بینہم ج ۲ ص ۲۶۷ مولفہ محمد نافع طبع لاہور

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

جمال دیکھنے کے لئے مدینہ کی عورتیں مکانوں کے اوپر چڑھ گئیں۔ اور مدینہ کی مسجد اس کی روشنی کی وجہ سے منور ہو گئی۔

جب حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اس طرف دیکھا تو اس نے اپنا منہ چھپا لیا اور کہنے لگی کہ ہُرمُز کا بُرا ہو جس کی بد تدبیری کے باعث ہمیں یہ کچھ دیکھنا پڑا۔ حضرت عمرؓ کہنے لگے: کیا یہ لڑکی مجھے سبّ و شتم کرتی ہے؟ کچھ تنبیہ کرنا چاہی تو اُس وقت حضرت علیؓ بن ابی طالب نے کہا کہ یہ آپ کو بُرا بھلا نہیں کہہ رہی بلکہ دوسرے شخص کے بارے میں اس نے کچھ کہا ہے۔

پھر حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ اس لڑکی کو مسلمانوں میں سے کسی ایک شخص کو پسند کرنے کا اختیار دے دیں۔ اس کے بعد اس شخص کے حصہ غنیمت میں اس کو شمار کر دینا۔ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اسی طرح کرتے ہوئے لڑکی کو حسب منشاء پسندیدگی کا اختیار دے دیا۔ لڑکی نے آکر حضرت حسینؓ بن علیؓ کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ (اس طرح یہ حضرت حسینؓ کے حصہ میں دے دی گئی)۔

پھر حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اس لڑکی کا نام دریافت کیا۔ اس نے کہا: مجھے 'جہان شاہ' کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرا نام 'شہربانویہ' تجویز کیا ہے۔ پھر حضرت علیؓ المرتضیٰ نے خوش

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

خبری کے طور پر حضرت حسینؓ کو فرمایا کہ تیرے لئے اس سے فرزند ہو گا جو اپنے دور میں تمام اہل زمین سے بہتر ہو گا۔ اس کے بعد حضرت زین العابدینؒ اس سے متولد ہوئے۔

(۲) شیعہ کے انساب کے مشہور فاضل ابن عینیہ (جمال الدین) نے اپنی کتاب عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب میں لکھا ہے:

فَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهَا شَاهُ زَنَانِ بِنْتِ كِسْرٰى يَزْدجَرْدِ بِنْ شَهَرْيَار وَ قِيْلَ اِنَّ اِسْمَهَا شَهْر بَانُوْ قِيْلَ نُهِبَتْ فِيْ فَتْحِ الْمَدَاءِنِ فَنَفَلَهَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔[1]

ابن عینیہ کے بیان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ یہ لڑکی فتوحات مدائن میں آئی تھی اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت حسینؓ بن علیؓ کو عنایت فرمائی۔

فاروق اعظمؓ کے حضرات حسنینؓ کے ساتھ باہمی تعلقات

جس طرح سیدنا علیؓ المرتضیٰ اور سیدنا عمرؓ فاروق کے درمیان رشتہ مؤدت اور دوستی بالدوام قائم تھا، اسی طرح ان کی اولاد کے درمیان یہ تعلقات بہترین طریقہ سے قائم ودائم رہے۔

حضرات حسنینؓ کے لئے یمن کے کپڑے

(۱) حماد بن زید عَنْ معمر عَنْ الزهری اَنَّ عُمَرَ كَسَا اَبْنَاءَ

[1] عمدۃ الطالب الفصل ثانی فی عقب الحسین ص ۱۹۲

حافظ عبدالوحید الحنفی

الصَّحَابَةِ وَ لَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ مَا يَصْلَحُ لِلْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ فَبَعَثَ اِلَى الْيَمَنِ فَاُتِيَ بِكِسْوَةٍ لَهُمَا فَقَالَ الْاٰنَ طَابَتْ نَفْسِيْ۔[1]

حاصل یہ ہے کہ زہری سے منقول ہے کہ:

(فتوحات ہونے پر باہر سے کپڑا آیا تو) حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کرام کی اولاد کو پوشاکیں عنایت کیں۔ ان میں حضرت حسنؓ و حسینؓ کے مناسب کوئی لباس نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے علاقہ یمن کی طرف آدمی روانہ کر کے حکم بھیجا کہ ان دونوں صاحبزادوں کے موافق لباس تیار کر کے ارسال کیا جائے۔ (جب یہ لباس آیا اور حضرات حسنینؓ نے زیب تن کیا) تو اس وقت حضرت عمرؓ فاروق نے فرمایا کہ اب میری طبیعت خوش ہوئی۔

یہ واقعہ مندرجہ ذیل مصنفین نے بھی اپنے الفاظ میں لکھا ہے:

(۲) تلخیص ابن عساکر لابن بدران ج ۴ ص ۳۲۲ تذکرہ حسینؓ

(۳) سیرت عمرؓ بن الخطاب لابن الجوزی ص ۹۷ طبع مصر

(۴) کنز العمال ج ۷ ص ۱۰۶ بحوالہ ابن سعد

(۵) البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۸ ص ۲۰۷

(۶) ریاض النضرہ محب الدین الطبری ج ۲ ص ۲۸ طبع مصر

(۷) رحماء بینہم، مولانا محمد نافع ج ۲ ص ۲۶۴ طبع لاہور

---

[1] سیر اعلام النبلاء ذہبی ج ۳ ص ۱۹۱ تذکرہ حسین

حسنؓ و حسینؓ کا بیت المال سے وظیفہ بدری صحابہؓ کے برابر

(۱) حافظ ابن عساکر مشہور مورخ لکھتے ہیں:

اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّاب لَمَّا دَوَّنَ الدِّيْوَان وَ فَرَضَ الْعَطَاءَ اَلْحَقَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْن بِفَرِيْضَةِ اَبِيْهِمَا مَعَ اَهْلِ بَدْرٍ لِقَرَابَتِهِمَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَفَرَضَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا خَمْسَةَ الاٰفِ دِرْهَمٍ۔[1]

(۱) حاصل مضمون یہ ہے کہ

جب حضرت عمرؓ فاروق نے (اہل اسلام کی خاطر مال فے وغیرہ سے بطور وظیفہ امداد جاری کرنے کے لئے) فہرستیں بنوائیں تو اس وقت حضرات حسنؓ و حسینؓ کے لئے ان کے والد (حضرت علیؓ المرتضیٰ) کے حصہ کے برابر وظیفہ مقرر کیا۔ (یعنی بدری صحابہؓ کرام کی طرح) پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا۔ اس لئے کہ یہ دونوں حضرات سردار دوجہاں حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے قریبی رشتہ دار تھے۔

اس سے پہلے روایات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ

---

[1] ۱۔ تہذیب ابن عساکر ج ۴ ص ۳۲۱ تذکرہ حسینؓ، ۲۔ تلخصف لابن بدران ج ۴ ص ۲۱۲ تذکرہ امام حسنؓ، ۳۔ السنن الکبریٰ مع الجواہر النقی ج ۶ ص ۳۵۰ کتاب القسم من الفیء و الغنیمۃ للصلامہ البیہقی، ۴۔ تلخیص کتاب الاحوال لابی عبید القاسم بن سلام باب فرض الاعطیۃ من الفیء ص ۲۲۴ طبع مصر، ۵۔ تلخیص شرح معانی الآثار طحاوی ج ۲ ص ۱۸۱ کتاب وجوہ الفیء

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۲) سیدنا فاروق اعظمؓ کی طرف سے بعض اوقات سیدنا حسنؓ و حسینؓ کے لئے اُن کی شان کے مطابق پوشاک ولباس عنایت کیا جاتا تھا۔

(۳) فاروقی خلافت کے دوران سیدنا حسنؓ و حسینؓ فوج میں شمولیت رکھتے تھے اور شریک کار رہتے تھے اور آمدہ مالِ غنیمت سے اُن کو حصہ دیا جاتا تھا۔

(۳) شیعی روایات اور مجتہدین و علماء کی تحقیق کے موافق سیدنا حسینؓ کو ایک بیوی لونڈی اسلامی فتوحات میں سے حضرت فاروق اعظمؓ نے عطا کی تھی۔ انہوں نے بخوشی قبول کی تھی۔ اس محترمہ کا نام شہر بانو رکھا گیا، جس سے حضرت امام زین العابدینؒ متولد ہوئے۔[1]

اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ خلافت فاروقیؓ برحق تھی، غاصبانہ نہ تھی۔ اہل بیتؓ رسولؐ سے حضرت عمرؓ فاروق کی محبت تھی اور حضرت علیؓ المرتضیٰ حضرت فاروق اعظمؓ کے مشیر تھے۔

حضرت عمرؓ فاروق حضرت حسینؓ کے بہنوئی تھے

سیدنا حضرت عمرؓ فاروق اور سیدنا علیؓ المرتضیٰ کے تعلقات اور روابط کے لئے یہ چیزیں تاریخی شواہد ہیں۔

یہ امر مسلّم ہے کہ دو شخصوں کے درمیان رشتہ داری قائم ہونا، ایک شخص کا لڑکی کا رشتہ دینا، دوسرے شخص کا اس کو قبول کرنا باہم

[1] شاہ ایران کی بیٹی شہر بانو تھی۔ اس وقت امام حسینؓ کی عمر تقریباً ۱۴ سال تھی۔

اعتماد اور وثوق کی بنا پر ہوتا ہے۔

حضرت فاروق اعظمؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے خود حضور ﷺ سے سنا تھا کہ قیامت کے روز تمام رشتے اور تعلقات ختم ہو جائیں گے، مگر میرے خاندان کے ساتھ رشتہ اور انتساب کام آئے گا۔

اس سلسلہ میں پہلی سعادت تو سیدنا عمرؓ فاروق کو مل چکی تھی کہ حضرت حفصہؓ آپ کی بیٹی کا نکاح حضور ﷺ سے ہوا۔ جس سے آپ حضور ﷺ کے خسر بننے کی سعادت پا چکے تھے۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ میری دِلی آرزو ہے کہ نبی کریم ﷺ کے نسبی قبیلہ کے ساتھ میری نسبت قائم ہو جائے۔

اس کے لئے حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت علیؓ المرتضیٰ سے حضرت فاطمۃؓ الزہراء کی بیٹی حضرت اُمّ کلثومؓ سے نکاح کے لئے رشتہ طلب کیا اور حضرت علیؓ المرتضیٰ نے منظور کر لیا۔ جس پر روایات شاہد ہیں۔

(۲) حاکم نیشاپوری المتوفیٰ ۴۰۵ھ نے لکھا ہے:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ اَنَّ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب خَطَبَ اِلٰى عَلِيٍّ اُمِّ كَلْثُوْمٍ فَقَالَ اَنْكِحِيْهَا فَقَالَ عَلِيٌّ اِنِّيْ اَرْصَدُهَا لِابْنِ اَخِيْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ فَقَالَ عُمَرَ اَنْكِحِيْهَا فَوَ اللهِ مَا مِنَ النَّاسِ اَحَدٌ يُرْصِدُ مِنْ اَمْرِهَا مَا اَرْصِدُهٗ فَاَنْكَحَهٗ عَلِيٌّ فَاَتٰى عُمَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ فَقَالَ لَا تَهْنِءُوْنِيْ فَقَالُوْا بِمَنْ يَا

اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ؟ فَقَالَ بِاُمِّ کُلْثُوْمٍ بِنْتِ عَلِیٍّ وَ ابْنَةَ فَاطِمَةُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ کُلّ نَسَبٍ یُنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِلَّا مَا کَانَ مِنْ سَبَبِیْ وَ نَسَبِیْ فَاَحْبَبْتُ اَنْ یَّکُوْنَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نَسَبٌ وَ سَبَبٌ۔[1]

روایت ہذا کا حاصل یہ ہے کہ

امام زین العابدین رحمہ اللہ علی بن الحسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی لڑکی اُمّ کلثوم کا نکاح طلب کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ المرتضیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے برادرزادہ عبداللہ بن جعفر کے لئے یہ رشتہ محفوظ کیا ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ مجھے نکاح کر دیں، اللہ کی قسم! میں اس کی نگاہ داشت کروں گا کہ جس طرح کوئی دوسرا حفاظت نہ رکھ سکے گا۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب مہاجرین کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ تم مجھے مبارک باد نہیں دیتے ہو؟ انہوں نے کہا: کس چیز کی مبارک باد پیش کریں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ المرتضیٰ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی اُم

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

---

[1] هذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاه المستدرک للحاکم ج۳ ص۱۴۲ باب فضائل علی، ۲۔ کنز العمال علامہ علی متقی ج۷ ص۹، روایت ۸۲۵ طبع قدیم بحوالہ ابن سعد، ابن راہویہ مختصر اًرواہ، ۳۔ مجمع الزوائد للہیثمی ج۹ ص۱۷۳ تحت فضل اہل بیت

کلثومؓ کے ساتھ نکاح کی مسرت میں مبارک دیجیے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا: آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نسب و سبب قیامت کے روز منقطع ہوں گے مگر میرے ساتھ نسب کا تعلق ختم نہیں ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں نے پسند کیا کہ حضور ﷺ کے خاندان کے ساتھ میرا نسبی تعلق قائم ہو جائے۔

بعض لوگ حضرت عمرؓ فاروق سے حضرت اُمّ کلثومؓ کے نکاح کی روایات کو صرف اس بنا پر نہیں مانتے کہ اس سے حضرت عمرؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن کیا روایات کے انکار سے اُن کی فضیلت میں کوئی فرق آ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جو فضیلت اُن کو ملنی تھی، ازل سے لکھی ہوئی تھی، اُن کو مل گئی۔

اب اگر کوئی اُن سے بُغض رکھتا ہے تو اپنا نقصان کرتا ہے یا اہلِ بیتؓ رسولؐ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے، اُن کو کمزور اور مجبور ظاہر کرتا ہے۔ حال یہ ہے کہ وہ نہ مجبور تھے، نہ کمزور تھے۔ وہ دلیر گھرانہ تھا۔ اس نسبت سے حضرت امام حسینؓ کی ہمشیرہ اُمّ کلثومؓ حضرت فاروق اعظمؓ کی زوجہ تھیں۔ اس طرح حضرت فاروق اعظمؓ حضرت حسینؓ کے بہنوئی تھے۔

☆☆☆☆

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

باب...4

خلافت و حکومت

خلفائے راشدینؓ کا زمانہ خلافت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی روشنی میں حساب لگایا جائے تو خلافتِ حضرت ابو بکرؓ صدیق کے آغاز سے لے کر جناب امام حسنؓ کے اختتامِ خلافت تک تیس سال بنتے ہیں۔ جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

خلفاء	آغازِ خلافت	اختتامِ خلافت	دِن	ماہ	سال
حضرت ابو بکرؓ صدیق	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ	10	3	2
حضرت عمرؓ فاروق	۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ	یکم محرم ۲۴ھ	8	6	10
حضرت عثمانؓ ذوالنورین	یکم محرم ۲۴ھ	۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ	18	11	11
حضرت علیؓ المرتضیٰ	۱۹ ذی الحجہ ۳۵ھ	۲۱ رمضان ۴۰ھ	3	9	4
حضرت امام حسنؓ	۲۱ رمضان ۴۰ھ	۲۲ ربیع الاول ۴۱ھ	21	5	
میزان			–	–	30

مصالحت کے بعد کوفہ میں حضرت امیر معاویہؓ کا داخلہ ۲۵ ربیع الاول ۴۱ھ کو ہوا۔ (طبری ج ۴ ص ۲۷)

اس موقع پر حضرت امام حسنؓ نے فرمایا:

اے اہل کوفہ! میں نے معاویہؓ کی بیعت کر لی ہے۔ اب تم انہیں کی بات سنو اور انہیں کی اطاعت کرو۔

(مروج الذہب حصہ دوم مؤلفہ ابو الحسن مسعودی ص ۳۶۸)

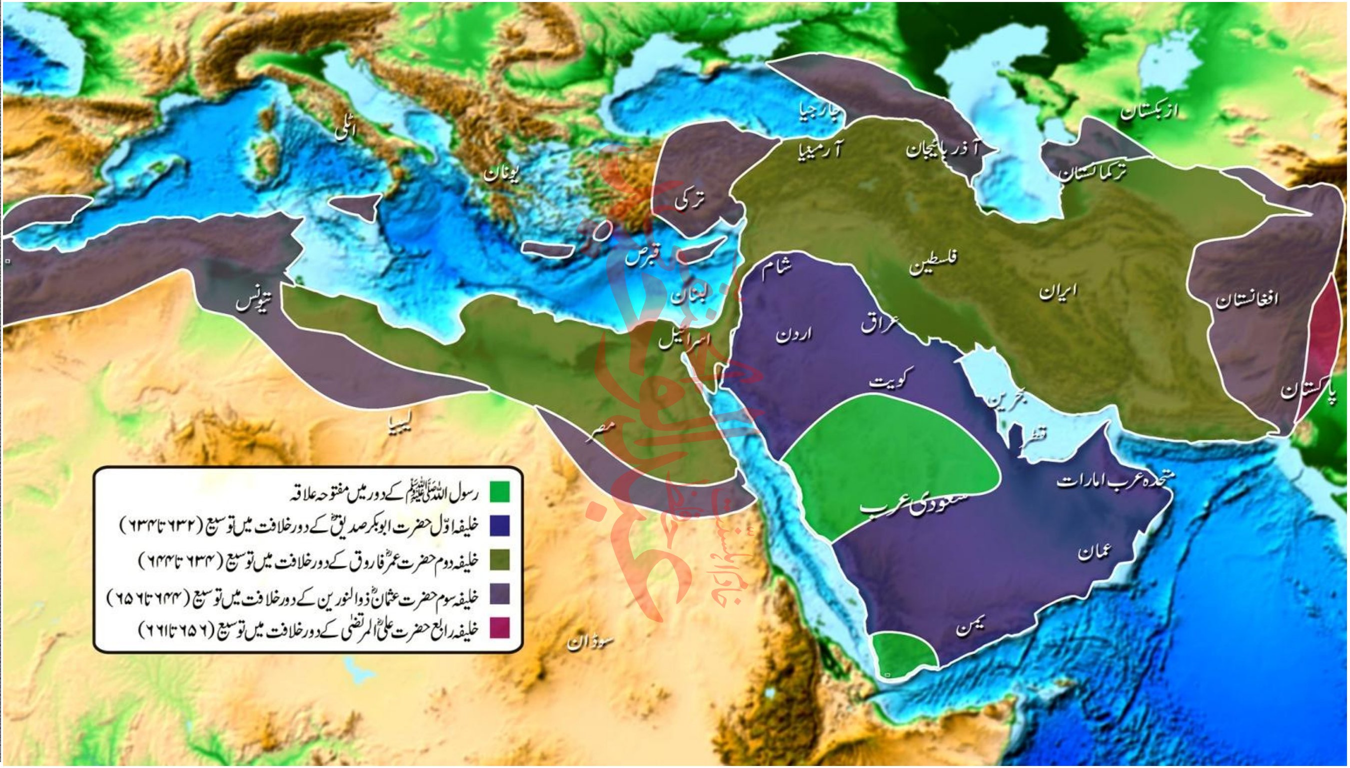

ازبکستان
ترکمانستان
آذربائیجان
جارجیا
آرمینیا
ترکی
اٹلی
یونان
قبرص
لبنان
اسرائیل
تیونس
لیبیا
مصر
سوڈان
شام
اردن
عراق
فلسطین
ایران
افغانستان
پاکستان
کویت
بحرین
قطر
متحدہ عرب امارات
سعودی عرب
عمان
یمن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مفتوحہ علاقہ
خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت میں توسیع (۶۳۲ تا ۶۳۴)
خلیفہ دوم حضرت عمرؓ فاروق کے دور خلافت میں توسیع (۶۳۴ تا ۶۴۴)
خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے دور خلافت میں توسیع (۶۴۴ تا ۶۵۶)
خلیفہ رابع حضرت علیؓ المرتضیٰ کے دور خلافت میں توسیع (۶۵۶ تا ۶۶۱)

اسلامی دورِ حکومت

اسلامی دور حکومت اور مسلمانوں کے دور حکومت کی حدود تاریخی اعتبار سے حسب ذیل ہیں:

خلافت الٰہی

سید کونین، رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نیابتی حکومت کاعہد باسعادت... مدینہ منورہ...	۱۲ ربیع الاول ۱ھ سے ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تک ۲۴ ستمبر ۶۲۳ء سے ۹ جون ۶۳۲ء تک
بحساب ہجری ۱۰ سالہ عہد حکومت مکمل	بحساب عیسوی ۹ سال ۸ ماہ ۱۵ دِن

خلافت راشدہ دارالخلافہ مدینہ منورہ، عرب

خلیفہ اول: سیدنا ابو بکر صدیق اکبرؓ کا عہد خلافت	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ تا ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ مطابق ۹ جون ۶۳۲ء تا ۲۳ اگست ۶۳۴ء
مدت خلافت بحساب ہجری ۲ سال ۳ ماہ ۱۰ دن	**مدت خلافت** بحساب عیسوی ۲ سال ۲ ماہ ۱۶ دن
خلیفہ دوم: سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کا زمانہ خلافت	۲۲ جمادی الثانیہ ۱۳ھ تا یکم محرم ۲۴ھ مطابق ۲۳ اگست ۶۳۴ء تا ۷ نومبر ۶۴۴ء
مدت خلافت بحساب ہجری ۱۰ سال ۶ ماہ ۸ دن	**مدت خلافت** بحساب عیسوی ۱۰ سال ۲ ماہ ۱۳ دن
خلیفہ سوم: سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کا زمانہ خلافت	یکم محرم ۲۴ھ تا ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ مطابق ۷ نومبر ۶۴۴ء تا ۲۳ جون ۶۵۶ء
مدت خلافت بحساب ہجری ۱۱ سال ۱۱ ماہ ۱۸ دن	**مدت خلافت** بحساب عیسوی ۱۱ سال ۷ ماہ ۱۵ دن
خلیفہ چہارم: سیدنا علی المرتضیٰؓ کا زمانہ خلافت	۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ تا ۱۸ رمضان ۴۰ھ مطابق ۲۳ جون ۶۵۶ء تا ۲۷ جنوری ۶۶۱ء
مدت خلافت بحساب ہجری ۴ سال ۹ ماہ ۳ دِن	**مدت خلافت** بحساب عیسوی ۴ سال ۶ ماہ ۸ دن

صحابہ کرامؓ کی حکومت کا دورِ ثانی

خلافت حضرت امام حسنؓ — ۲۰ رمضان ۴۰ھ تا ۲۲ ربیع الاول ۴۱ھ

دارالخلافہ کوفہ — مطابق ۲۷ جنوری ۶۶۱ء تا جولائی ۶۶۱ء

بحساب ہجری ۵ ماہ ۲۱ دِن

خلافت حضرت امیر معاویہؓ (صلح کے بعد) — ۲۲ ربیع الاول ۴۱ھ تا ۲۲ رجب ۶۳ھ

دارالخلافہ دمشق — مطابق جولائی ۶۶۱ء تا ۲۹ اپریل ۶۷۹ء

بحساب ہجری ۱۹ سال ۴ ماہ

خلافت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ — ۱۱ محرم ۶۱ھ سے ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ تک

دارالخلافہ مکہ معظمہ — ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ تا ۱۷ جمادی الاولیٰ ۷۳ھ

مطابق ۶۸۲ء سے ستمبر ۶۹۲ء تک

شہادت حسینؓ کے بعد ۱۱ سال ۴ ماہ ۶ دِن — یزید کی وفات کے بعد ۹ سال ۲ ماہ ۷ دِن

مسلمانوں کی حکومت کا دورِ ثالث

خلافت بنی امیہ: دارالخلافہ دمشق کے تحت — ۶۱ھ تا ۱۳۳ھ مطابق ۶۸۰ء تا ۷۵۰ء (۷۰ سال)

امارتِ بنی امیہ: دارالخلافہ اندلس کے تحت — ۱۳۹ھ تا ۴۲۲ھ مطابق ۷۵۶ء تا ۱۰۳۱ء (۲۷۵ سال)

خلافت عباسیہ کی حکومت: — ۱۳۳ھ تا ۶۰۵ھ مطابق ۷۵۰ء تا ۱۲۰۸ء (۴۵۸ سال)

خلافت عثمانیہ: عثمانی ترکوں کی حکومت — ۶۹۹ھ تا ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۲۹۹ء تا ۱۹۲۴ء (۶۲۵ سال)

مغلیہ سلطنت: ہندوستان میں مغلوں کی حکومت — شعبان ۹۳۲ھ تا شعبان ۱۲۷۴ھ مطابق فروری ۱۵۲۶ء تا فروری ۱۸۵۷ء (۳۳۲ سال)[1]

مسلمانوں کی حکومت کا دور رابع

فروری ۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ ترکی کے خاتمہ کے بعد موجودہ

---

[1] ماخوذ دائرۃ المعارف: ج ۶ ص ۹۶ طبع بیروت ۱۸۸۲ء

دور کی مسلم حکومتیں اس تاریخی سلسلہ میں دور رابع میں داخل ہیں۔ اور تقریباً ۵۶ ملکوں میں تقسیم ہیں۔ فروری ۱۹۲۴ء سے یہ کیفیت ہے۔ نظام خلافت کے احیاء کے لئے کوششیں جاری ہیں۔

حکومت کی تعریف

حکومت ایک فعل ہے جس کا سرچشمہ حکم ہے۔

اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ (۶:۵۷ قرآن)

ترجمہ: حکم صرف اللہ کا ہے۔

اَلَا لَہُ الۡحُکۡمُ (۶:۶۲ قرآن)

ترجمہ: خوب سن لو! فیصلہ اللہ ہی کا ہو گا۔

فَالۡحُکۡمُ لِلّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡکَبِیۡرِ (۴۰:۱۲ قرآن)

ترجمہ: حکومت اللہ ہی کی ہے جو بالا دست اور بڑا ہے۔

اسلامی حکومت کی عام حقیقت کا پہلا درجہ یہ ہے کہ وہ خدا کی بالا دست حکومت ہے۔ اس کا سرچشمہ اللہ کا پیغام ہے اور اس کی حقیقت اللہ کے حکم میں مرکوز ہے۔

حکم: سب سے پہلے اسلامی حکومت کی حقیقت کا اظہار قرآن کے لفظ حکم سے ہوتا ہے۔ قرآن میں جابجا حکم کا ذکر ہے۔

عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

حکومت اعلیٰ

فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ (۴۰:۱۲ قرآن)

ترجمہ: حکومت اللہ ہی کی ہے جو بالا دست اور بڑا ہے۔

حکومت الٰہی

اِسلام کی حکومت اپنے اختیار و اقتدار، اپنی زندہ اور کار فرما طاقت، اپنی مذہبی تشکیل و تنظیم اور اپنی اجتماعی شیرازہ بندی کے لحاظ سے عرش عظیم کے فرمانروا کی حکومت ہے، جو اعلیٰ اور بالا دست حکومت کی حیثیت سے حکومت الٰہی (خدا کی حکومت) کے نام سے سرفراز ہے۔ اس حکومت کی رو سے دنیا ایک تکوینی وجود ہے۔ انسانی نظام ایک ربانی نظام ہے۔ حکومت ایک بلند پایہ ربانی حق ہے۔ اور حکم ایک ربانی فعل ہے۔

دنیا کے انسان مجتمع ہو کر ایک بہترین معاشرہ قائم کرتے ہیں۔ خدا کی بالا دست طاقت اس پر حکومت کرتی ہے۔ حکومت خدا کی چیز ہے۔ وہ اس کو دے بھی سکتا ہے اور دے کر واپس بھی لے سکتا ہے۔ اس کا اعلان ہے:

قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ (آل عمران آیت ۲۶)

آپ یوں کہیے کہ اے اللہ! مالک تمام ملک کے، ملک جس کو چاہیں دے دیتے ہیں اور جس سے چاہیں ملک لے لیتے ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد

اَلْاَمْرُ اِلٰی اللّٰہ یضعہ حَیْثُ یَشَاء [سیرت ابن ہشام ج ا ص ۲۶۴]

حکومت کا معاملہ خدا سے متعلق ہے وہی یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ حکومت کس کو ملے گی اور کس کو نہیں ملے گی۔

آپ ﷺ کا یہ ارشاد درحقیقت قرآن کے اس فرمان کے عین مطابق ہے کہ حکومت خدا کی چیز ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے جس کے ہاتھ سے چاہتا ہے نکال لیتا ہے۔

یہی وہ نظریہ ہے جو عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ میں کارفرما تھا۔ اور جس سے موروثی بادشاہت کی تردید ہوتی ہے۔

الحاکم بامر اللہ

اسلامی دور کی تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ اسلامی تصورات کا پہلا مرکز ایک ایسے فرمانروائے اعلیٰ کا وجود ہے جو بالادست ہے اور حکومت بالادست کا منشا ہے۔ پیغمبر اعظم محمد رسول اللہ ﷺ "الحاکم بامر اللہ" خدا کی حکومت کے ذمہ دار تھے۔ اور خلفائے راشدینؓ کی حکومت بھی

اس حکومت اعلیٰ کا عکس تھی۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ

حکم صرف اللہ کا ہے۔(القرآن ۱۲:۴۰)

مسلمان لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ایمان رکھتے ہیں اور دِین کے دائرہ کی طرح دنیا کے دائرہ میں بھی اللہ کی حاکمیت کو اپنے عقیدہ کی جان سمجھتے ہیں۔

چار یارؓ خلفائے راشدینؓ

آیت تمکین۔ خلافت نبوت

حسب ذیل دو آیتیں خلافت نبوت کے قائم ہونے کی واضح دلیل ہیں:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ ○ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ [1]

ترجمہ: ان لوگوں کو لڑائی کی اجازت دے دی گئی ہے، جن سے کفار کی طرف سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت و مدد کرنے پر پوری

---

[1] پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۳۹، ۴۰

پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

اس کے بعد انہی مومنین مہاجرین کے بارے میں اعلان فرمایا کہ:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ [1]

ترجمہ: یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں زمین پر تمکین و اقتدار دیں تو یہ لوگ نماز قائم رکھیں گے اور زکوۃ دیں گے اور نیک کاموں کا حکم دیں گے اور برے کاموں سے منع کریں گے اور سب کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

اس آیت تمکین میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین صحابہؓ کے متعلق ایک اعلان فرمایا ہے (جن کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا تھا اور وہ رسول اکرم ﷺ کے حکم کے تحت مدینہ میں قیام پذیر ہوگئے تھے) کہ اگر ہم ان کو ملک میں حکومت و اقتدار دے دیں تو وہ ضرور ان چار کاموں کی تکمیل کریں گے۔ اور چونکہ ان مہاجرین صحابہ کرامؓ میں سے آنحضرت ﷺ کے بعد ان چار اصحابؓ کو ہی ملکی اقتدار عطا کیا ہے، یعنی حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ ذالنورین اور حضرت علی المرتضیٰؓ۔ اس لئے حسب اعلان خداوندی قرآن پر ایمان

---

[1] پارہ ۱۷، سورۃ الحج، آیت ۴۱

رکھنے والوں کے لئے یہ قطعی عقیدہ لازم ہے کہ ان چاروں خلفاء نے ضرور وہ کام سر انجام دیئے ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے یعنی اقامت صلٰوۃ، ایتاء الزکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ اور کوئی شخص باوجود اس اعلان خداوندی کے ان خلفائے اربعہؓ کو برحق خلفاء تسلیم نہیں کرتا تو وہ اس آیت کا منکر ہے اور اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا مذکورہ اعلان صحیح ثابت نہیں ہوا، العیاذ باللہ۔

اور اس آیت کا یہ مطلب بھی نہیں لیا جا سکتا کہ مذکورہ تمکین و اقتدار کا وعدہ مابعد کے خلفاء کے لئے ہے۔ کیوں کہ یہ اعلان اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ کے لئے ہے، جو مہاجرین صحابہؓ ہیں اور سوائے ان چار خلفاء کے صحابہؓ میں سے اور کسی مہاجر صحابی کو خلافت نہیں ملی۔ اسی بناء پر ان چاروں خلفاءؓ کی خلافت کو خصوصی طور پر خلافت راشدہ کہتے ہیں جو قرآن کی موعودہ خلافت ہے اور یہ خلافت ان چار یارؓ میں ہی منحصر ہے۔ (از روئیداد مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ مطبوعہ ۱۴۰۸ھ)

۲۔ آیت استخلاف۔ مہاجرین صحابہؓ سے وعدہ خلافت

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا ط

يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (پارہ ۱۸، سورۃ النور، ع۷، آیت ۵۵)

ترجمہ: اللہ نے وعدہ فرمایا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں تم میں سے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں کہ ضرور ان کو خلیفہ بنائے گا زمین میں جیسا کہ اس نے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا ہے جو ان سے پہلے ہوئے ہیں۔ اور ضرور ان کو ان کے لئے اس دِین کی طاقت (تمکین) دے گا جو اس نے ان کے لئے پسند کر لیا ہے۔ وہ خلفاء میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں بنائیں گے۔ اور اس کے بعد جو شخص بھی انکار (یا ناشکری) کرے گا تو وہ لوگ فاسق (نافرمان) ہوں گے۔

اس آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ان ایمان و عمل صالح والے صحابہ کرامؓ کو خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا۔ جو اس آیت کے نازل ہونے کے وقت موجود تھے، جس پر لفظ مِنْکُمْ دلالت کرتا ہے۔ اور چونکہ نبی کریم رحمت للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مہاجرین صحابہؓ میں سے بالترتیب صرف حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ رضی اللہ عنہم کو ہی خلافت اور جانشینی کا عظیم شرف نصیب ہوا ہے۔ اس لئے یہ

تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن خلفاء کے متعلق اس آیت میں وعدہ فرمایا تھا وہ یہی چار ہیں۔ ان کی خلافت قرآن کی موعودہ خلافت ہے اور اگر ان چار خلفاءؓ کو اس آیت کا مصداق نہ قرار دیا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور آیت میں مِنْکُمْ کی قید کی وجہ سے بعد کے خلفاء اس آیت کا مصداق نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ خواہ حضرت امام حسنؓ ہوں یا حضرت امیر معاویہؓ اور خواہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہوں۔ یا قرب قیامت میں پیدا ہونے والے حضرت مہدی جو اُمت محمدیہ کے آخری ہادی اور مجدد ہوں گے۔ اور جن کی عادلانہ اسلامی حکومت کے بارے میں احادیث میں پیشگوئی موجود ہے۔ ان ما بعد کے خلفاء کو بعض حضرات نے جو خلفائے راشدین میں شمار کیا ہے تو وہ لغوی معنیٰ میں کہ ان کی حکومتیں بھی برحق خلافتیں ہیں اور وہ بھی رشد و ہدایت والے ہیں۔ لیکن اصل خلفائے راشدین یہی خلفائے رابعہ (چار یارؓ) ہیں جو قرآن کی موعودہ خلافت کا صحیح مصداق ہیں اور ان کے بعد آنے والے خلفاء اس آیت کے موعودہ خلفاء نہیں قرار دیئے جا سکتے، کیوں کہ حسب آیت تمکین اس آیت استخلاف سے مراد بھی وہی خلفاء ہیں جو مہاجرین صحابہؓ میں سے ہوں گے۔[1]

[1] از روئیداد مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ مطبوعہ ۱۴۰۸ھ

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

آیت استخلاف میں لفظ منکم سے مراد

آیت استخلاف میں خلفائے اربعہؓ کی خلافت موعودہ کا مبنی لفظ منکم ہے اور شیعہ بھی اسی منکم سے گھبراتے ہیں۔ ۱۳۳۹ھ میں بمقام مکیریاں ضلع ہوشیارپور (مشرقی پنجاب) میں امام اہلسنّت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور شیعہ مناظر مرزا احمد علی امرتسری آنجہانی میں مناظرہ ہوا تھا۔ چونکہ شیعہ پہلے تین خلفائے راشدین امام الخلفاء حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی خلافت راشدہ بلکہ ان کے ایمان کے بھی منکر ہیں، العیاذباللہ۔

اس لئے امام اہل سنت نے خلفائے ثلثہ کے مومن کامل اور خلیفہ راشد ہونے پر دوسرے دلائل کے علاوہ آیت استخلاف بھی پیش کی تھی اور فرمایا تھا کہ جو لوگ حضرات ثلاثہ کو مومن نہیں مانتے وہ بتلائیں کہ یہ آیت کیوں کر سچی ثابت ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ آیت میں وعدہ صرف مومنین حاضرین سے ہے، ورنہ لفظ منکم بے کار ہو جائے گا۔ اور اس وقت کے لوگوں میں صرف خلفائے ثلاثہؓ ہی کو آیت کی موعودہ تینوں نعمتیں ملیں۔ حضرت علیؓ کو بہ قول شیعہ تمکین دِین نہیں ملی۔ وہ اپنی خلافت میں بھی اپنا دِین رائج کرنے پر قادر نہ تھے۔ جیسا کہ روضہ کافی کی عبارت منقولہ سے معلوم ہوا ہے۔ پس اگر حضرات ثلاثہؓ معاذاللہ

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

مومن صالح نہ ہوں تو ان کی خلافت اس آیت کی مصداق نہیں ہو سکتی۔ اور کوئی دوسرا مصداق اس آیت کا نہیں پایا گیا۔[1]

شیعہ مناظر نے مِنْکُمْ کا یہ جواب دیا کہ اگر "منکم" سے حاضرین ہی مراد ہوں تو پھر منکم سے قرآن میں جو خطابات ہیں، وہ سب حاضرین کے لئے مخصوص ہو جائیں گے اور بعد والوں کے لئے وہ احکام ثابت نہ ہوں گے۔ تو اس کا جواب امام اہلسنّت نے یہ دیا کہ:

(۱) کہیں بھی لفظ مِنْکُمْ ہو اور حاضرین کی تخصیص نہ لینے سے یہ لفظ بے کار ہو جاتا ہو تو یقیناً وہاں بھی حاضرین کی تخصیص ہو گی۔ مگر آیات احکام میں ایسا نہیں۔

(۲) امام اہل سنت نے شیعہ مذہب کی کتب اصول سے یہ دکھایا کہ حاضر کا صیغہ حاضر کے لئے مخصوص ہوتا ہے اور غائبین کا شامل کرنا کسی دلیل خارجی کی وجہ سے ہوتا ہے اور وہ دلیل خارجی آیت استخلاف میں دکھا دیجئے تو بے شک تخصیص باطل ہو جائے گی۔ شیعہ مناظر اس کا جواب نہ دے سکے۔[2]

☆☆☆☆

[1] مباحثہ مکیریاں ص ۱۷

[2] از روئیداد سالانہ ۱۴۰۸ھ مدرسہ اظہار الاسلام مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

باب...5

حسنین رضی اللہ عنہما کی جہادی خدمات

عہد خلافت حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین خلیفہ بنے تو ساڑھے انیس (19½) سال تھی چناں چہ آپ نے اسلامی جہاد میں شامل ہونے کے لیے جہاد پر جانے والے لشکر میں شمولیت اختیار کرلی۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۱) جنگِ سبیطلہ

خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذوالنورین کے عہد خلافت میں ۲۶ھ میں حضرت عبداللہ بن ابی سرح کی امارت میں افریقہ سے جو جنگ لڑی گئی اس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ شریک ہوئے۔ اس میں یہ عبادلہ خمسہ بھی لشکر میں شامل ہوئے:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
(۳) حضرت عبداللہ بن جعفر (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی جعفر کے بیٹے)
(۴) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (۵) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

یہ جنگ مدینہ منورہ سے تقریباً سات ہزار (۷۰۰۰) کلومیٹر کے

فاصلے پر قیروان کے قریب بمقام سبیطلہ لڑی گئی۔

نوٹ ناظرین مزید تفصیل تاریخ ابنِ خلدون ج ۲ ص ۱۸۸ پر مطالعہ فرمائیں۔

(۲) جنگ طمیسہ

جنگِ سبیطلہ کے تقریباً ۴ سال بعد ۳۰ھ میں حضرت عثمان ذوالنورین کے دورِ خلافت میں ہی طبرستان کے قریب بمقام طمیسہ جو مدینہ منورہ سے چار ہزار (۴۰۰۰) کلومیٹر کے فاصلے پر ہے، حضرت سعید بن عاص اموی کی قیادت میں لڑی گئی اس میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور پانچ عبادلہ عبداللہ کے نام کے جلیل القدر صحابہؓ شریک تھے اور جنگ کی تفصیل مزید تاریخِ طبری ج ۵ ص ۲۷۰ میں تاریخ وقائع ۳۰ھ میں مطالعہ فرمائیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں صحابہؓ کرام اور اہل بیتؓ عظام میں کہیں کوئی مذہبی یا سیاسی اختلاف نہ تھا، مسلمان بطور امت ایک تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نصرت کی

شیعہ مؤرخ ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی (المتوفی ۳۴۶ھ)

لکھتے ہیں:

"جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ بلوائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا چاہتے ہیں تو آپ نے اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے دوستوں کو ہتھیار دے کر آپ کے دروازے پر ان کی مدد کے لیے بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے سے روکیں۔

اسی طرح زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اپنے بیٹوں کو اسی غرض سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے کی طرف روانہ کیا۔ لیکن یہ لوگ بلوائیوں کو آپ کے دروازے سے دور رکھنے یا ہٹانے کے لیے جو تیر چلا رہے تھے، ان میں سے حسن رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے۔

قنبر کے سر میں زخم آیا اور محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہو گئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے جب کہ آپ کے غلام اور دوسرے لوگ بلوائیوں کو گھر میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے ان سے دست بدست لڑ رہے تھے۔

چنانچہ دو آدمیوں نے موقع پا کر آپ کو شہید کر دیا۔ یہ دیکھ کر آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ کہنے لگیں: امیر المؤمنین کو قتل کر دیا گیا۔

ان کی آواز سن کر حسن و حسین رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ جو لوگ

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

تھے، مکان میں داخل ہوئے، لیکن اس وقت تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کرچکی تھی۔ یہ دیکھ کر یہ لوگ رو پڑے۔

جب آپ کی شہادت کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، اور دوسرے مہاجرین وانصار کو ملی تو وہاں پہنچ کر اپنے بیٹوں کو جھڑکنے لگے کہ ان کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ کو کیوں کر شہید کیا گیا؟ تو انہوں نے واقعہ سنایا، جو ہم سطور بالا میں بیان کر چکے ہیں۔

اس کے علاوہ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی روکا جو اپنے بیٹوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے سینوں پر مکے مار رہے تھے اور ان سے شہادتِ عثمانؓ کے سلسلے میں باز پُرس کر رہے تھے۔[1]

حضرت علیؓ المرتضیٰ اور امام حسنؓ کی جنازہ میں شرکت

روایت کی جاتی ہے کہ بلوائیوں میں سے چند لوگوں نے دفن کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے سے بھی تعرض کیا تھا۔ لیکن حضرت علیؓ بن ابی طالب نے جھڑکا اور سختی سے روکا۔

بعض کا خیال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بھی شریک جنازہ تھے۔ اور

[1] تاریخ المسعودی، ج: ۲، ص: ۲۸۴

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

بغیر غسل کے انہیں کپڑوں میں دفن کیا جو پہنے ہوئے تھے۔[1] [2]

(۲) امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اٹھارویں ذی الحجہ ۳۵ھ جمعہ کے روز ہوئی۔

حکیم بن حزامؓ اور جبیر بن معطمؓ، حضرت علیؓ بن ابی طالب کے پاس گئے۔ آپ نے دفن کرنے کی اجازت دی۔ شب کے وقت مابین مغرب وعشاء جنازہ لے کر نکلے۔ جنازے کے ساتھ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت ابو جہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ، مروان بن الحکم تھے۔ جنت البقیع "حش کوکب" میں دفن کیا۔

جبیر بن معطمؓ نے نماز پڑھائی۔ لیکن بعض مورخوں کا خیال ہے کہ مروان نے اور بعض کہتے ہیں کہ حکیم بن حزامؓ نے پڑھائی۔[2]

اہل السنت والجماعت کون ہیں؟

ہارون الرشید کا حضرت عثمانؓ کے متعلق استفسار

مصعب بن عبداللہ بن الزبیری اپنے باپ عبداللہ بن مصعب کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ایک دِن ہارون الرشید (بادشاہ المولود ۱۵۵ھ

[1] شہید کو بغیر غسل دیئے جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ شہید تھے اس لیے غسل نہیں دیا گیا۔

[2] تاریخ طبری ج ۳، حصہ اول ص ۳۶۴، تاریخ ابن خلدون جلد اوّل ص ۳۶۴

المتوفیٰ ۱۹۳ھ) نے مجھ سے پوچھا کہ جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو بُرا کہا، ان کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: جناب والا! ایک جماعت نے ان پر اعتراض کیا اور ایک جماعت نے ان کا ساتھ دیا۔ جن لوگوں نے ان پر اعتراض کیا تھا، وہ ان کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے اور انہیں میں شیعہ، اہل بدعت اور خارجی ہیں۔ اور جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا، وہ آج تک اہل السنت والجماعت ہیں۔

ہارون الرشید کہنے لگے کہ اس جواب کے بعد اب مجھے آئندہ کبھی اس معاملہ پر استفسار کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ (تاریخ طبری ج۸ ص ۱۲۱)

عثمانؓ بن عفان کی شہادت اور علیؓ بن ابی طالب کی بیعت

(۱) جب ۱۸ ذی الحجہ یوم جمعہ ۳۵ھ کو عثمانؓ بن عفان شہید کر دیئے گئے اور شہادت عثمانؓ کی صبح کو مدینے میں علیؓ سے بیعت خلافت کر لی گئی تو ان سے طلحہؓ اور زبیرؓ، سعدؓ بن ابی وقاص، سعیدؓ بن زیدؓ بن عمرو بن نفیل، عمارؓ بن یاسر، اُسامہؓ بن زید، سہلؓ بن حنیف، ابو ایوبؓ انصاری، محمدؓ بن مسلمہ، زیدؓ بن ثابت، خزیمہؓ بن ثابت اور ان تمام اصحابؓ رسول اللہ ﷺ وغیرہم نے جو مدینے میں تھے، بیعت کر لی۔

☆☆☆☆

باب...6

حضرت امام حسنؓ و حسینؓ

دورِ خلافت علیؓ المرتضیٰ

حضرت حسنؓ و حسینؓ نے دورِ خلافت حضرت علیؓ المرتضیٰ میں آپ کا ساتھ دیا اور ہر قسم کی خدمات انجام دیتے رہے۔

شہادت عثمانؓ کے سانحہ میں ملوث افراد: حضرت علیؓ المرتضیٰ کی جماعت میں وہ لوگ از خود آکر شامل ہوئے جو شہادت حضرت عثمانؓ کے سانحہ میں ملوث تھے۔ اور بنیادی طور پر یہ فتنہ کھڑا کرنے والے تھے۔

جناب القعقاعؓ بن عمرو کی مصالحانہ گفتگو کے بعد حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اس موقع پر ایک عظیم خطبہ دیا۔ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے فرمایا:

اَلاَ وَاِنِّیْ رَاحِلٌ غَدًا فَارْتَحِلُوْا اَلاَ وَ لَا یَرْتَحِلَنَّ غَدًا اَحَدٌ اَعَانَ عَلٰی عُثْمَانَ بِشَیْءٍ فِیْ شَیْءٍ مِنْ اُمُوْرِ النَّاسِ... الخ

ہم کل یہاں سے آگے پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ خبردار! جس شخص نے حضرت عثمانؓ کے قتل میں اعانت بھی کی ہو، وہ بھی ہم سے جدا ہو جائے اور ہمارے ساتھ نہ رہے۔ الخ[1]

---

[1] تاریخ طبری ج ۵ نزولی ذا قار، البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد تحت احوال الجمل

مفسدین کی ایک مذموم کوشش: جس وقت امیر المومنین کی طرف سے یہ اعلان ہوا تو اس وقت فتنہ انگیز پارٹی کے سربرآوردہ لوگ شریح بن (اوفیٰ) علیاء بن الہیثم، مسلم بن ثعلبہ العبسی، عبداللہ بن سبا (ابن سوداء)، خالد بن ملجم وغیرہم، جن میں ایک بھی صحابیؓ نہ تھا، سخت پریشان ہوئے۔ اور انہیں اپنا انجام نظر آنے لگا۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وَلَيْسَ فِيهِمْ صِحَابِيٌّ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ (البدایہ ابن کثیر ج ۷)

یعنی ان میں ایک صحابی بھی نہیں اور یہ اللہ کا شکر ہے۔

حضرت علیؓ کو قتل کرنے کی سازش:

فَإِنَّ بَعْضُهُمْ كَانَ عَزَمَ عَلَى الْخُرُوْجِ عَلَى الْإِمَامِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَ عَلٰى قَتْلِهٖ لَمَّا نَادٰى يَوْمَ الْجَمَلِ بِاَنْ يَّخْرُجَ عَنْهُ قَتَلَةَ عُثْمَانَ الخ[1]

یعنی حضرت علیؓ نے جب جمل کے موقع پر اعلان فرمایا کہ قاتلین عثمانؓ (ہماری جماعت سے) نکل جائیں تو ان بعض (مفسدین و اشرار) نے خود حضرت علیؓ کے خلاف خروج کر کے ان کے قتل کرنے پر عزم کر لیا تھا۔ الخ (کتاب الیواقیت الجواہر مولفہ امام شعرانی)

جانبین کی صلح پر آمادگی: حضرت قعقاعؓ اور فریقین کے درمیان

---

[1] کتاب الیواقیت والجواہر ج ۲ تالیف ۹۴۲ھ

مذکورہ گفتگو کی روشنی میں دونوں جماعتوں کے درمیان صلح اور اصلاح میں کوئی شک نہ رہا۔ یعنی حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ وغیرہم حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔

دوسری جانب حضرت علیؓ المرتضیٰ قاتلین عثمانؓ کو شرعی سزا دینے پر رضامند ہو گئے۔ اس صورت حال کو مؤرخ طبری نے اپنے انداز میں تاریخ طبری جلد خامس آخر عنوان "نزول علی الزاویہ من البصرہ" میں درج کیا ہے:

سانحہ قتل عثمانؓ میں ملوث افراد کی سازش: مفسدین اور قاتلین عثمان کے شر اور فساد نے آخر کار تاریکی میں دفعۃً قتال کھڑا کر دینے پر اتفاق کر لیا۔ یہ ان اشرار کی طرف سے تیسرا "الفتنۃ الکبریٰ" تھا۔ ایک شہادت عثمانؓ کا سانحہ، دوسرا حضرت علیؓ المرتضیٰ کے قتل کی تدبیر اور تیسرا قتال بین المسلمین کر دینا۔

ان لوگوں کا طریق کار یہ طے پایا کہ ہم میں سے کچھ لوگ حضرت عائشہؓ صدیقہ کے ہم نواؤں کی قیام گاہ پر اور دوسرا گروہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کی جماعت پر دفعۃً و ناگہاں رات کی تاریکی میں دوسرے فریق کی جانب حملہ کر دے۔ اور ہر ایک فریق بلند آواز میں پکارے کہ فریق مخالف نے بدعہدی کرتے ہوئے حملہ کر دیا ہے۔

چنانچہ اس تدبیر کے موافق صبح صادق سے قبل ان مفسدین کے دو

گروہوں نے تقسیم ہو کر جانبین کی قیام گاہوں پر حملہ کر دیا۔ اور اس طرح ہر ایک فریق نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہم پر مخالف فریق نے بدعہدی کرتے ہوئے حملہ کر دیا ہے، پوری شدت سے جنگ کی۔ لیکن ہر ایک فریق کا مقصد اپنا اپنا دفاع کرنا تھا۔ قتال میں ابتدا کرنا ہرگز پیش نظر نہ تھا۔[1]

بصرہ میں جنگ جمل

حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ کا اور اُن لوگوں کا جو اہل بصرہ وغیرہم میں سے تھے، اُن کے ہمراہ تھے۔ یوم الجمل ماہ جمادی الآخرہ ۳۶ھ میں فریقین میں جنگ ہوئی۔ اُس روز حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ وغیرہما شہید کر دیئے گئے۔ مقتولین کی تعداد تیرہ ہزار (۱۳۰۰۰) تک پہنچ گئی۔ علیؓ بصرہ میں پندرہ شب قیام کر کے کوفے واپس ہو گئے۔[2]

جنگ جمل کا اختتام: جنگ جمل میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کی جماعت سے پانچ ہزار (۵۰۰۰) افراد شہید ہوئے اور وہ غالب آ گئے اور دوسرے فریق کے اکابر (حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ) اور تیرہ ہزار

---

[1] ماخوذ: تفسیر القرطبی ج۱۶ تحت سورۃ الحجرات تحت مسئلۃ الرابعہ لابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی المتوفی ۶۷۱ء (۲) المنتقیٰ للذہبی ص ۴۰۴ المتوفیٰ ۷۴۸ھ)، سیرت حضرت علیؓ المرتضیٰ مولفہ مولانا محمد نافع ص ۲۶۰

[2] طبقات ابن سعد ج۴

(۱۳۰۰۰) افراد شہید ہوگئے۔(ماخوذ تاریخ مسعودی ج۲ص۲۸۹)

حضرت اُمّ المومنین عائشہؓ صدیقہ کے حق میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کی جانب سے پورا اکرام کیا گیا۔ اور کامل اکرام کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف واپسی ہوئی۔ اس موقع پر حضرت علیؓ المرتضیٰ نے دونوں طرف کے شہداء پر نماز جنازہ پڑھی۔

شہداء پر دُعائے مغفرت: (۱) حضرت علیؓ مقتولین پر گزرے تو فرمایا:

عَنْ عَبْدِاللہِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ مَرَّ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ عَلٰی قَتْلٰی مِنْ اَھْلِ الْبَصْرَۃِ فَقَالَ: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ (المصنف لابن ابی شیبہ ج۵ مطبوعہ کراچی)

اے اللہ! ان کی مغفرت فرما اور ان کو بخش دے۔

قاتلین عثمانؓ پر بددُعا: (۲) حضرت علیؓ المرتضیٰ کے فرزند محمد بن حنفیہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ قاتلین عثمانؓ کے بارے میں بددُعا کرتے تھے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبِ الْحَنَفِیَّۃِ وَ کَانَ صَاحِبَ لِوَاءِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یَوْمَ الْجَمَلِ قَالَ عَلِیٌّ رضی اللہ عنہ: اَللّٰھُمَّ اَکِبَّ قَتَلَۃَ عُثْمَانَ لِمَنَاخِرِھِمُ الْغَدَاۃَ (التاریخ الکبیر لامام بخاری ج۴ص۳۴۳)

اے اللہ! قاتلین عثمانؓ کو قیامت کے روز چہرہ کے بل اوندھا کر کے سزا دینا۔

(۳) فَقَالَ: اللھمَّ اخلِلْ بِقَتَلَةِ عُثْمَانَ خزیًا[1]

اے اللہ! قاتلین عثمانؓ پر ذلت اتار اور رسوائی نازل کردے۔

جناب علیؓ المرتضیٰ کا ان لوگوں کے حق میں بددُعا کرنا بالکل بجا ہے۔ کیوں کہ انہوں نے ہی اہل اسلام کے درمیان شر انگیز اور ہلاکت خیز حالات پیدا کر دیئے اور ملت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔

کوفہ کی طرف روانگی: حضرت علیؓ المرتضیٰ واقعہ جمل کے بعد ۱۵ دن بصرہ میں رہے۔ موٴرخین لکھتے ہیں کہ بروز پیر ۱۲ رجب ۳۶ھ آپ کوفہ میں داخل ہوئے۔ (البدائیہ والنہایہ ج ۷ تحت صفین)

کوفہ کو دارالخلافہ بنایا: حضرت علیؓ المرتضیٰ نے کوفہ کو مدینہ منورہ کے بجائے دارالخلافہ قرار دیا اور مستقل اقامت اختیار فرمائی۔

صفین کی طرف اقدام: حضرت علیؓ المرتضیٰ شام کی طرف تشریف لے جانے کے لئے عزم کر کے کوفہ سے نکلے اور نخیلہ کے مقام پر قیام کیا۔ اور وہاں جیوش عساکر کے متعلقہ انتظامات درست کئے۔ کوفہ پر اپنا قائم مقام حضرت ابو مسعود (عقبہ بن عامرؓ) الانصاری کو متعین کیا۔ اور شام کی طرف روانہ ہوئے اور دریائے فرات کے قریب ذوالحجہ ۳۶ھ میں قیام کیا۔

---

[1] المصنف لابن ابی شیبہ ج ۵ روایت ۱۹۶۵۶

صفین کا محل وقوع: جب حضرت امیر معاویہؓ کو حضرت علیؓ المرتضیٰ اور اُن کے عساکر کے متعلق خبر پہنچی تو وہ بھی اپنے جیوش کے ہمراہ ملک شام کی مشرقی سرحد کے قریب آ پہنچے۔ بلاد شام کی مشرقی جانب صفین کے ایک مقام پر فریقین کی جماعتوں کا اجتماع ہوا۔ یہ محرم ۳۷ھ کا موقعہ ہے۔

صفین میں فریقین کا موقف: (۱) حضرت علیؓ المرتضیٰ کی رائے یہ تھی کہ بیشتر مہاجرین وانصار نے میری بیعت کرلی ہے۔ فلہٰذا اہل شام کو بھی میری بیعت میں داخل ہونا چاہیے اور اطاعت قبول کرنی چاہیے۔ اور اگر وہ یہ صورت اختیار نہ کریں تو پھر قتال ہوگا۔[1]

(۲) حضرت امیر معاویہؓ اور ان کی جماعت کی رائے یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ ظلماً شہید کئے گئے ہیں اور ان کے قاتلین علوی جیش میں موجود ہیں۔ فلہٰذا ان سے قصاص لیا جائے۔ اور ہمارا مطالبہ صرف قصاص دم عثمانؓ کے متعلق ہے، خلافت کے بارے میں ہمارا نزاع نہیں ہے۔ (فتح الباری ج۱۳ تحت کتاب الاعتصام (۲) المصنف لابن ابی شیبہ ج۱۱)

جنگ صفین

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جو کوفہ میں اُن کے ساتھ تھے، ان لوگوں

---

[1] تاریخ مسعودی ج۲ ص ۲۸۹

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کے ساتھ نکلے۔ حضرت معاویہؓ کو جب معلوم ہوا تو وہ اُن لوگوں کے ہمراہ جو اہل شام میں سے اُن کے ساتھ تھے، روانہ ہوئے۔ صفر ۳۷ھ میں بمقام صفین طرفین برابر ۱۱۰ روز تک قتال کرتے رہے۔

لشکر شام سے پینتالیس ہزار (۴۵۰۰۰) افراد شہید ہوئے اور لشکر عراق سے پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) افراد شہید ہوئے۔[1] حضرت عمارؓ بن یاسر، حضرت خزیمہؓ بن ثابت اور حضرت ابو عمرہ المازنی جو علیؓ کے ہمراہ تھے، شہید ہوئے۔

تحکیم کا عہد نامہ: علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

حضرت عمروؓ بن العاص امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اقرار نامہ لکھنے کو حاضر ہوئے۔ کاتب نے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے بعد امیر المومنین علیؓ المرتضیٰ کے فرمانے پر لکھنا شروع کیا:

هٰذَا مَا تَقَاضِیْ عَلِیّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبْ وَ مُعَاوِیَةَ بِنْ اَبِیْ سُفْیَان قَاضی عَلِیّ عَلٰی اَهْلِ الْکُوْفَةَ وَمَنْ مَّعَهُمْ وَ مُعَاوِیَةَ عَلٰی شَام وَ مَنْ مَّعَهُمْ اِنَّنَا تَنزل عِنْدَ حُکْم اللهِ وَ کِتَابه وَ اِنْ لَا یَجْمع بَیْنَنَا غَیْرَه وَ اِنْ کِتَابُ اللهِ بَیْنَنَا مِنْ فَاتِحه اِلٰی خَاتِمَة تَحی فَا اَحْیاء وَ نَمِیْت مَا اَمَاتَ مَا فمَا وَاحِد الحُکْمَان فِیْ کِتَابِ اللهِ وَ هُمَا اَبُوْ مُوْسٰی عَبْدِ اللهِ قَیْس وَ عَمْرو بِنْ الْعَاص عَمَلَا بِه وَ مَا لَمْ یَجِدَاه

[1] البدائیہ والنہایہ ج ۸ تحت ترجمہ معاویہ ص ۱۲۷

فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَالسُّنَّةُ الْعَادِلَةُ الْجَامِعَةُ غَيْرُ الْمُعْرِفَةِ

ترجمہ: یہ وہ تحریر ہے جس کو علیؓ بن ابی طالب اور معاویہؓ بن ابی سفیانؓ نے باہم بطور اقرار نامہ کے لکھا ہے۔ علیؓ نے اہل کوفہ اور ان لوگوں کی جانب سے جو ان کے ہمراہ تھے، حکم مقرر کیا ہے اور معاویہؓ نے اہل شام اور ان لوگوں کی جانب سے جو ان کے ہمراہ ہیں، حکم مقرر کیا۔ بے شک ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب کو منحصر علیہ قرار دیتے ہیں۔ اور اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ سوائے اس کے دوسرے کو کوئی دخل نہ ہو گا۔ اور قرآن مجید شروع سے اخیر تک ہمارے درمیان میں ہے۔ ہم زندہ کریں گے، اس کو جس کو اُس نے زندہ کیا ہے اور ماریں گے اُس کو جس کو اُس نے مارا ہے۔ پس جو کچھ حکمتیں کتاب اللہ میں پائیں گے، اس پر عمل کریں گے اور حکم ابو موسیٰ، عبداللہ بن قیسؓ اور عمروؓ بن العاص ہیں اور جو کتاب اللہ میں نہ پائیں گے تو سنت عادلہ جامعہ غیر مختلف فیہا پر عمل کریں گے۔[1]

ان شرائط کے طے ہو جانے پر اہل عراق اور اہل شام کے سربر آوردہ لوگوں نے دستخط کئے۔[2]

---

[1] تلخیص "تاریخ ابن خلدون" ج ا رسول اور خلفائے رسول ص ۴۲۱ مولفہ رئیس المؤرخین علامہ عبدالرحمن ابن خلدون (المتوفیٰ ۸۰۸ھ) مطبوعہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

[2] ابن خلدون نے یہ روایت تاریخ طبری سے لی ہے اور تاریخ طبری کی روایت ابو مخنف راوی سے

(۲) جنگ بندی ربیع الاول ۸ ۳ ھ اور تحکیمین کا فیصلہ رمضان ۸ ۳ ھ

شیعہ مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح المتوفیٰ ۲۸۴ھ تاریخ یعقوبی میں اپنے نظریہ کے تحت یہ واقعہ اس طرح لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہؓ سے حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ ایک تدبیر باقی رہ گئی ہے کہ مصاحف کو بلند کیا جائے اور ان میں جو کچھ ہے اس کی طرف انہیں دعوت دیں۔ اس طرح آپ ان کو روک دیں گے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا: یہ آپ کا کام ہے۔ پس انہوں نے مصاحف بلند کیے اور انہیں اس کے مطابق فیصلہ کرنے کی دعوت دی اور کہنے لگے: ”ہم آپ کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔“

حضرت اشعثؓ بن قیس[1] نے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو کہا: اللہ کی قسم! آپ کو ضرور انہیں اس بات کا جواب دینا ہو گا جس کی طرف انہوں نے دعوت دی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ”میری رائے ہے کہ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کو بھیجوں۔“ حضرت اشعثؓ بن قیس نے کہا:

نقل کی گئی ہے۔ یاد رہے کہ ابو مخنف راوی سبائی گروپ سے تعلق رکھتا ہے۔ صحابہؓ دشمنی میں بلوائی اور سبائی بعض مقامات پر ایک ہو جاتے ہیں۔ یہاں سبائی یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مجبوراً حضرت علیؓ نے جنگ بندی کی اور بلوائی حضرت علیؓ کے اس جنگ بندی کے معاہدہ کو تسلیم نہیں کرتے۔

[1] جب حضرت عثمانؓ ذوالنورین شہید ہوئے تو اس وقت حضرت اشعثؓ بن قیس جو کہ صحابی رسول ﷺ ہیں، آذربائیجان میں اُن کی طرف سے عامل (گورنر) تھے۔ بعد میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کی بیعت کر لی۔ (تاریخ طبری ج ۳ حصہ اول ص ۴۸۰)

حضرت معاویہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھیج رہے ہیں۔ آپ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ[1] کو بھیجیں۔ انہوں نے جنگ میں کچھ حصہ نہیں لیا۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بھیج دیا۔

حضرت معاویہؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو بھیجا۔ اور انہوں نے قضیہ کی دو تحریریں لکھیں۔ ایک تحریر حضرت علیؓ کی جانب سے جو آپ کے کاتب عبداللہ بن ابی رافع کے خط میں تھی۔ دوسری تحریر حضرت معاویہؓ کی جانب سے جو آپ کے کاتب عمیر بن عباد الکنبانی کے خط میں تھی۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ نے کاتب کو لکھنے کا حکم دیا اور انہوں نے لکھا:

"علیؓ بن ابی طالب کی طرف سے"۔

آپ نے قضیہ کی تحریر فریقین پر واجب کی کہ وہ اس بات پر راضی ہیں جو کتاب اللہ نے واجب کی ہے۔ اور دونوں حکمین پر دونوں تحریروں میں شرط لگائی گئی کہ وہ فاتحہ سے لے کر خاتمہ تک جو کچھ بھی کتاب اللہ میں ہے، اس کے مطابق فیصلہ کریں گے اور اس سے تجاوز نہ کریں گے اور نہ اس سے ہٹ کر خواہش کی طرف آئیں گے اور نہ مداہنت کریں گے۔ اور آپ نے ان دونوں سے سخت عہد لئے اور اگر وہ فیصلے میں کتاب اللہ سے فاتحہ سے لے کر خاتمہ تک تجاوز کریں گے تو ان

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ حضرت عمرؓ فاروق کے دورِ خلافت میں گورنر رہے۔ حضرت عثمانؓ کے آخری اور حضرت علیؓ کے ابتدائی دور میں کوفہ کے گورنر رہے۔

دونوں کا کوئی فیصلہ نہ ہو گا۔

حضرت علیؓ بن ابی طالب نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے چار سو (۴۰۰) اصحاب کے ساتھ بھیجا اور حضرت معاویہؓ نے بھی اپنے چار سو اصحاب کو بھیجا اور وہ ماہ ربیع الاول ۳۸ھ میں دومۃ الجندل میں جمع ہوئے۔ (ماخوذ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۹)

حکمین کی مشاورت: ماہِ ربیع الاوّل ۳۸ھ میں دونوں طرف سے چار چار سو افراد دومتہ الجندل میں جمع ہوئے۔

علامہ ابن کثیرؒ (المولود ۷۰۱ھ المتوفی ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

جب حکمین نے ملاقات کی تو انہوں نے مسلمانوں کی مصلحت پر آپس میں مناظرہ کیا اور امور کا اندازہ لگانے میں غور و فکر کیا۔

پھر ان دونوں نے حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے معزول کرنے پر اتفاق کر لیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ امارت کا فیصلہ لوگوں کے مشورے سے ہو، تاکہ وہ ان دونوں میں سے بہتر آدمی یا ان دونوں کے علاوہ کسی اور آدمی پر متفق ہو جائیں۔ تاکہ وہ متفقہ طور پر اپنے لئے امیر کو منتخب کر لیں۔

پھر وہ دونوں لوگوں کے مجمع کے پاس آئے۔ اور حضرت عمروؓ بن العاص حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے سامنے کسی بات میں سبقت نہ کرتے تھے۔ بلکہ تمام امور میں ادب و تعظیم کی وجہ سے انہیں مقدم

کرتے تھے۔ آپ نے انہیں کہا: اے ابو موسیٰ! کھڑے ہو کر لوگوں کو وہ بات بتایئے جس پر ہم نے اتفاق کیا ہے۔

پس حضرت ابو موسیٰؓ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھا۔ پھر فرمایا:

"اے لوگو! ہم نے اس اُمّت کے معاملے میں غور و فکر کیا ہے اور جس امر پر میں نے اور عمروؓ بن عاص نے اتفاق کیا ہے ہم نے اس امت کی بہتری کے لئے اور اس کی پراگندگی کو دور کرنے کے لئے اس سے بہتر کوئی امر نہیں دیکھا اور وہ یہ ہے کہ ہم حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کو معزول کرتے ہیں اور امارت کا معاملہ شوریٰ پر چھوڑ دیتے ہیں اور اس امر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور وہ جسے چاہیں اپنا امیر مقرر کر لیں۔ اور میں نے حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو معزول کر دیا ہے"۔

پھر وہ ایک طرف ہٹ گئے۔

حضرت عمروؓ بن العاص آئے اور ان کی جگہ کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا:

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جو بات کہی ہے تم نے سُن لی ہے۔ انہوں نے اپنے آقا کو معزول کر دیا ہے اور میں نے بھی انہیں اُن کی طرح معزول کر دیا ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۲) اور میں حضرت معاویہؓ کو قائم کرتا ہوں۔ بلا شبہ وہ حضرت عثمانؓ کے مددگار اور اُن کے خون کے بدلہ کے طالب ہیں۔ اور وہ سب لوگوں سے بڑھ کر ان کی جگہ کھڑے ہونے کے حق دار ہیں۔

حضرت عمروؓ بن العاص[1] نے دیکھا کہ اگر لوگوں کو اس حالت میں بلا امام چھوڑ دیا گیا تو وہ اس سے بھی زیادہ طویل و عریض اختلافات میں پڑ جائیں گے۔ پس انہوں نے اس مصلحت کو دیکھ کر حضرت معاویہؓ کو قائم کر دیا۔ اور اجتہاد صحیح اور غلط بھی ہو سکتا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج۷ ص۵۵۷)

دومۃ الجندل سے لوگوں کی اپنے شہروں کو روانگی: حکمین کے فیصلہ کے بعد لوگ اپنے اپنے شہروں کو جانے کے لئے ہر طرف بکھر گئے۔ حضرت عمروؓ بن العاص اور ان کے ساتھی حضرت امیر معاویہؓ کے پاس گئے اور انہیں سلام کہا اور فیصلہ کی اطلاع دی۔

---

[1] حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مہاجرین صحابہؓ میں سے ہیں اور دونوں نے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا۔ قرآن میں ہمیں مہاجرین صحابہؓ کی پیروی میں رضامندی کی سند دی گئی ہے۔ اس لئے دونوں نے اپنے اجتہاد سے ایک مشترکہ فیصلہ کیا اور حضرت عمروؓ بن العاص نے ساتھ ہی دوسری اضافی رائے کے تحت اجتہادی فیصلہ حضرت امیر معاویہؓ کی تقرری کا بھی سنا دیا تاکہ اُمت ایک لحہ بھی بغیر امام کے نہ رہے۔ اس طرح پوری اُمت کو اب دو اماموں تک اپنے فیصلہ سے محدود کر دیا تاکہ جب تک اُمت کی شوریٰ مشترکہ فیصلہ نہیں کرتی، اُمت میں انتشار نہ ہو۔ چنانچہ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے بھی اس فیصلہ کی روشنی میں بعد میں حضرت امیر معاویہؓ سے آئندہ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا۔ اور پھر حضرت علیؓ المرتضیٰ کے جانشین حضرت امام حسنؓ نے مکمل صلح کر کے پوری اُمت کو ایک امیر کے تحت کر دیا۔ اور حضرت امام حسنؓ و حسینؓ سمیت سب اہل سنت نے حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فیصلہ سنانے کے بعد مکہ کی طرف چلے گئے۔ اور حضرت ابن عباسؓ اور شریح بن ہانی نے واپس آکر حضرت علیؓ کو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص کے فیصلہ کی اطلاع دی۔ (البدایہ والنہایہ ج۷ ص۵۵۷)

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

(۱) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی معزولی پر اتفاق کرنے کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت معاویہؓ کو حاکم مقرر کر دیا تو حضرت معاویہؓ نے دیکھا کہ ان کی حکومت موقع کے مطابق واقع ہوئی ہے اور ان کے خیال کے مطابق ان کی اطاعت واجب ہوگئی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج۷ ص۶۲۵، ۳۹ھ کے واقعات)

(۲) امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے حالات ناخوش گوار ہوگئے اور آپ کی فوج آپ کے خلاف متحرک ہوگئی اور اہل عراق نے آپ کی مخالفت کی اور آپ کے ساتھ قیام کرنے سے رُک گئے اور اہل شام کا معاملہ سنگین ہوگیا۔ اور انہوں نے اس خیال کے پیش نظر دائیں بائیں گشت کی اور حملے کیے کہ حکمین کے فیصلے کے مطابق امارت حضرت معاویہؓ کے لئے ہے۔ کیوں کہ ان دونوں نے حضرت علیؓ کو معزول کیا ہے۔

حضرت عمروؓ بن العاص نے ایک سے امارت چھٹنے پر حضرت معاویہؓ کو حاکم مقرر کر دیا ہے۔ اور اہل شام، تحکیم کے بعد حضرت معاویہؓ کو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

امیر کہتے تھے۔

اہل عراق کے امیر حضرت علیؓ بن ابی طالب اس زمانہ میں اہل ارض کے بہترین آدمی تھے اور ان سے بڑے عبادت گزار، بڑے زاہد، بڑے عالم اور اللہ سے بہت ڈرنے والے تھے۔ حتیٰ کہ آپ نے زندگی کو ناپسند کیا اور موت کی تمنا کی۔ اور یہ خواہش آپ نے کثرت فتن اور آزمائشوں کے ظہور کے باعث کی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۳۴)

حکمین کا فیصلہ: (پہلا اجلاس ربیع الاول ۳۸ھ، دوسرا اجلاس رمضان ۳۸ھ) شہرہ آفاق عربی کتاب تاریخ المسعودی کے شیعہ مصنف ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی (المتوفی ۳۴۶ھ) لکھتے ہیں:

جنگ صفین کے موقع پر جنگ بندی کے بعد حکمین حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص نے جو فیصلہ قلم بند کرایا، اُس کے الفاظ یہ تھے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) ہم دونوں گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد ﷺ اس کے نبی ہیں اور اللہ نے اُنہیں دُنیا میں اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔

(۲) ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق (رضی اللہ عنہ) خلیفہ رُسول ﷺ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر اپنے آخری وقت

تک عمل کرتے رہے۔ اور انہوں نے اس ذمہ داری کا حق جو ان پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عائد تھا، بحسن و خوبی ادا کیا۔

(۳) ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فاروق (رضی اللہ عنہ) کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے آخری وقت تک عمل کرتے رہے اور انہوں نے اس ذمہ داری کا حق جو ان پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عائد تھا، بحسن وخوبی ادا کیا۔

(۴) حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شوریٰ اور اُمت مسلمہ کی متفقہ رائے سے امور خلافت سر انجام دینے کے لئے منتخب ہوئے اور تمام مسلمانوں نے فرداً فرداً ان کی بیعت کی۔ وہ بھی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہما) کی طرح مومن تھے۔

حکمین کی مشاورت: حضرت عمروؓ بن العاص نے پوچھا: اے بھائی! صرف اتنا بتائیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بحیثیت مظلوم شہید کیے گئے تھے یا نہیں؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جواب دیا: ہاں! وہ بحیثیت مظلوم شہید کیے گئے تھے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے پوچھا: اچھا! اب بتائیے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص لینے کے لئے ان کا کوئی ولی تقاضا کرے تو وہ حق پر ہو گا یا نہیں؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: یقینا

حق پر ہو گا۔

یہ سُن کر حضرت عمروؓ بن العاص نے فرمایا: تو آپ کاتب سے کہیے کہ وہ لکھے جو آپ تسلیم کرتے ہیں۔ پھر خود ہی کاتب سے یہ لکھنے کے لئے کہا:

(۵) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بحیثیت مظلوم شہید کیے گئے اور وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے ولی کو ان کے حقوق کا قصاص طلب کرنے کا حق ہے۔

جب حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا اشارہ پا کر کاتب یہ لکھ چکا تو حضرت عمروؓ بن العاص نے کہا: میرے نزدیک حضرت عثمانؓ کے ولی ہیں اور ان کے خون کے قصاص کا طالب (حضرت) معاویہؓ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے؟ یہ کہہ کر حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے پوچھا: یہ بتائیں کہ کوئی شخص کسی کو قتل کر دے اور کوئی شخص اسے قتل کرنے کی کوشش کرے لیکن قتل نہ کر پائے تو دونوں کو قاتل سمجھا جائے گا یا نہیں؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: یقیناً سمجھا جائے گا۔

یہ سُن کر حضرت عمروؓ بن العاص نے کاتب سے یہ لکھنے کے لئے کہا:

(۶) ہم دونوں کے خیال میں مبینہ طور پر جس نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا ہے حضرت معاویہؓ ان کے خون کا قصاص لینے میں حق بجانب ہیں۔

ہم نے تحکیم کے بارے میں یہاں مصدقہ باتیں لکھ دیں ہیں۔[1]

حضرت علیؓ المرتضٰی کا ایثار: حضرت علیؓ المرتضٰی نے تحکیم کی تجویز قبول کر کے یہ ثابت کیا کہ آپ تفریق نہیں چاہتے تھے۔ آپ خلوص و للّٰہیت کا پیکر تھے۔ اور خلیفہ موعود کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ لیکن جہاں تک آپ لچک قبول کر سکتے تھے، آپ نے کی۔ مگر جب ثالث حضرات نے ان کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کو بھی اپنے دائرہ میں منصب خلافت پر فائز کر دیا تو آپ نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۸۲)

قرآنی فیصلہ کیا ہے؟ مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

(قرآن میں) خلافت کا وعدہ صرف مہاجرین صحابہؓ سے تھا اور حضرت معاویہؓ مہاجر صحابی نہ تھے۔ اور وعدہ خداوندی کا مصداق اپنے اپنے دور میں خلفائے اربعہؓ میں سے ایک ہی خلیفہ تھا۔[2]

(۲) اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام حسنؓ کی صلح کے بعد حضرت امیر معاویہؓ امام برحق ہیں۔ اور یہ صلح رسول پاک ﷺ کی اس عظیم پیش گوئی کے نتیجہ میں نصیب ہوئی ہے:

اِنَّ ابْنِی ھٰذَا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ الْعَظِیْمَتَیْنِ

[1] ماخوذ از تاریخ المسعودی اردو ترجمہ شہرہ آفاق عربی کتاب فروج الذہب و معاون الجواہر موئلفہ شیعہ مؤرخ ابو الحسن بن حسین بن علی المسعودی (المتوفیٰ ۳۴۵ھ) ج ۲ ص ۳۳۷ ناشر نفیس اکیڈمی اسٹریچس روڈ کراچی سال اشاعت ۱۹۸۵ء

[2] خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۸۹

مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (صحیح بخاری)

ترجمہ: یہ میرا بیٹا (حضرت حسنؓ) سردار ہے اور اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

اس سے حضرت حسنؓ کی بھی خصوصی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اور امام حسنؓ کا یہ بڑا ایثار ہے۔ ورنہ اگر حضرت حسنؓ صلح کر کے اپنی خلافت حضرت معاویہؓ کے سپرد نہ کرتے اور مقابلے میں قائم رہتے تو حضرت امیر معاویہؓ کو وہ کامیابیاں نصیب نہ ہو سکتی تھیں جو صلح کے بعد حاصل ہوئیں۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۸۹)

حضرت امیر معاویہؓ کا مقام: حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہؓ چونکہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک مجتہد ہیں۔ انہوں نے یہ اختلاف کسی نفسانی خواہش کی بنا پر نہیں کیا تھا۔ البتہ اس بارے میں ان سے اجتہادی غلطی ہو گئی ہے۔ جس میں وہ معذور تھے اور اس پر بھی ان کو ایک اجر ملے گا۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۵۹۰)

حضرت علیؓ المرتضیٰ کا مقام: (۲) چونکہ حضرت علیؓ کا انتخاب آیت استخلاف کے وعدہ کے مطابق بالکل صحیح تھا۔ (اسی بنا پر دورِ صحابہؓ کے بعد ہر سُنّی حضرت علیؓ کے انتخاب کو بالکل صحیح مانتا ہے۔) اس لئے حضرت

عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

علیؓ نے حضرت معاویہؓ کی تجویز قبول نہ فرمائی۔ (خارجی فتنہ حصہ اوّل ص ۴۶۴)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد: حضرت مجدد الف ثانیؒ امام ابن حزمؒ (المتوفیٰ ۴۵٦ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

اَلصَّحَابَه کُلُّهُمْ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّة قَطْعًا (رسالہ رد الروافض ص ۱۴)

ترجمہ: تمام صحابہ قطعاً جنتی ہیں۔ (بحوالہ الفصل فی الملل والنحل ج ۴ ص ۱۴۸)

آیت: يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (سورۃ التحریم آیت ۸)

ترجمہ: قیامت کے دن نہیں رسوا کرے گا اللہ نبی ﷺ اور اُن لوگوں کو جو ایمان لائے، ان کے ساتھ ان کا نور ہو گا کہ دوڑے گا سامنے اُن کے اور داہنے اُن کے۔

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اس آیت کے ترجمہ و تشریح میں لکھتے ہیں:

یہ اس بات کو بتاتا ہے کہ ان کو آخرت میں کچھ عذاب نہ ہو گا۔ اور بعد وفات پیغمبر ﷺ کے نور ان کا نہ مٹے گا، نہ زائل ہو گا۔ اور اگر نور حبط (ضائع) ہو جائے اور جاتا رہے تو قیامت میں کیوں کر ان کے کام آئے۔ (تحفہ اثنا عشریہ مترجم ج ۲ ص ۲۰۳)

بہر حال جو شخص حضرت امیر معاویہؓ کو صحابی مانتا ہے۔ اس آیت کے تحت اس کا یہی عقیدہ ہونا چاہیے کہ حضرت امیر معاویہؓ بھی سیدھے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

جنت میں جائیں گے۔ اور دوزخ کی آگ ان کو چھو بھی نہیں سکتی۔[1]

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں گروہ مومن تھے: حضرت علیؓ المرتضٰی سے جنگ کرنے والا گروہ بھی مومن ہے، نہ کہ کافر۔ اور خود قرآن مجید میں اللہ تعالٰی نے دونوں گروہوں کو مومنین قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا

ترجمہ: اور اگر دو فریق مومنوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح (ملاپ) کرا دو۔ (پ۲۶ سورۃ الحجرات رکوع اوّل)

اصل اختلاف مطالبہ قصاص عثمانؓ تھا: حضرت معاویہؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ ان حالات میں معذور تھے۔ اور یہ بھی ملحوظ رکھیں کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے اصل اختلاف حضرت عثمانؓ ذوالنورین کا قصاص لینے یا نہ لینے پر مبنی تھا۔ چنانچہ امام غزالیؒ اور دوسرے محققین نے یہی فرمایا ہے۔ (خارجی فتنہ حصہ اول ص ۵۸۳ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ)

حضرت معاویہؓ نے حضرت علیؓ سے خلافت میں نزاع نہیں کیا:

مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہؓ کی استنباطی خلافت کا تعلق بھی حضرت علیؓ المرتضٰی کی خلافت کے بعد کے دور سے ہے۔ کیوں کہ حضرت علیؓ

---

[1] دفاع حضرت معاویہؓ ص ۱۵۱ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

المرتضیٰ کے دور خلافت میں اور کوئی خلافت کا مستحق نہیں تھا۔ اور خود حضرت معاویہؓ نے بھی حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت سے کوئی نزاع نہیں کیا تھا۔ بلکہ آپ کا اور دوسرے صحابہؓ کرام کا مطالبہ صرف حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے قاتلین سے قصاص لینے کا تھا۔

البتہ حکمین کے فیصلہ کے بعد آپ نے اپنی خلافت کا اعلان کیا۔ لیکن اس میں حکمین سے بھی اجتہادی خطا کا صدور ہوا تھا۔ جیسا کہ اس کی مفصل بحث (کتاب) خارجی فتنہ حصہ اوّل میں کردی گئی ہے۔[1]

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد: صحابہ کرامؓ کے درمیان جو جنگیں واقع ہوئی ہیں، ان کو نیک نیتی پر محمول کرنا اور خواہش نفسانی اور تعصب سے دور رکھنا چاہیے۔ اس لئے کہ وہ مخالفتیں اجتہاد اور (شرعی) تاویل پر مبنی تھیں، نہ کہ خواہش و ہوس نفسانی پر۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ (مکتوبات ج ا مکتوب ۲۵۱ مجدد الف ثانیؒ)

حضرت علیؓ المرتضیٰ اور حضرت معاویہؓ میں محبت تھی

(ا) امام بن عساکر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے:

وہ فرماتے ہیں: میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا اور ان کے پاس ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور معاویہؓ بھی تھے۔ اچانک حضرت علیؓ تشریف

[1] دفاع حضرت معاویہؓ ص ۱۱۵ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

لائے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہؓ سے فرمایا: کیا تم علیؓ سے محبت کرتے ہو؟

حضرت معاویہؓ نے عرض کیا: جی ہاں!

فرمایا: تمہارے درمیان تھوڑا عرصہ رنجش ہو گی۔

حضرت معاویہؓ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! اس کے بعد کیا ہو گا؟

فرمایا: اللہ کا عفو اور اس کی رضا۔

حضرت معاویہؓ نے کہا: ہم اللہ کی قضا پر راضی ہیں۔

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ (البقرہ آیت ۲۵۳)

اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتال نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں، وہی کرتے ہیں۔[1]

حضرت امیر معاویہؓ کی اجتہادی خطا اور بخشش

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو پایا۔ میں سلام کر کے ان دونوں کے بیچ میں بیٹھ گیا۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

1 تفسیر درِ منثور جلال الدین سیوطی ج ۱ ص ۸۳۰

میں ہنوز بیٹھا ہی تھا کہ اتنے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ ان دونوں کو میرے سامنے ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔

تھوڑی دیر نہ ہوئی تھی کہ حضرت علیؓ یہ کہتے ہوئے باہر نکلے: قسم ہے ربّ کعبہ کی کہ میرے لیے حکم ہوا ہے۔

ان کے بعد ہی بہت جلد امیر معاویہؓ یہ کہتے ہوئے نکلے: قسم ہے ربّ کعبہ کی کہ میری خطا بخش دی گئی۔[1]

وہ اختلاف اجتہاد اور اعلاء حق پر مبنی تھا: (۲) اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا ہے، وہ خواہش نفسانی کی وجہ سے نہ تھا۔ کیوں کہ ان کے شریف نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور وہ امارہ سے مطمئنہ ہو گئے تھے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ان کی خواہش شریعت کے تابع ہو چکی تھی۔ بلکہ وہ اختلاف اجتہاد اور اعلائے حق پر مبنی تھا۔ ان میں سے جس سے اجتہادی خطا صادر ہوئی ہے، وہ بھی ایک درجہ ثواب رکھتا ہے۔ اور جس کا اجتہاد صحیح ہو گا، اس کے لئے دو درجہ ثواب ہے۔

پس زبان کو ان کے گلہ سے روکنا چاہیے اور سب کا ذکر نیکی سے کرنا چاہیے۔ (مکتوبات مجدد الف ثانیؒ ج ۱ مکتوب ۸۰)

---

[1] احیاء العلوم مولفہ امام غزالیؒ (المتوفیٰ ۵۰۵)، ج ۴ باب ۱۰ فصل ۸، مردوں کے حالات، ص ۱۴۷

حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان مصالحت: جنگ صفین کے بعد تحکیم میں ناکامی کی صورت میں اہل شام نے حضرت امیر معاویہؓ کو اپنا امیر بنالیا۔

اس چیز کے بعد حضرت علیؓ المرتضیٰ کے ماتحت بعض علاقوں میں شورشیں ہوتی رہیں۔

دونوں حضرات، حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ میں باہم صلح کے لئے مراسلت اور مکاتبت کا سلسلہ جاری رہا۔ آخرکار ۴۰ھ میں ان دونوں حضرات کے درمیان درج ذیل نکات پر صلح ہوگئی، جس کو معاہدہ جنگ بندی کہا جاسکتا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ المرتضیٰ کو تحریر کیا: اگر آپ چاہیں تو ایسا کرلیں کہ عراق کی حکومت آپ کے حصہ میں ہو اور شام کی میرے حصہ میں تاکہ اس اُمت سے تلوار رُک جائے اور مسلمانوں کے خون نہ بہیں۔ اس پر حضرت علیؓ راضی ہوگئے۔ حضرت معاویہؓ کے لشکر شام اور اس کے گرد و نواح کی دیکھ بھال کرتے اور حضرت علیؓ ملک عراق اور اس کے گردونواح کا انتظام کرتے۔ (تاریخ طبری ج۳ باب ۲۳ ص ۳۴۶)

اسلامی حکومت کی دو حصوں میں تقسیم فریقین کا باہمی معاہدہ

(۱) ملک عراق اور اس کے ملحقات حضرت علیؓ المرتضیٰ کے تحت

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

الحکم ہوں گے۔

(۲) ملک شام اور اس کے ملحقات حضرت امیر معاویہؓ کے ماتحت ہو گے۔

(۳) کوئی فریق دوسرے فریق کے علاقہ پر فوج کشی اور غارت گری نہیں کرے گا۔

(۴) ہر دو فریق ایک دوسرے کے خلاف قتال کرنے سے گریز کریں گے۔

فریقین کے درمیان اس معاملہ پر پختہ عہد ہو گیا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مصالحت کے شاہد تھے۔ جیسا کہ ابنِ جریر الطبری نے مصالحت ہذا کو نقل کیا ہے۔ (تاریخ ابن جریر طبری ج۳ تحت ۴۰ھ والبدائیہ لابن کثیر)

جنگ نہروان خوارج کی ابتداء

(۴) حضرت علیؓ پر اُن کے لشکر میں سے خارجیوں نے خروج کیا۔ انہوں نے کہا کہ سوائے اللہ کے کوئی حَکَم نہیں اور حرورا میں لشکر جمع کیا۔ اسی وجہ سے وہ "الحروریہ" کہلائے۔

بعض مورخین نے کہا یہ جماعت بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) کے قریب تھی۔ حضرت علیؓ نے اُن کے پاس حضرت عبداللہؓ بن عباس وغیرہ کو بھیجا۔ انہوں نے اُن لوگوں سے بحث و حجت کی تو خارجیوں میں سے

ایک بڑی جماعت نے رجوع کیا، مگر ایک جماعت اپنی رائے پر قائم رہی۔

وہ خارجی لوگ نہروان چلے گئے۔ انہوں نے راستہ روک دیا۔ اور حضرت عبداللہؓ بن خباب بن ارت کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ اُن کی جانب روانہ ہوئے۔ یہ ۳۸ھ کا واقعہ ہے اور نہروان میں خوارج سے جنگ کی۔

خوارج کی علیحدگی اور حضرت علیؓ المرتضیٰ سے جنگ: اور خوارج حروراء بستی کی جانب چلے گئے۔ اس کے اور کوفہ کے درمیان نصف فرسخ کا فاصلہ ہے اور اس کی وجہ سے انہیں حروریہ کا نام دیا گیا ہے۔ اور اس کے سردار (۱) عبداللہ بن وہب راسبی، (۲) ابن الکواء اور (۳) ثبت بن ربعی تھے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

وہ کہنے لگے: ”فیصلہ صرف اللہ ہی کا ہے۔“ جب حضرت علیؓ المرتضیٰ کو اس بات کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا: ”بات تو سچ ہے مگر اس سے باطل مراد لیا گیا ہے۔“

خوارج آٹھ ہزار (۸۰۰۰) اور بعض کا قول ہے کہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) آدمیوں کے ساتھ نکلے اور حضرت علیؓ المرتضیٰ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ان کے پاس بھیجا اور آپ نے ان سے گفتگو کی۔

انہوں نے آپ کے خلاف دلیل پکڑی تو حضرت علیؓ ان کے پاس

گئے اور فرمایا: کیا تم مجھ پر جہل کی شہادت دیتے ہو؟ خارجی کہنے لگے: نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: کیا تم میرے احکام کو نافذ کرتے ہو؟ خارجی نے کہا: جی ہاں۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ نے فرمایا: اپنے کوفہ کی طرف واپس چلے جاؤ حتیٰ کہ ہم بحث کر لیں تو وہ سب کے سب واپس آ گئے۔ پھر وہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: فیصلہ صرف اللہ ہی کا ہے۔ اور حضرت علیؓ کہنے لگے: میں تمہارے بارے میں الٰہی فیصلے کا منتظر ہوں اور وہ کوفہ چلے گئے۔

خوارج سے جنگ: معرکہ نہروان ۳۹ھ میں ہوا۔ خوارج چار ہزار (۴۰۰۰) ٹھہرے رہے اور زوال کے ساتھ ان کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی۔ دن کے دو گھنٹہ جنگ جاری رہی اور سب کے سب مارے گئے۔ ان لوگوں میں سے دس سے بھی کم آدمی بچے اور حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے دس سے بھی کم آدمی مارے گئے۔[1]

خارجیوں سے قتال کے متعلق پیش گوئی

حَدَّثَنَا اَبُوْ اَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الضَّحَّابِ الْمَشْرِقِيِّ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِيْ حَدِيْثٍ ذَكَرَهُ قَوْمٍ يَخْرُجُوْنَ عَلٰى فِرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ

[1] ماخوذ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۳۱۵

مُخْتَلِفَةٍ يَقْتُلُهُمْ اَقْرَبُ الطَّائِفَتَيْنِ اِلَى الْحَقِّ[1]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت دو فرقوں میں بٹ جائے گی اور ان دونوں کے درمیان سے ایک گروہ نکلے گا جسے ان دو فرقوں میں سے حق کے زیادہ قریب فرقہ قتل کرے گا۔

خارجی کون ہیں؟ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

عدم محبت اہل بیت خروج است و تبریٰ از اصحاب رفض و محبت اہل بیت با تعظیم و توقیر جمیع اصحاب کرام تسنن۔

ترجمہ: اہل بیت کی محبت کا نہ ہونا خارجیت ہے۔ اور اصحاب سے بیزاری اور مخالفت رفض و شیعیت ہے۔ اور محبت اہل بیت باوجود تمام اصحاب کی تعظیم و توقیر سنیت ہے۔

(۲) نیز مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

پس محبت حضرت امیر شرط تسنن آورد آنکہ ایں محبت ندارد اہل سنت خارج گشت و خارجی نام یافت

ترجمہ: اہل سنت ہونے کے لئے حضرت امیر یعنی علی المرتضیٰ کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج۵ حدیث ۱۱۸۰۱، صحیح مسلم ۱۰۶۴، حدیث ۱۱۲۱۴، حدیث ۱۱۲۹۵، حدیث ۱۱۴۳۶، حدیث ۱۱۴۶۸، حدیث ۱۱۶۳۵، حدیث ۱۱۷۷۴، حدیث ۱۱۹۴۳

محبت شرط ہے اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا وہ اہل سنت سے خارج ہو گیا اور ”خارجی“ نام پایا۔ (مکتوب باب مجدد الف ثانی جلد دوم)

نہروان سے کوفہ واپسی: (۵) جنگ میں کامیابی کے بعد حضرت علیؓ المرتضیٰ کوفہ واپس ہوئے۔ اُس روز سے اُن کی شہادت تک (رضی اللہ عنہ) لوگوں کو اُن پر خوارج کا خوف رہا۔

بدبخت ترین قاتل: (ا) عبید اللہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

اے علیؓ! اگلوں اور پچھلوں میں بدبخت ترین کون ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ فرمایا: اگلوں کا سب سے بدبخت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے ہاتھ پاؤں کاٹنے والا تھا۔ اور پچھلوں کا بدبخت ترین وہ ہوگا جو تمہیں نیزہ مارے گا۔ اور آپ نے اس مقام پر اشارہ کیا، جہاں وہ نیزہ مارے گا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عبدالرحمن بن ملجم المرادی اور علیؓ کی بیعت: ابو طفیل سے مروی ہے کہ علیؓ نے لوگوں کو بیعت کی دعوت دی۔ تو عبدالرحمن بن ملجم المرادی آیا۔ اُس کو انہوں نے دو مرتبہ رد کیا۔ وہ اُن کے پاس پھر آیا تو انہوں نے کہا کہ اس امت کے بدبخت ترین شخص کو میرے قتل سے کوئی نہیں روکے گا۔ یہ ڈاڑھی اس سر کے خون سے ضرور ضرور خضاب کی جائے گی یا رنگی جائے گی۔

محمد بن سعد (مؤلف طبقات ابن سعد) نے کہا کہ ابو نعیم کے علاوہ دوسرے راویوں میں اسی حدیث میں اور اسی سند سے علیؓ بن ابی طالب سے اتنا اور اضافہ کیا کہ "واللہ یہ نبی امی ﷺ کی مجھے وصیت ہے"۔

حضرت علیؓ کو قتل کی سازش کی اطلاع: (۱) ابی مجلز سے مروی ہے کہ قبیلہ مراد کا ایک آدمی علیؓ کے پاس آیا، جو مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے کہا کہ دربان مقرر کیجیے۔ کیوں کہ مراد کے لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہیں، جو اس کی اُن چیزوں سے حفاظت کرتے ہیں، جو مقدر نہیں ہیں۔ جب شے مقدر آتی ہے تو وہ اس شے کے درمیان راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور موت ایک محفوظ ڈھال ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

تین خارجیوں میں عہد و پیمان: لوگوں نے بیان کیا کہ خوارج میں سے تین آدمی نامزد کئے گئے۔ عبدالرحمن بن ملجم المرادی جو قبیلہ حمیر میں سے تھا۔ اس کا شمار قبیلہ مراد میں تھا۔ جو کندہ کے بنی جبلہ کا حلیف تھا۔ البرک بن عبداللہ التمیمی اور عمرو بن بکیر التمیمی۔

یہ تینوں مکے میں جمع ہوئے۔ انہوں نے یہ عہد و پیمان کیا ان تینوں آدمیوں کو ضرور ضرور قتل کر دیں گے۔ علیؓ بن ابی طالب، معاویہؓ بن ابی سفیان اور عمروؓ بن العاص۔

عبدالرحمن بن ملجم نے کہا کہ میں علیؓ بن ابی طالب کے لئے تیار

ہوں۔ البرک نے کہا کہ میں معاویہؓ کے لئے تیار ہوں اور عمرو بن بکیر نے کہا کہ میں تم کو عمروؓ بن العاص سے کفایت کروں گا۔

انہوں نے اس پر باہم عہد و پیمان کر لیا اور ایک نے دوسرے کو بھروسا دلا دیا کہ وہ اپنے نامزد ساتھی کے کار خیر (قتل) سے باز نہ رہے گا۔ اور اس کے پاس روانہ ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اسے قتل کر دے گا۔ یا اس کے لئے اپنی جان دے دے گا۔

انہوں نے باہم ۱۷ رمضان ۴۰ھ میعاد مقرر کرلی۔ اور ہر شخص اس شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جس میں اس کا ساتھی (یعنی وہ شخص جسے وہ قتل کرنا چاہتا تھا) موجود تھا۔ (طبقات ابن سعد ج۳)

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

ابن ملجم کی کوفہ آمد: عبد الرحمن بن ملجم کوفے آیا۔ وہ اپنے خارجی دوستوں سے ملا۔ مگر اُن سے اپنے قصد کو پوشیدہ رکھا۔ وہ انہیں دیکھنے جاتا تھا اور وہ لوگ اسے دیکھنے آتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج۳)

عبد الرحمن بن ملجم اس شب کو جس کی صبح کو اس نے علیؓ کے قتل کا مصمم ارادہ کیا تھا۔ رات بھر مسجد میں رہا۔ جب طلوعِ فجر کے قریب وقت ہوا تو عبد الرحمن بن ملجم اور شبیب بن بجرہ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے اپنی تلواریں لے لیں اور آ کے اس دروازے کے مقابل بیٹھ گئے، جس سے حضرت علیؓ نکلتے تھے۔ (طبقات ابن سعد ج۳)

حضرت علیؓ کی خواب میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات:

حضرت حسنؓ بن علیؓ نے کہا کہ میں صبح سویرے حضرت علیؓ کے پاس آیا اور بیٹھ گیا۔ فرمایا: میں رات بھر اپنے گھر والوں کو جگاتا رہا، پھر میری آنکھوں کی (نیند) نے مجھ پر قبضہ کر لیا۔ حالانکہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ (خواب میں) میرے سامنے آئے۔ عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ کی امت سے کس قدر تعب و فساد حاصل ہوا۔ فرمایا: اللہ سے ان کے لئے دعا کرو۔ میں نے کہا: اے اللہ! مجھے ان کے بدلے وہ دے جو ان سے بہتر ہو۔

حضرت علیؓ پر حملہ: اتنے میں ابن النباح مؤذن آئے۔ انہوں نے کہا کہ نماز (تیار ہے)۔ میں نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑا، تو وہ کھڑے ہو کر اس طرح چلنے لگے کہ ابن النباح ان کے آگے تھے اور میں پیچھے۔ جب دروازے سے باہر ہو گئے تو انہوں نے ندا دی کہ اے لوگو! نماز نماز۔ اسی طرح وہ ہر روز کیا کرتے تھے۔ جب نکلتے تو ہمراہ ان کا دُرّہ ہوتا اور لوگوں کو جگایا کرتے تھے۔

دو آدمیوں نے انہیں روکا۔ کسی ایسے شخص نے جو وہاں موجود تھا، کہا کہ میں نے تلوار کی چمک دیکھی۔ اور کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا: "اے علیؓ! حکم اللہ ہی کے لئے ہے، نہ کہ تمہارے لئے۔" میں نے دوسری تلوار دیکھی۔ پھر دونوں نے مل کر مارا۔ عبدالرحمن ابن ملجم کی

تلوار پیشانی سے سر تک لگ کر اُن کے بھیجے تک پہنچ گئی۔ لیکن شیب کی تلوار، وہ محراب میں پڑی۔

قاتل کی گرفتاری کا حکم: میں نے حضرت علیؓ کو کہتے سنا کہ یہ آدمی ہرگز تم سے چھوٹنے نہ پائے۔ لوگ ہر طرف سے اُن دونوں پر ٹوٹ پڑے، مگر شیب بچ کر نکل گیا۔ عبدالرحمن بن ملجم گرفتار کر لیا گیا۔ اور اسے علیؓ کے پاس پہنچا دیا گیا۔

ابن ملجم کے لئے حضرت علیؓ کی ہدایت: حضرت علیؓ نے کہا کہ اُسے اچھا کھانا کھلاؤ اور نرم بستر دو۔ اگر میں زندہ رہا تو اس کے خون کے معاف کرنے یا قصاص لینے کا زیادہ مستحق ہوں گا۔ اور اگر میں مر گیا تو اسے بھی میرے ساتھ کر دو۔ میں ربّ العالمین کے پاس اس سے جھگڑ لوں گا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

قاتل حضرت علیؓ کے متعلق ابن الحنفیہ کی روایت: محمد ابن الحنفیہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ اسیر ہے، اس لئے اس کی ضیافت اچھی طرح کرو اور اسے اچھا ٹھکانا دو۔ اگر میں بچ گیا تو قتل کروں گا یا معاف کروں گا۔ اگر میں مر گیا تو اسے میرے قصاص میں قتل کر دو۔ اور حد سے آگے نہ بڑھو۔ کیوں کہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

خلیفہ کو نامزد کرنے کی رائے: ان لوگوں نے کہا کہ ہم پر کسی کو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

خلیفہ بنا دیجیے۔ تو انہوں نے کہا: نہیں، میں تمہیں اس چیز کی طرف چھوڑ دوں گا، جس کی طرف تمہیں رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا ہے۔

اُن لوگوں نے کہا کہ پھر آپ اپنے ربّ سے کیا کہیں گے؟ جب اس کے پاس حاضر ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں کہوں گا: اے اللہ! میں نے تجھی کو ان لوگوں میں چھوڑ دیا۔ اگر تو چاہے تو انہیں درست کر دے اور چاہے تو انہیں تباہ کر دے۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آخری کلام

صبغ الحنظلی لما کانت اللیلۃ التی أصیب فیھا علی کرم اللہ وجھہ، أتاہ ابن النباح حین طلع الفجر یؤذنہ و ھو مضطجع متشاقل، فعاد الثانیۃ و ھو کذلک، ثم عاد الثالثۃ فقام علی یمشی و ھو یقول:

اشدد حیاز یمسک للموت فان الموت لا فیکا
ولا تجزع من الموت اذا حل بوادیکا

فلما بلغ الباب الصغیر شدّ علیہ ابن ملجم فضربہ۔ فخرجت أم کلثوم ابنۃ علی رضی اللہ عنہ فجعلت تقول مالی و لصلاۃ الغداۃ! قتل زوجی أمیر المؤمنین صلاۃ الغداۃ، و قتل أبی صلاۃ الغداۃ۔ وعن شیخ من قریش أنّ علیا

کرم اللہ وجھہ لما ضربہ ابن ملجم قال: فزت ورب الکعبۃ۔

وعن محمد بن علی أنہ لما ضرب أوصی بنیہ ثم لم ینطق الا بلا الہ الا اللہ، حتی قبض۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا آخری کلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

اصبغ حنظلی کہتے ہیں کہ جب وہ رات ہوئی جس کی صبح کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ زخمی ہوئے ہیں، تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ ابن تیاح فجر کے وقت آپ کے پاس آئے اور نماز فجر کے لئے عرض کیا۔ آپ نے تاخیر کی اور لیٹے رہے۔ دوبارہ وہ پھر آئے۔ پھر آپ نے دیر کی۔ جب تیسری بار آئے تو آپ اُٹھ کر چلے اور ایک قطعہ پڑھتے تھے، جس کا مضمون یہ ہے:

موت کی تیاری کر آئے گی وہ بیگمان
موت سے گھبرائے مت جب ہو تیری مہمان

جب آپ چھوٹے دروازے کے پاس پہنچے تو ابن ملجم خبیث نے آپ پر حملہ کر کے مار ڈالا۔ حضرت ام کلثوم آپ کی بیٹی باہر نکلیں اور کہنے لگیں کہ صبح کی نماز کو کیا ہوا ہے کہ میرے شوہر حضرت عمرؓ بھی اسی نماز میں شہید ہوئے اور میرے باپ بھی اسی نماز میں۔ اور قریش کا ایک بوڑھا راوی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا تو آپ نے فرمایا کہ قسم ہے رب کعبہ کی

کہ میرا مطلب حاصل ہوا۔ اور حضرت محمد بن علیؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ زخمی ہوئے تو اپنے لڑکوں کو وصیت کی اور پھر مرتے دم تک بجز لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے اور کچھ نہ بولے۔ (احیاء العلوم از امام غزالیؒ)

حضرت علیؓ کی شہادت: حضرت علیؓ جمعہ کے دن اور ہفتہ کی شب کو زندہ رہے۔ شب یک شنبہ ۱۹ رمضان ۴۰ھ کو اُن کی شہادت ہو گئی (رضی اللہ عنہ)۔ حسنؓ، حسینؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے انہیں غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ جن میں کرتا نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

حضرت علیؓ کی نماز جنازہ: شعبیؒ سے (متعدد سلسلوں سے) مروی ہے کہ حضرت حسنؓ بن علیؓ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کی نماز جنازہ پڑھائی۔ انہوں نے اُن پر چار تکبیریں کہیں۔ علیؓ کوفہ میں مسجد جامع کے نزدیک اس میدان میں جو ابواب کندہ کے متصل ہے، لوگوں کے نماز فجر سے واپس ہونے سے پہلے دفن کر دیئے گئے۔ حسنؓ بن علیؓ اُن کے دفن سے واپس ہوئے تو انہوں نے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ لوگوں نے اُن سے بیعت کر لی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال اور نو مہینے رہی۔

حضرت علیؓ کی عمر: ابی اسحٰق سے مروی ہے کہ جس روز حضرت علیؓ کی وفات ہوئی، وہ تریسٹھ (۶۳) برس کے تھے۔[1]

---

[1] حوالہ طبقات ابن سعد جلد سوم حصہ خلفائے راشدینؓ ص ۱۷۹ تا ۱۹۴

حضرت امام حسنؓ کی ایک غلط عقیدہ کی تردید

عمرو بن الاصم سے مروی ہے کہ حسنؓ بن علیؓ سے کہا گیا کہ ابوالحسن علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ علیؓ دابۃ الارض تھے۔ اور وہ قیامت سے قبل پھر بھیجے جائیں گے۔ تو انہوں نے کہا:

عن عمرو بن الاصم قال دخلت علی الحسن بن علی و ھو فی دار عمرو بن حریث له ان ناسا یزعمون ان علیًا یرجع قبل یوم القیامة فضحک و قال سبحان اللہ! لو علمنا ذالک مازوّجنانسائهٔ ولا ساھنا میراثهٔ (طبقات ابن سعد ج ۳)

ترجمہ: عمرو بن الاصم سے مروی ہے کہ میں حسنؓ بن علیؓ کے پاس گیا جو عمرو بن حریث کے مکان میں تھے۔ اُن سے میں نے کہا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ علیؓ قیامت سے پہلے واپس آئیں گے۔ وہ ہنسے اور کہا کہ سبحان اللہ! اگر ہمیں اس کا علم ہوتا تو نہ ہم اُن کی عورتوں کا نکاح کرتے اور نہ باہم ان کی میراث تقسیم کرتے۔[1]

حضرت علیؓ المرتضیٰ کا دورِ خلافت سُنّی موقف

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

---

[1] حوالہ طبقات ابن سعد جلد سوم حصہ خلفائے راشدینؓ ص ۱۷۹ تا ۱۹۴

حضرت علی المرتضیٰؓ کے دورِ خلافت میں باہمی جو نزاعات ہوئے ہیں، وہ بھی فروعی اور اجتہادی ہیں۔ اصحابِ رسول اللہ ﷺ میں دینی اصولی اختلاف بالکل نہیں ہوا اور سیاسی اجتہادی اختلافات میں جمہور اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا موقف حق اور صواب تھا اور فریق ثانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطا پر تھے۔ لیکن یہ خطا چونکہ اجتہادی تھی، اس لئے آپ پر طعن و تشنیع جائز نہیں ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے فیض یافتہ صحابی اور کاتب وحی ہیں۔ آپ کی نیت پر شبہہ نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے بھی آپ سے خلافت کی بیعت کر لی تھی۔ اور پھر ساری عمر (یعنی امام حسنؓ دس سال اور امام حسینؓ تقریباً بیس سال تک) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ بیت المال سے لاکھوں کی تعداد میں وظیفہ وصول کرتے رہے۔ حالانکہ حسب ارشاد رسالت حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

ان کی عظمت شان اہل السنت والجماعت کے نزدیک مسلم ہے۔ اگر وہ حضرت امیر معاویہؓ کو کتاب و سنت کا مخالف پاتے تو حضرت حسنؓ اپنی اس خلافت حقہ سے کبھی بھی دستبردار نہ ہوتے جو ان کو خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ کے بعد ملی تھی۔ حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یہ تاریخی صلح دراصل حضور خاتم النّبیین ﷺ کی حسب ذیل پیش گوئی پر مبنی تھی کہ:

اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ الْفِئَتَیْنِ الْعَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (صحیح بخاری باب ۴۵۶ حدیث ۹۳۳)

ترجمہ: تحقیق میرا یہ بیٹا (یعنی حضرت حسنؓ) سردار ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو باعظمت گروہوں میں صلح کرا دے گا۔

اور صلح کی بعد میں جو صورت ظہور پذیر ہوئی ہے، اس کی بنا پر حضرت امیر معاویہؓ کی دینی عظمت دوبالا ہو جاتی ہے۔ اور کوئی باشعور اور مخلص مسلمان آپ پر کیچڑ اچھالنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ رضوان اللہ علیھم اجمعین۔ (دفاع حضرت امیر معاویہؓ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ)

حضرت حسنؓ و معاویہؓ کی صلح کی خبر

مسعودی لکھتے ہیں:

روایت یہ ہے کہ جب حضرت حسنؓ کی طرف سے صلح نامے کی منظوری کی خبر معاویہؓ کو پہنچی تو انہوں نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ان کو دیکھ کر اہل خضراء نے بھی وہی نعرہ لگایا تو اس وقت مسجد میں موجود نمازیوں نے بھی نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ ان نعروں کی آواز سُن کر فاختہ بنت قرظہ حیران ہوتی ہوئی گھر سے نکلی

اور حضرت معاویہؓ سے کہا: یا امیر المومنین! اللہ آپ کو خوش رکھے، ایسی کیا خبر آئی ہے جس سے آپ اس قدر مسرت کا اظہار فرمارہے ہیں؟ فاختہ کے سوال کا جواب حضرت معاویہؓ نے یہ دیا:

حضرت حسنؓ نے ہم سے صلح کرلی ہے اور ہماری اطاعت پر راضی ہوگئے ہیں۔ یہ بہت بڑی خوش خبری ہے۔

یہ سُن کر فاختہ بنت قرظہ نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یہ حدیث پڑھی:

"میرا یہ بیٹا جو اہل جنت کا سردار ہے، اللہ کے حکم سے دو حریفوں میں صلح کرائے گا۔"

پھر بولی: الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے دو حریفوں میں سے ایک حریف کے ذریعے دو مخالف گروہوں میں صلح کرادی ہے۔[1]

حضرت امام حسنؓ کی کوفہ سے مدینہ روانگی

صلح کے بعد مقام مسکن سے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر اپنے حشم و خدام و ساز و سامان کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضرت حسنؓ وہاں پہنچے اور اب زخم بھی ان کا اچھا ہو گیا تھا اور آپ نے فرمایا:

اہل کوفہ اپنے ہمسایہ، اپنے مہمان، اپنے نبیؐ کے اہل بیت کے بارے میں، جن سے اللہ نے نجاست کو دور کر دیا اور طیب و طاہر

[1] مروج الذہب مسعودی حصہ دوم ص ۳۶۷

کیا، خوف خدا کرنا چاہیے۔

یہ سن کر لوگوں کے آنسو جاری ہو گئے۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۲۸)

مدینہ میں حضرت حسنؓ کا قیام

حضرت امام حسنؓ تاحیات مدینہ ہی مقیم رہے۔ حتیٰ کہ ۴۹ھ میں اور بروایت ابو الفرح اصفہانی ۵۱ھ میں انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بن الاشعث بن قیس نے بہ سازش حضرت امیر معاویہؓ زہر دے دیا، یہ شیعوں کی روایت ہے۔ جس کی کوئی اصلیت کہیں بھی نہیں پائی جاتی ہے۔ امیر معاویہؓ ان افتراؤں سے بالکل بری ہیں۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

عہد خلافتِ حضرت امیر معاویہؓ

جب حضرت امیر معاویہؓ کا دورِ خلافت، حضرت امام حسنؓ و حسینؓ کی صلح کے بعد شروع ہوا تو آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور پھر ان کے عہد خلافت میں جو اسلامی جہاد ہوئے ان میں شرکت کی۔

---

[1] تاریخ ابن خلدون ج اول حصہ اول ص ۴۴۲

جنگ قسطنطنیہ ۴۹ھ میں شرکت

حضرت امام حسینؓ اس جنگ میں جو حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں عیسائیوں کے خلاف قسطنطنیہ (ترکی) میں لڑی گئی، اس میں شریک تھے۔ یہ جنگ ۴۹ھ میں واقع ہوئی۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور بھی کئی صحابہؓ اس میں شریک تھے۔ قسطنطنیہ مدینہ منورہ سے تقریباً چار ہزار (۴۰۰۰) کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت خالد سے روایت ہے:

ان عمیر بن اسود العسنی حدثه انه الی عبادة بن الصامت وهو نازل ساحل حمص وهو فی بناءله معه ام حرام۔ قال عمیر فحدثنا ام حرام انها...... النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اوّل جیش من امتی یغرون البحر قد اوجبو اقالت ام حرام قلت یا رسول اللہ انا فیهم قال انت فیهم ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّل جیش امتی یغرون مدینه قیصر مغفور لهم فقلت انا فیهم یا رسول اللہ لا۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۰۹)

آنحضرت ﷺ نے اس دوسری جنگ کو بھی جو قسطنطنیہ میں قیصر روم سے لڑی گئی، اپنی امت کی ایک قابل تعریف کاروائی کہا ہے۔ یہ جنگ حضرت امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت میں لڑی گئی جس میں حضرت حسینؓ شامل تھے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت امام حسینؓ کی تین معرکوں میں شرکت

(۱) سال ۲۶ھ خلافتِ حضرت عثمان ذوالنورینؓ

سفر جہاد مدینہ سے سبیطلہ تک تقریباً ۷۰۰۰ کلو میٹر۔

(۲) سال ۳۰ھ خلافتِ عثمان ذوالنورینؓ

سفر جہاد مدینہ سے طمیسہ تک تقریباً ۴۰۰۰ کلو میٹر۔

(۳) سال ۴۹ھ خلافت حضرت امیر معاویہؓ

سفر جہاد مدینہ سے قسطنطنیہ تک تقریباً ۴۰۰۰ کلو میٹر۔

حضرت امام حسینؓ کا سفر جہاد ۱۵۰۰۰ کلو میٹر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت امام حسینؓ نے تین معرکوں میں جہاد کرتے ہوئے پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) کلو میٹر کے قریب زمین عبور کی۔

حضرت امام حسنؓ و حسینؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے دورِ خلافت میں ان جنگی خدمات میں شریک ہوئے، اور جب حضرت حسنؓ بن علیؓ، حضرت علیؓ المرتضٰی کے جانشین بنے اور آپ نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کر لی تو حضرت حسینؓ ان کے دورِ خلافت میں بھی قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوئے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت علی المرتضٰیؓ کا اپنے دورِ خلافت میں عام تعارف یہی تھا کہ آپ پہلے تینوں خلفاء حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان

ذوالنورینؓ کو برحق خلیفہ مانتے تھے اور ان کے بعد آپ چوتھے خلیفہ راشد ہیں۔ آپ خلیفہ بلا فصل ہونے کے ہرگز مدعی نہ تھے اور نہ ہی آپ نے کبھی اس کا اظہار کیا۔[1]

قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر بحری جنگ کی فضیلت

حدیث اُمِّ حرامؓ کا دوسرا اگلا حصہ

ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم فقلت انا فیھم یا رسول اللہ۔ قال: لا

ترجمہ: پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے پہلا لشکر، میری امت کا جو قیصر (روم کے بادشاہ) کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا ان کی مغفرت ہو گی۔ میں نے عرض کیا، میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔[2]

دوسری روایت حدیث ام حرامؓ

عن عبداللہ بن عبدالرحمن الانصاری قال سمعت انسا رضی اللہ عنہ یقول دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ابنت ملحان فاتکا عندھا ثم ضحک فقالت لم تضحک یا رسول اللہ فقال: ناسٌ من

[1] حضرت امام حسینؓ کے تین سفر جہاد، مؤلفہ علامہ خالد محمود

[2] بخاری شریف جلد دوم کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتالِ روم حدیث ۱۸۴۔ باب ۱۳۷۔

امتی یرکبون البحر الاخضر فی سبیل اللہ مثلھم مثل الملوک نحلی الاسرۃ فقالت: لہ مثل او مم ذلک فقال: لھا مثل ذلک فقالت ادع اللہ ان یجعلنی فیھم قال انت من الاولین و لست من لاخرین قال: قال انسؓ فتزوجت عبادۃ بن الصامت فرکبت البحر مع بنت قرظۃ فلما قفلت رکبت و ابتھا فوقصت بھا فسقطت عنھا فماتت۔ [1]

ترجمہ: عبداللہ بن عبدالرحمن انصاری نے بیان کیا کہ میں نے انسؓ سے سنا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ، ام حرام بنت ملحان (جو کہ آپ کی عزیزہ تھیں کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں سو گئے۔) پھر آپ اٹھے تو مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں حضور ﷺ نے جواب دیا کہ میری امت کے کچھ لوگ اللہ کے راستے ہیں جہاد کے لیے بحر خضر پر سوار ہوں گے۔ ان کی مثال تخت پر بیٹھے ہوئے بادشاہوں کی سی ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کر دیجیے کہ اللہ مجھے بھی ان سے کر دے، حضور ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ انہیں بھی ان لوگوں میں کر دے۔

پھر دوبارہ آپ لیٹے اور سو گئے اور (جب اٹھے تو) مسکرا رہے تھے،

---

[1] بخاری شریف جلد دوم کتاب الجہاد باب عزو المراۃ فی البحر حدیث ۱۴۰ اباب ۱۰۷۔

انہوں نے اس مرتبہ بھی آپ سے وہی سوال کیا اور حضور ﷺ نے بھی مسکرانے کی سابقہ وجہ بتائی، انہوں نے پھر عرض کیا کہ آپ دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم سب سے پہلے لشکر میں شریک ہو گی۔ (بحری غزوے میں) اور یہ کہ بعد والوں میں تمہاری شرکت نہیں ہے۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ ام حرامؓ عبادہ بن صامتؓ کے نکاح میں تھیں اور بنت قرظ (فاختہؓ حضرت معاویہؓ کی بیوی) کے ساتھ انہوں نے دریا کا سفر کیا پھر جب واپس ہوئیں اور اپنی سواری پر چڑھیں تو اس سواری نے زمین پر گرا دیا۔ اور (اسی میں) آپ کی وفات ہوئی۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

حدیث کے پہلے حصہ میں جس بحری جہاد کا ذکر ہے وہ حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے عہد خلافت میں سب سے پہلا سمندری بحری بیڑا ہے جو حضرت امیر معاویہؓ نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی اجازت سے تیار کیا اور قبرص پر چڑھائی کر کے اسے فتح کیا۔

یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی بحری جنگ تھی جس میں ام حرامؓ شریک ہوئیں اور شہادت پائی اور حدیث کے دوسرے حصے میں جس بشارت نبوی کا بیان ہے۔ اس میں حضور ﷺ نے مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) کے متعلق غزوہ اور جہاد کرنے والوں کے لیے مغفرت کا

ارشاد فرمایا ہے۔ یہ غزوہ حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں (علیٰ اختلاف الاقوال) ۵۲ھ میں پیش آیا اور اس غزوہ کے امیر جیش یزید بن معاویہؓ تھے۔ مذکورہ بشارت نبوی کے پیش نظر اس غزوہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور بعض علماء نے حضرت حسینؓ بن علی المرتضیٰ کی بھی اس غزوہ میں شرکت ذکر کی ہے۔[1]

فوائد و بشارت

غزوہ قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت میں سے پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر غزوہ اور جہاد کرے گا وہ مغفور (جس کی بخشش کردی گئی) ہے۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی اس جہاد میں وفات

مؤرخین نے لکھا ہے کہ غزوہ قسطنطنیہ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے شرکت کی اور بیمار ہو گئے انہوں نے وصیت فرمائی کہ اگر میں یہاں فوت ہو جاؤں تو مجھے باب قسطنطنیہ کے پاس جہاں غازی لڑ رہے ہوں ان کے قدموں میں دفن کیا جائے۔[2]

---

[1] البدایہ و النہایہ ج ۸ ص ۳۲ تحت سنہ ۴۹ھ و تذکرہ فقہ حسین بن علی۔ تاریخ ابن عساکر (ابن بدران) ج ۴ ص ۳۱۱۔ تذکرہ امام حسین بن علیؓ

[2] مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ کتاب الجہاد ص ۳۲۰۔

چناں چہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا اس غزوہ کے دوران میں انتقال ہو گیا یزید بن معاویہؓ امیر لشکر نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو قلعہ قسطنطنیہ کے دامن میں دفن کیا گیا۔[1]

پھر اس کے بعد حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی قبر سے ایک روشنی آسمان کی طرف بلند ہوتی ہوئی نمودار ہوئی اور یہ منظر آس پاس کے کفار نے دیکھا۔ رات گزرنے کے بعد صبح کفار کی طرف سے آدمی آئے اور کہنے لگے کہ گزشتہ رات تم نے کسی شخص کی میت کو دفن کیا ہے؟

اہل اسلام نے جواب دیا کہ وہ ہمارے نبی اقدس ﷺ کے ایک صحابی تھے پس اس منظر کو دیکھ کر اطراف کے کئی کافر مسلمان ہو گئے۔

ان لوگوں نے واقعہ ہذا سے یہ تاثر لیا کہ جس پیغمبر کے یہ پیرو کار ہیں وہ نبی ﷺ برحق ہیں اور ان کا مذہب صحیح ہے اور یہ دین صادق ہے۔[2]

خادم اہل سنت حافظ عبدالواحد الحنفی

حدیث مغفور لھم کی بحث

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

حامیانِ یزید عموماً بخاری شریف کی یہ حدیث یزید کے فاسق ہونے کی نفی میں پیش کرتے ہیں۔

---

[1] فتح الباری شرح بخاری ج۶ ص ۷۸ تحت باب ما قیل فی قتال الروم۔

[2] کتاب شرح اسیر بکیر (شمس الائمہ سرخی) ج ا ص ۱۵۷۔ باب الشہید وما یصنع بہ۔

(۱) زیر بحث مسئلہ تو یہ ہے کہ یزید فاسق تھا یا نہیں۔ اس حدیث سے یہ کیوں کر لازم آگیا کہ یزید فاسق نہیں تھا۔ کیا اتنا نہیں جانتے کہ فسق اور مغفرت دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں کسی درجے میں فاسق تھا تو گو اس کو جہنم کی سزا ہو بھی جائے مگر آخرت میں اس کی مغفرت ہو کر جنت نصیب ہو گی۔ چناں چہ قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ[1]

اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں، جس کے لیے منظور ہو گا وہ گناہ بخش دیں گے۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت تھانوی فرماتے ہیں، قرآن و حدیث و اجماع سے یہ مسئلہ ضروریات شرع سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں۔

(۲) حدیث کی مراد یہ ہے کہ جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے اس وقت تو گناہ بخش دیے گئے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آئندہ بھی گناہ نہیں کریں گے۔ بلکہ اس کے بعد ان سے فسق و فجور اور گناہوں کا صدور ہو سکتا ہے۔

[1] پ ۵۔ رکوع ۴ سورہ النساء آیت ۴۸

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار اور التوبہ میں ہے۔

عَنْ اُسَامَۃَ بِنْ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِیْ قَوْلِ اللہِ عَزَّ وَجَلَّ فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَ مِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ۔ قَالَ کُلُّھُمْ فِی الْجَنَّۃِ (رواہ البیہقی فی کتاب البعث والنشور)

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس آیت کے متعلق کہ بعضے تو ان میں سے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعضے ان میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ سب جنت میں ہوں گے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

تو اس ارشاد رسالت سے بھی ثابت ہوا کہ ظالم لوگ بھی آخر کار جنت میں ہوں گے۔ لہٰذا یزید کو مغفرت کا مستحق قرار دیتے ہوئے بھی اگر اس جہاں کے اعتبار سے فاسق اور ظالم تسلیم کیا جائے تو اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔ یعنی فسق اور مغفرت جمع ہو سکتے ہیں۔

(۳) ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَ مِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَ مِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللہِ ط ذٰلِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْکَبِیْرُ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَھَا . . . الخ[1]

ترجمہ: پھر یہ کتاب ہم نے اُن لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو

---

[1] پارہ ۲۲۔ سورہ فاطر رکوع ۴ آیت ۳۲ تا ۳۳

ہم نے اپنے بندوں میں سے پسند فرمایا۔ پھر بعضے تو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے اُن میں متوسط درجے والے ہیں اور بعضے اُن میں وہ ہیں جو اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ بڑا فضل ہے۔

وہ باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔

پارہ ۲۲، سورہ فاطر رکوع ۴ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

روی البغوی سنده عن ابی عثمان الهندی قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قرأ هذا قال: قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سابقنا سابق و مقتصدنا ناج و ظالمنا مغفور له (تفسیر مظہری پارہ ۲۲)

بغوی نے اپنی سند کے ساتھ ابو عثمان ہندی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔

آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ہمارا سابق، سابق ہے اور ہمارا متوسط درجے کا نجات پانے والا ہے اور ہمارے ظالم (یعنی ہماری امت کے ظالم) کی مغفرت ہو جائے گی۔[1]

یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جو ظالم ہیں ان کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔

---

[1] الجامع الصغیر للسیوطی ج ۲ ص ۲۹۔

یہاں ظالم کے لیے مغفور لہٗ فرمایا ہے۔
اور بخاری شریف کی زیر بحث حدیث میں تمام اہل لشکر کے لیے مغفور لھم کی بشارت دی ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ امت میں سے جن کو مغفور لھم کی بشارت دی گئی ہے وہ ضرور صالح اور عادل ہی ہیں کیوں کہ رسول پاک ﷺ نے ظالمین کو بھی مغفرت اور جنت کی بشارت دی ہے۔ اور بعض امتی اس بشارت کا مصداق ہو کر بھی فاسق ہو سکتے ہیں۔ زیر بحث حدیث بخاری سے وہ یزید کا صالح اور عادل ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔
ھاتو ابرھانکم ان کنتم صدقین۔[1]

بشارت مغفرت اور بشارت رضائے الٰہی کا فرق

مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:
یہاں اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ جس طرح حدیث مغفرت کا مصداق قرار دینے کے باوجود یزید کو فاسق و ظالم کہا جا سکتا ہے۔
اسی طرح اصحاب رسول ﷺ کو بھی باوجود رَضِیَ اللہُ عَنْهُمْ وَ

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب ص ۱۳۴

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

رَضُوْا عَنْهُ کی قرآنی بشارت کے فاسق و ظالم کہا جا سکتا ہے۔ یعنی اس وقت (مثلاً بیعت رضوان کے موقع پر) اللہ ان سے راضی ہو گیا تھا لیکن بعد میں جب انہوں نے مخالف شریعت افعال کا ارتکاب کیا (العیاذ باللہ) تو پھر اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو گیا۔

کیوں کہ مغفرت کی بشارت اور رضا کی بشارت میں فرق ہے۔

مغفرت کی بشارت سے دوام لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ مغفرت کی مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہو سکتا ہے۔ البتہ اس کے ساتھ کوئی قرینہ دوام کا ہو تو جدا بات ہے۔ جیسا کہ اصحاب بدر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ۔ (بخاری شریف)

تم جو چاہو کرو تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا۔

اس میں مغفرت دائمی کے لیے اعملوا ما شئتم قرینہ ہے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اصحاب بدر گناہ بھی کرتے رہیں تو سیدھے جنت میں جائیں گے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہی نہیں ہو گا، جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے۔ چناں چہ اہل جنت کو بھی اسی طرح بشارت دی گئی ہے۔

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ (سورہ صفّت آیت ۳۱)

اور تمہارے لیے جنت میں وہ کچھ ہو گا جو تمہارے نفس چاہیں گے۔

لیکن جنت میں کوئی آدمی گناہ کی خواہش کر ہی نہیں سکے گا۔

اور بر عکس مغفرت کے اللہ تعالیٰ جب اپنی رضا کی بشارت دیتا ہے تو اس سے دوام ہی مقصود ہوتا ہے۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص سے راضی ہونے کا اعلان نہیں کرتا جو بعد میں اس کو ناراض کرنے والا ہو۔

لہٰذا صحابہ کرامؓ کو بیعت رضوان کے سلسلہ میں یا دوسرے مواقع پر جو رضی اللہ عنھم و رضو عنه کی قرآنی سند دی گئی ہے تو یہ اس بنا پر ہے کہ وہ اس کے بعد کوئی ایسا فعل نہیں کریں گے جو اس کی ناراضگی اور غضب کا سبب بن سکے۔ چناں چہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ صاحب تفسیر معارف القرآن فرماتے ہیں:

حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب ”الصارم المسلول علیٰ مشاتم الرسول“ میں فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ اسی بندہ سے راضی ہو سکتا ہے جس کے بارے میں اس کو معلوم ہے کہ وہ آخری عمر تک موجبات رضا کو پورا کرے گا۔

اور جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو پھر کبھی اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ (مقام صحابہؓ۔ مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیعؒ ص ۷۳ تا ۸۲)

(۲) قرآن مجید میں ہے:

وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (سورہ توبہ آیت ۱۰۰)

اور مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں۔ اور (بقیہ امت میں) جتنے اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں۔ اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے (یعنی اللہ سے) راضی ہوئے۔ اور اس نے ان کے لیے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔

اس میں مہاجرینؓ و انصارؓ اور ان کے متبعین سے اللہ تعالیٰ نے اپنے راضی ہونے کا اعلان کر کے یہ فرمایا ہے کہ ان کے لیے جنتیں تیار ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہمیشہ کے لیے ہے۔ ورنہ یہ نہ فرماتے کہ مہاجرینؓ و انصارؓ کے لیے بہشتیں تیار ہیں کہ وہ ان میں داخل ہوں گے۔

اگر یہ احتمال ہوتا کہ وہ کوئی کام بعد میں رضائے الٰہی کے خلاف کریں گے تو یہ نہ فرماتے کہ ان کے لیے جنتیں تیار ہیں۔

لٰہذا آیت ہٰذا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا اعلان ہمیشہ کے

لیے ہے اور امام ابن عبد البرؒ متوفیٰ (۴۶۳ھ) نے لکھا ہے۔

من رضی اللّٰہ عنہ لم یسخط علیہ ابداً ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔

جس سے اللہ راضی ہو جائے اس سے کبھی ناراض نہیں ہو گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (خارجی فتنہ حصہ دوم بحث فسق یزید ص ۱۳۵)

(ب) مغفرت کی بشارت سے دوام لازم نہیں آتا۔ (کہ اب ہمیشہ کے لیے بخشش ہو گئی۔ جیسا کہ مذکورہ احادیث سے ثابت ہے۔ اس بشارت کے بعد بھی وہ شخص فسق و فجور کا مرتکب ہو سکتا ہے۔

یہاں یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ اصل بحث حدیث بخاری کے الفاظ مغفور لھم میں ہے کہ اس سے یزید کا بعد میں بھی عادل رہنا ضروری ہے یا نہیں۔

جمہور اہل سنت کے نزدیک چونکہ وہ فاسق مسلمان ہے اس لیے خواہ بعد سزا کے ہی آخر کار فاسق کی مغفرت ہو جائے گی اور وہ جنت میں داخل ہو گا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فاسق کو بجائے فاسق کے صالح و عادل ہی قرار دیا جائے۔ [1]

☆☆☆☆

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۱۴۴ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین چکوالی۔ طبع اول ۱۹۸۶ء طبع دوم ص ۱۳۵ ۲۰۱۱ء ناشر ادارہ مظہر التحقیق، متصل جامع مسجد ختم نبوت کھائرک ملتان روڈ لاہور

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

باب...7

تاریخ کی اہمیت

تاریخ ایک ایسا فن ہے جسے اقوام و امم ہاتھوں ہاتھ لیتی ہے۔ اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو تاریخ میں تحقیقی نظریات بھی ہیں اور کائنات کے لطیف علل و مبادی بھی اور اسی طرح واقعات کی کیفیات و اسباب کا گہرا علم بھی ہے اس لیے تاریخ کی دنیائے فلسفہ میں گہری جڑیں ہیں اور وہ اس لائق ہے کہ علوم حکمت میں شمار کی جائے۔[1]

مؤرخین پر تنقیدی نگاہ

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: (ا) بڑے بڑے مؤرخین اسلام نے مفصل تاریخیں لکھیں اور دنیا کے واقعات پورے پورے قلم بند کیے اور کتابوں میں محفوظ کیے لیکن افسوس بن بلائے ہوئے نالائق مہمانوں نے تاریخ میں جھوٹے اور خود ساختہ افسانے ملا دیے۔

اوہام و خیالات بھر دیے اور کمزور منقولہ اور خود تراشیدہ روایات کے خوبصورت حاشیئے۔ پھر بعد والے انہی کے بتائے ہوئے راستے پر چل پڑے، لکیر کے فقیر بن گئے اور جو کچھ واقعات انہوں نے سنے تھے وہی

---

[1] مقدمہ ابن خلدون حصہ اول ص ۱۱۲

بلا کم و کاست ہم تک پہنچا دیے۔ انہوں نے واقعات کے اسباب پر غور و فکر نہیں کیا اور نہ ان کی رعایت مد نظر رکھی اور بے بنیاد اور اڑائی ہوئی باتیں بھی نہیں چھوڑیں اور نہ ان کا معقول جواب دیا غرض کہ تحقیق برائے نام بھی نہیں کی۔ اکثر واقعات میں تنقیح کی دھار مڑھی ہوئی ہے۔ اور خبروں میں اغلاط اور اوہام خبروں کے ہم نسب، ہم دم وہم قدم ہیں۔(مقدمہ ابن خلدون حصہ اول ص ۱۱۲)

تاریخ میں غلطی کے اسباب

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: مؤرخین مفسرین اور ائمہ نقل کو حکایات و واقعات میں بہت سی غلطیاں محض اس لیے پیش آئیں کہ انہوں نے صرف نقل پر خواہ غلط ہو یا صحیح قناعت کر لی اور واقعات کو ان کے اصول و معیار پر کس کر نہیں دیکھا اور اشباہ و نظائر پر قیاس نہیں کیا نہ انہیں حکمت و فلسفہ کی کسوٹی پر کسا اور نہ کائنات کی طبیعتوں پر پرکھا اور نہ ان پر نظر و بصیرت کو پینچ بنایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صحیح راہ کھو بیٹھے اور اوہام و اغلاط کے میدان میں حیران و سرگرداں بھٹکتے ہوئے رہ گئے۔

خصوصاً اموال و افواج کی تعداد میں تو بے شمار غلطیوں کا شکار ہوئے۔ جب ان کا حکایات میں ذکر آیا۔ کیوں کہ حکایات میں جھوٹ کا

احتمال بہت ہوتا ہے اور لغویات کی کافی گنجائش ہوتی ہے۔ اس لیے حکایات کو اصول و قواعد پر کسنا ضروری ہے۔[1]

مغالطوں پر تفصیلی روشنی ڈالنی ضروری تھی

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: اس مقام پر بہت سے قابل بھروسہ علماء اور حفاظ مؤرخین ڈگمگاتے ہیں اور اس قسم کی باتیں ان کے ذہنوں میں بیٹھ گئی ہیں اور کمزور رائے اور قیاس قطع نظر کرنے والوں نے ان سے یہ واقعات نقل کر لیے ہیں جبکہ انہوں نے بھی بلا تحقیق و کرید کے انہیں حاصل کیا تھا اور یہ ان کے خزانہ معلومات میں جمع ہو گئے تھے۔ حتیٰ کہ فن تاریخ ایک بوسیدہ فن ہو گیا اور خلط ملط ہو کر رہ گیا، جس کے پڑھنے والے شکوک میں پڑ کر رہ جاتے ہیں۔(تاریخ ابن خلدون مقدمہ ص ۱۳۷)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

تاریخ میں جھوٹ اور سچ کا اور غلطیوں کا احتمال

چونکہ خبر میں جھوٹ اور سچ کا احتمال ہوتا ہے اس لیے تاریخ میں بھی جھوٹ اور سچ کا اور غلطی کا احتمال ہوتا ہے۔

تاریخ میں غلطیوں کے کئی اسباب ہیں

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ مقدمہ ص ۱۱۷

تاریخ میں غلطیوں کا پہلا سبب اختلاف آراء و مذاہب ہے۔ کیوں کہ جب ذہن راہِ اعتدال پر ہوتا ہے اور کوئی بات سنتا ہے تو اس کی تحقیق کرتا ہے اور غور و فکر کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ خبر سچی ہے یا جھوٹی اور جب ذہن کسی رائے یا مذہب میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے تو فوراً اس خبر کو مان لیتا ہے جو اس کی رائے یا مذہب کے موافق ہو۔ کیوں کہ اس کی بصیرت پر تعصب و محبت کی پٹی بندھی ہوئی ہوتی ہے، جو اسے تحقیق و تنقید سے روک دیتی ہے اور وہ جھوٹی خبر قبول کر کے غلطی کا شکار ہو جاتا ہے اور اس جھوٹی خبر کو بلا تامل نقل کر لیتا ہے۔

دوسرا سبب نقل کرنے والوں پر بھروسہ ہے کہ اس زعم میں وہ ثقہ ہیں اور غلط بیانی ان کی شان کے شایاں نہیں اور جرح و تعدیل کے اصول پر ان کے احوال نہیں جانچے جاتے۔

تیسرا سبب مقاصد سے غفلت ہے کہ بہت راوی اپنی مشاہدہ کی ہوئی یا سنی ہوئی خبروں کے اغراض و مقاصد سے نا آشنا رہتے ہیں۔ اور اپنے گمان پر روایت کر دیتے ہیں۔ اس لیے غلطی میں پڑ جاتے ہیں۔

چوتھا سبب وہم صداقت ہے۔: یہ سبب کثیر الوقوع اور عام ہے اور کئی طرح سے پیدا ہوتا ہے۔ زیادہ تر اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ راویوں پر اعتماد کر لیا جاتا ہے۔ کبھی اس راہ سے پیدا ہوتا ہے کہ خبروں کا خارجی واقعات سے مقابلہ نہیں کیا جاتا تاکہ احوال و واقعات میں تطبیق

ہو جائے۔ اس لیے جہالت و تطبیق سے بھی جعلی اور من گھڑت باتوں کو فروغ ہو جاتا ہے اور صحیح و غلط میں تمیز نہیں رہتی اور سننے والا خبر کو جوں کا توں نقل کر دیتا ہے۔ حالاں کہ وہ جعلی ہونے کی وجہ سے صداقت سے کوسوں دور ہوتی ہے۔

غلطی کا پانچواں سبب معزز اور بڑے لوگوں کی مدح و ثنا کر کے ان کو خوش کرنا اور ان کا قرب حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اکثر خوشامدی لوگ بڑے لوگوں کی ہر بات خوبصورت رنگ میں رنگ کر اسے پھیلا دیتے ہیں اور اس طرح وہ جھوٹی خبریں دنیا میں پھیل جاتی ہیں۔

غلطی کا چھٹا سبب جو مذکورہ بالا تمام اسباب سے اہم ہے معاشرے کے طبعی احوال سے ناواقفیت ہے۔ اگر خبر سننے والا وجود میں آنے والے حادثات و حالات کی مخصوص طبیعتوں سے اور مخصوص تقاضوں سے خبر دار ہے۔ تو اس واقفیت سے اسے اس خبر کی تحقیق میں بڑی مدد ملے گی۔ (تاریخ ابن خلدون حصہ مقدمہ ج ۱ ص ۱۴۶)

خبروں کی جانچ کا ایک معیاری قاعدہ

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: خبروں کی جانچ پڑتال کے لیے یہ قاعدہ ایک معیاری حیثیت رکھتا ہے کہ اس پر کس کر کھرا کھوٹا معلوم کر لیا جائے۔ خبروں کی تحقیقات کے لیے یہ طریقہ، ہر طریقہ سے بہتر اور انتہائی کار آمد ہے۔

خادم اہلسنت عبدالوحید

بہت سی محال خبریں مان لی جاتی ہیں

بسا اوقات لوگ محال و ناممکن خبروں پر یقین کر کے انہیں مان لیتے ہیں اور دوسروں سے روایت بھی کر دیتے ہیں۔ اور لوگ ان سے یہ خبریں نقل کرتے چلے آتے ہیں۔

خبروں کی تحقیق آبادی اور معاشرے کی طبیعتوں سے سمجھنے پر موقوف ہے اور تحقیق کا یہ طریقہ انتہائی بہتر اور قابل اعتماد ہے۔ جس سے سچی اور جھوٹی خبروں میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ اگرچہ خبروں کا صدق راویوں کی عدالت سے بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ مگر عدالت ثانوی درجہ رکھتی ہے اور معاشرے کے طبعی حالات سے تحقیق کا طریقہ مقدم ہے۔ راویوں کی عدالت کی تحقیق تو جب کی جاتی ہے۔ جب خبر میں صدق کا امکان ہو۔ لیکن جب بظاہر خبر ناممکن اور بعید از عقل ہو تو جرح وتعدیل سے کیا فائدہ؟ (تاریخ ابن خلدون مقدمہ حصہ اول ص ۱۴۸)

خبروں کی صحت کا معیار

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: سمجھ دار عقلا نے خبر کے سلسلہ میں یہ بھی ایک علّت بتائی ہے کہ الفاظ سے ناممکن معانی لیے جائیں یا عقل سے خارج ہو کر تاویل گھڑی جائے۔ ہاں شرعی اخبار و آثار میں راویوں کی جانچ پڑتال ضروری ہے۔ تاکہ کم از کم ان کی عدالت و صداقت کا گمان تو ہو کیوں کہ اکثر احادیث احکام و عبادات کے بارے میں ہیں۔ جن

کے لوگ مکلف ہیں۔ اور شارع نے ان پر عمل کرنا واجب قرار دیا ہے اور گمان کے صحیح ہونے کی راہ عدالت و ضبط کے اعتبار سے راویوں کی چھان بین ہے اور واقعات سے تعلق رکھنے والی خبروں کی صحت و صدق کا معیار خارج کی مطابقت کا اعتبار ہے۔ اس لیے ان خبروں میں امکان و قوع پر غور کرنا ضروری ہے۔ اور ان راویوں کی تعدیل اہم اور مقدم امکان ہے۔[1]

حکومت وریاست کافرق

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: "حکومت" کا مفہوم "ریاست" سے وسیع ہے کیوں کہ "ریاست" محض سرداری ہے اور رئیس کی لوگ اطاعت کرتے ہیں۔

لیکن رئیس ان پر جبریہ احکام نافذ نہیں کر سکتا۔ اس کے بر عکس سلطان لوگوں سے جبریہ اپنے وضع کردہ قوانین منوانے پر قادر ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس کے پاس طاقت ہوتی ہے۔ اور ڈنڈے سے ٹیڑھے بھی سیدھے ہو جاتے ہیں۔ (تاریخ ابن خلدون حصہ مقدمہ حصہ اول ص ۲۵۳)

حکومت کی غرض وغایت خلق خدا کی کفالت ہے

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: "حکومت" شرف کی انتہائی حد ہے اور

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ص ۱۴۸

ہر "حسب" کی سب سے آخری سرحد ہے علاوہ ازیں سیاست و حکومت سے اللہ کی مخلوق کی کفالت معرض وجود میں آتی ہے اور "حکومت" اللہ کے قانون کو نافذ کرنے کے لیے بمنزلہ "خلافت" کے ہے اور بندوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا مدار ان کی خیر و اصلاح پر اور پیروی پر ہے۔ جن میں ان کے مصالح کی رعایت برتی گئی ہو جیسا کہ شریعتوں سے ثابت ہوتا ہے۔ اور انسانی خود ساختہ قوانین کا مدار جہالت و شیطنت پر ہے کیوں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے خیر و شر ساتھ ساتھ پیدا فرمائے ہیں اور دونوں اس کی تقدیر و قدرت کے اندر ہیں اس کے سوا کوئی اور فاعل نہیں۔ [1]

اسلام نے عربوں میں سیاست کی اہلیت پیدا کی

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: جب اسلام آنے کے بعد مسلمانوں میں "جمہوری حکومت" قائم ہوئی اور اسلام نے ان میں شرعی احکام و قوانین اور سیاسی مسائل پختگی کے ساتھ نافذ کیے جس میں معاشرے اور آبادی کی ظاہری و باطنی فلاح و بہبودی مد نظر رکھی گئی تھی اور پھر اس طرز پر لگاتار خلفاء کام کرتے رہے تو ان کی حکومت کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ اور ان کی طاقت دن بدن بڑھتی ہی چلی گئی۔ [2]

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ص ۲۵۸

[2] تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ص ۲۶۹

خادم اہلسنّت عبد الوحید الحنفی

حکومتوں کی ابتدا دین اور غلبہ سے ہوتی ہے

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: "حکومت" غلبہ سے حاصل ہوتی ہے اور غلبہ عصبیت سے اور ایک ہی تحریک پر اتفاق آراء سے ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اتحاد و اتفاق حق تعالیٰ پیدا فرماتا ہے جب کہ وہ اس کا دین قائم کرنے میں دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔

چنانچہ خود حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ اَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِہِمۡ ؕ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِہِمۡ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیۡنَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ۝[1]

(یعنی اے نبی ﷺ) ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا۔ اگر آپ دنیا کی ساری دولت صرف کر کے اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کرتے تو آپ لوگوں کے دلوں کو جوڑنے پر قادر نہ تھے۔ لیکن اللہ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا۔ بے شک وہ زبردست حکمت والے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ دل لوگوں کو باطل خواہشوں کی طرف اور دنیوی رجحان کی طرف جذب کرتے ہیں اس لیے باہمی حسد کا اور اختلاف کا پیدا ہونا ضروری ہے۔

لیکن اگر اس کے برعکس "دل حق کی طرف مڑ جائیں" اور دنیا کا

[1] الانفال آیت ٦٣

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

خیال چھوڑ دیں اور باطل سے منہ موڑ لیں اور اللہ کی طرف متوجہ ہو جائیں تو ان کے مقاصد کی سمت ایک ہی رہتی ہے۔

اس لیے "حسد" کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ ان میں باہمی تعاون کا بے پناہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور اختلاف مشکل ہی سے رونما ہوتا ہے۔ اس لیے اتحاد کی برکت سے ان کی "حکومت" دن دونی رات چوگنی ترقی کرتی جاتی ہے اور حدود سلطنت پھیلتے جاتے ہیں اور دنیا میں ایک "عظیم حکومت" قائم ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم بعد میں اس پر روشنی ڈالنے والے ہیں۔ (تاریخ ابن خلدون مقدمہ ص ۲۷۶)

کسریٰ کی پوری حکومت کا خاتمہ

جب حکومت پر "بڑھاپا" طاری ہوتا ہے اور اس میں کمزوری آنے لگتی ہے تو پہلے وہ اپنے اطراف و جوانب سے سمٹتی ہے اور مرکز محفوظ رہتا ہے۔ حتیٰ کہ حق تعالیٰ کا مرکز کی فنا کے لیے بھی حکم آپہنچتا ہے۔ اور حکومت سمٹتے سمٹتے مرکز کو بھی لے ڈوبتی ہے۔ اگر کسی حکومت کے مرکز پر شروع میں قبضہ کر لیا جائے تو اطراف کا باقی رہنا غیر مفید ہے۔ اور اطراف اپنے مرکز پر خود ہی کمزور ہوتے ہوئے فنا کے گھاٹ اتر جاتے ہیں کیوں کہ مرکز کی مثال "دل" کی سی ہے۔ جس سے روح اٹھ کر تمام جسم میں پھیلتی ہے اگر دل ہی کی حرکت بند ہو جائے تو اطراف

محض ناکارہ ہیں۔ کسریٰ کی حکومت پر غور کیجیے کہ اس کا مرکز "مدائن" تھا۔

پھر جب مسلمانوں نے مدائن فتح کر لیا تو کسریٰ کی پوری حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور اس کے اطراف میں جو ملک یزدجرد کے پاس رہ گئے تھے وہ بھی اس کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ اس کے برعکس ملک شام میں قیصر کی سلطنت پر غور کیجیے اس کا مرکز "قسطنطنیہ" تھا جب مسلمانوں نے شام کے مختلف ممالک پر قبضہ کر لیا تو قیصر اپنے مرکز میں جا کر محفوظ ہو گیا۔ اور اس کا ملک محفوظ رہا حتیٰ کہ وہ وقت آیا کہ مسلمانوں نے مرکز پر بھی قبضہ کر لیا۔ (تاریخ ابن خلدون مقدمہ ص ۲۸۲)

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

غلبہ اسلام

اس طرح اُس دور کی دو بڑی سپر طاقتوں "کسریٰ و قیصر" کا خاتمہ ہو گیا اور اسلام پوری دنیا پر غالب آ گیا۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ رحمت میں فتح مکہ ہونے سے کفار مکہ کے شکست کھانے سے عرب میں اسلام غالب آ گیا۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل حضرت ابو بکرؓ صدیق کے دور "خلافت" میں قیصر اور کسریٰ کی طرف مسلمانوں کی فتوحات شروع ہو گئیں۔

☆ حضور ﷺ کے دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ فاروق اعظم کے دورِ خلافت میں مدائن فتح ہو گیا جو کہ کسریٰ کا دار السلطنت تھا۔

☆ حضور ﷺ کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے دورِ خلافت میں افغانستان، ایران اور افریقہ کے ممالک فتح ہو گئے اور قیصر قسطنطنیہ تک محدود ہو گیا۔ اور اسلام پوری دنیا پر غالب آ گیا۔

☆ حضور ﷺ کے چوتھے خلیفہ راشد حضرت علیؓ المرتضیٰ کے دورِ خلافت میں پاکستان کا علاقہ مکران فتح ہو گیا۔

☆ چاروں خلفاء راشدینؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے ادوارِ حکومت و خلافت میں پوری دُنیا میں اسلام غالب آ گیا تھا۔ گویا اُس وقت مسلمان پوری دُنیا میں غالب تھے اور حکومت کر رہے تھے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

عروج وزوال کا قرآنی دستور

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: شروع اسلام میں عربوں کے حال پر غور کیجیے جب کہ ان کی جماعتیں بہت تھیں اور سرحدوں کی حفاظت کے لیے ان پر بٹنے کے بعد بھی تعداد ختم نہیں ہوتی تھی تو وہ کس طرح اپنے پڑوسی ملکوں شام، عراق اور مصر پر آناً فاناً چھا گئے۔ پھر ان سے بھی آگے بڑھ گئے اور سندھ حبشہ اور افریقہ پر پھر اندلس پر قابض ہو گئے پھر ملکوں اور سرحدوں میں بٹ گئے اور ممالک محروسہ کی حفاظت کے

لیے ان میں جا اترے اور اس طرح ان کے افراد کی تعداد ختم ہو گئی تو پھر آئندہ کے لیے فتوحات کا سلسلہ بند ہو گیا۔

اور "حکومت اسلامیہ" اپنے شباب کی آخری حد تک پہنچ گئی اور آگے نہ بڑھ سکی اور یہیں سے زوال آنا شروع ہوا اور گھٹتے گھٹتے آخر کار فنا کے گھاٹ اتر گئی اس کے بعد، بعد میں آنے والی حکومتوں کا بھی یہی حال ہوا کہ ان کی حفاظت و بقا کا سلسلہ ان کی حفاظت کرنے والوں کی اقلیت و اکثریت پر منجمد رہا اور جب بٹ بٹا کر ان کے افراد کی تعداد ختم ہوئی تو فتوحات و اقتدار بڑھانے کا سلسلہ بھی ختم ہوا دنیا والوں میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ کار فرما ہے۔ (تاریخ ابن خلدون۔ حصہ اول مقدمہ ص ۲۸۲)

اسلامی حکومت کے تحت مسلمان ساتوں اقلیموں میں چھا گئے

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے عربوں کا بکھرا ہوا شیرازہ جوڑ دیا۔ اور انہیں متحد کر دیا اور سب اسلام کی ایک ہی لڑی میں منسلک ہو گئے۔

تو غزوہ تبوک تک جو نبی ﷺ کا آخری غزوہ ہے۔ مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ دس ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ جن میں مضری (قریش) بھی تھے قحطانی بھی اور پیدل فوج بھی تھی۔ اور سوار بھی، پھر آپ کی وفات حسرت آیات تک مسلمانوں کی تعداد بڑھتی رہی پھر جب مسلمانوں کا ریلا اقوام عالم کے ممالک محروسہ کو مسخر کرنے کے لیے

خادم اہلسنت حافظ عبدالواحد حنفی

پیش قدمی کرتا تو دنیا کی کوئی طاقت اس بڑھتے ہوئے ریلے کو نہ روک سکی اور اس مقدس سیلاب کے آگے ہر طاقت خس و خاشاک کی طرح بہنے لگی اور مسلمانوں نے دیکھتے ہی دیکھتے اس وقت کی دو سپر طاقتوں کو شکست فاش دے کر ان کے ممالک محروسہ پر قبضہ کر لیا اور انہوں نے مشرق میں ترکوں کو اور مغرب میں فرنگیوں کو اور بربر قوم کو اور اندلس میں گاتھ قوم کو مسخر کر لیا اور یہ حجاز سے سوس اقصیٰ تک اور یمن سے شمال اقصیٰ میں ترکوں تک پہنچ گئے اور انہیں زیر نگیں کر لیا اور ساتوں اقلیموں پر چھا گئے۔

حکومتوں کی عمروں کی نسبتیں انہیں چلانے والے کی نسبتوں کے بمقدار ہوتی ہیں دنیا میں اللہ تعالیٰ کا یہی طریقہ جاری و ساری ہے۔[1]

لوگوں کی طرح حکومت کی عمریں بھی طبعی ہوتی ہیں

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: یاد رکھیے اطباء کی رائے کے مطابق انسان کی طبعی عمر ۱۲۰ سال ہے۔

صحیح حدیث کی رو سے مسلمانوں کی عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوتی ہیں۔ اور کسی کی عمر ایک سو بیس سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اگر شاذ و نادر کوئی مثال پائی جائے تو دوسری بات ہے۔ جیسے حضرت نوحؑ کی عمر لمبی ہوئی ہے۔ اور عادیوں اور ثمودیوں کی لمبی لمبی عمریں ہوتی تھیں۔

[1] تاریخ ابن خلدون۔ حصہ اول مقدمہ ص ۲۸۴

اگرچہ حکومتوں کی عمریں بھی قرانات و کواکب کی حیثیت سے مختلف ہوتی ہیں لیکن کسی حکومت کی عمر تین نسلوں سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اور نسل سے ایک شخص کی اوسط درجہ کی عمر مراد ہے جو چالیس سال ہے۔ کیوں کہ یہ انسانی نشوونما کی انتہائی مدت ہے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً [سورہ الاحقاف آیت ۱۵]

"یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ گئے اور چالیس سال کے ہو گئے۔"

ان تین پشتوں کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوتی ہے۔

لہٰذا انسان کی طرح حکومت کی عمر ابتدائی چالیس سال تک بڑھتی ہے اور سن وقوف تک پہنچتی ہے اور پھر گھٹنے لگتی ہے اور سن رجوع تک پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے لوگوں کی زبانوں پر یہ بات مشہور ہے کہ حکومت کی عمر سو سال کی ہوتی ہے۔ اس کا یہی مطلب ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ (تاریخ ابن خلدون۔ حصہ اول مقدمہ ص ۲۹۲)

حکومت کی حقیقت

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: ملک و حکومت انسان کا ایک طبیعی "منصب" ہے۔

خادم اہل السنت حافظ عبدالوحید حنفی

چونکہ منصب و مملکت ایک شریف اور سب سے بلند "منصب" ہے اس لیے اس کی "طلب ہر شخص کے دل میں ہوتی ہے"۔ پھر جسے خوش قسمتی سے یہ "منصب" مل جاتا ہے اسے دفاع کے بعد بھی چارا نہیں ہوتا اور دفاع کے سلسلہ میں بلا عصبی طاقت کے ایک قدم بھی نہیں اٹھایا جاتا جیسا کہ اوپر گزر گیا۔

پھر عصبیتوں میں تفاوت ہوتا ہے اور ہر عصبیت کا غلبہ و حکم اپنے قبیلہ اور خاندان ہی پر ہوتا ہے اور مملکت ہر عصبیت (خاندان) کو نصیب نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ حقیقت اس کو نصیب ہوتی ہے جو رعایا کو غلام بنانے پر، محاصل وصول کرنے پر، دشمنوں کے خلاف فوج روانہ کرنے پر اور ملکی سرحدوں کی حفاظت کرنے پر قادر ہو اور اس کی طاقت سے بالا کوئی دوسری طاقت نہ ہو۔

"بادشاہ" کی یہی حقیقت ہے اور اس کا یہی معنی لوگوں میں مشہور ہے۔ اگر اس کی عصبیت (خاندان) مذکورہ بالا کسی مسئلہ سے قاصر رہ جائے مثلاً ملکی سرحدوں کی حفاظت نہ کر سکے یا محاصل وصول کرنے پر قادر نہ ہو یا لشکر بھیجنے سے عاجز آجائے تو وہ "ناقص بادشاہ" ہے۔[1]

نرمی و خوش اخلاقی حکومت کی عمدگی کی جڑ ہے

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: حکومت کی عمدگی اور بہتری کی جڑ

[1] مقدمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص ۳۱۲

"نرمی اور خوش اخلاقی" ہے۔ کیوں کہ اگر "بادشاہ" تند خو اور سخت گیر ہو گا، لوگوں کے عیب ٹٹولے گا اور ان کا ایک ایک قصور گن گن کر دماغ میں رکھے گا تو رعایا پر ہیبت و ذلت چھا جائے گی اور وہ دروغ گوئی سے، مکر و فریب سے اور چالاکیوں سے اس سے اپنی جانیں بچائیں گے۔ اگر "بادشاہ" رعایا کے ساتھ نرمی سے پیش آتا ہے اور ان کے قصوروں سے درگزر کرتا ہے تو رعایا معرکہ کارزار میں اپنے "محبوب بادشاہ" پر جانیں چھڑک دیتی ہے۔ اس طرح ملک کے گوشہ گوشہ میں امن و سلامتی کا دور دورہ رہتا ہے۔ رہے اچھی اور قابل تعریف حکومت کے لوازمات سو وہ یہ ہیں کہ بادشاہ رعایا کو انعام و اکرام سے نوازتا رہے۔ اور اس کی جان و مال کی کماحقہ حفاظت کرتا رہے لفظ "بادشاہ" کے مفہوم کی حقیقت اسی حفاظت سے درجہ تکمیل کو پہنچتی ہے۔

حقیقت خلافت و امامت

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: چوں کہ "حکومت" کا وجود انسانی معاشرے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اور یہی حکومت کی حقیقت ہے۔

جو "حکومت" جور و استبداد اور تشدد سے حاصل ہو اور اس میں قوتِ عصبیہ (خاندان) کی رعایت مد نظر نہ رکھی گئی ہو۔ اسے شریعت

جور و ستم اور ظلم و تعدی کا نام دیتی ہے اور شارع کی نگاہ میں مذموم و قابل نفریں ہے۔

"خلافت" عوام کو شرعی نقطۂ نظر کے تقاضوں کے بموجب دنیوی اور اخروی فلاح و بہبود کی طرف راہنمائی کرنے کا نام ہے۔ کیوں کہ دنیوی کام بھی آخرت ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔ دنیا میں جو کچھ کیا جاتا ہے وہ شرع کی نگاہ میں آخرت کی مصلحتوں ہی کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس لیے "خلافت" حقیقت میں شارع کی نیابت و جانشینی ہے۔ تاکہ "خلیفہ" دین کی حفاظت کرے اور دنیوی حکومت شرح کے مطابق قائم کرے۔ لہٰذا طبعی حکومت اور "خلافت یا امامت" کے معانی ذہن میں رکھیے کیوں کہ آنے والی گفتگو میں کار آمد ثابت ہوں گے اور اللہ بڑی حکمت والا ہے اور وسیع علم والا ہے۔

حافظ عبدالوحید السنی امام اہل السنت

خلافت و امامت کا مفہوم

چونکہ ہم خلافت کی حقیقت بیان کر چکے ہیں اور یہ بھی کہ "خلافت" دین کی حفاظت کے لیے اور دنیا کی سیاست کے لیے صاحب شریعت کی جانشینی ہے۔ لہٰذا اس جانشین اور نیابت کو خلافت اور امامت کہا جاتا ہے اور جو شخص اس کا انتظام کرتا ہے اسے "خلیفہ" کہتے ہیں۔

خلیفہ کو امام کہنے کی وجہ

"خلیفہ" کو امام اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسے امام نماز کے مشابہ قرار

دیا گیا ہے جیسے مقتدی کو اپنے امام کی پیروی لازم ہے۔ اسی طرح تمام رعایا کو اپنے خلیفہ کی پیروی لازم ہے۔ اس لیے خلافت کو امامت کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ اور خلیفہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ امت میں پیغمبر کی جانشینی کے فرائض انجام دیتا ہے۔ خلیفہ کو کبھی خلیفہ رسول اللہ کہتے ہیں۔ اور کبھی صرف خلیفہ اضافت کے بغیر ہی کہا جاتا ہے۔ [1]

کیا تقرر امام ضروری ہے؟

ہاں ضروری ہے اور اس کا وجوب شرع سے اور صحابہؓ اور تابعینؒ کے اجماع سے ثابت ہے کیوں کہ رحمت عالم ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ کو دفن کرنے سے پہلے یہی کام کیا تھا اور صدیق اکبرؓ کو خلیفہ چن لیا تھا اور تمام ملکی انتظامات ان کے حوالے کر دیے تھے۔ پھر آپ کے بعد ہر زمانہ میں ایسا ہی ہوتا رہا۔

اور لوگوں کو کسی زمانہ میں بھی مطلق العنان اور خلیفہ کے بغیر آزاد نہیں چھوڑا۔ اس اعتبار سے تقرر خلیفہ پر امت کا بھی اجماع ثابت ہوا۔ [2]

امام کے قریشی النسب ہونے کی شرط

قریشی النسب ہونے کی شرط اس لیے ہے کہ اس پر سقیفہ بن ساعدہ کے دن صحابہؓ کا اجماع ہو گیا تھا۔ اس دن انصارؓ نے سعد بن عبادہؓ انصاری

---

[1] مقدمہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول ص ۳۱۷

[2] مقدمہ تاریخ ابن خلدون ص ۳۱۸

کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہی تھی اور یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ دو امیر چن لیے جائیں: ایک انصار کا اور دوسرا قریش کا۔ تو قریش نے حق امامت پر نبی ﷺ کے فرمان عالیشان (الائمة من قریش[1]) "یعنی امام قریش ہی ہوں گے۔" سے استدلال کیا تھا اور اس سے بھی کہ نبی ﷺ نے ہمیں وصیت فرمائی ہے کہ ہم تمہارے مخلصوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور دوسروں سے جو بڑے ہیں در گزر کریں۔ اگر امارت انصارؓ میں ہوتی تو قریش کو انصار کے بارے میں یہ حکم نہ کیا جاتا۔ انصارؓ نے یہ دلیل مان لی اور امارت سے ہٹ گئے اور سعدؓ کی بیعت کا ارادہ ترک کر دیا۔ علاوہ ازیں ایک صحیح حدیث ہے:

لَا يَزَالُ هٰذَا الْأَمْرُ عَزِيْزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔ (مسلم شریف حدیث ۴۷۰۹، ابن حبان، مسند احمد)

اسلام کا معاملہ بارہ (۱۲) خلفاء کے پورا ہونے تک غالب رہے گا۔ سب خلفاء قریش کے خاندان سے ہوں گے۔

شرط نسب کی حکمت کیا ہے؟

ہمیشہ یاد رکھیے کہ تمام احکام شرعیہ کے مقاصد کے ساتھ ساتھ مصالح و حکم بھی ہوتے ہیں۔ جن کی بنا پر احکام شروع کیے جاتے ہیں۔ قریش نبی کا خاندان ہے اور شرط و نسبت سے صرف برکت کا

[1] الخلافة فی قریش یعنی خلیفہ قریش سے ہوں گے۔[مسند احمد بن حنبل، طبرانی]

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

حاصل کرنا مقصود ہے۔ بلاشبہ برکت کا حصول بھی مقصود ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ اور بھی مقصود ہے۔ امام کے سلسلہ میں اختلافات کے خاتمہ سے قوم میں اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ملت و ارباب ملت امام سے خوش ہو جاتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ (قبیلہ) ''مضر'' کے تمام خاندانوں میں قریش ہی ایک ایسا بنیادی خاندان تھا جسے (قبیلہ) ''مضر'' کے تمام خاندانوں کی جڑ اور ان کا مرکزی ستون کہنا چاہیے اسی کو تمام خاندانوں پر عزت و بزرگی حاصل تھی۔ یہی غلبہ و اقتدار کے مالک تھے انہیں کو اکثریت اور عصبیت (خاندانی) حاصل تھی۔ اور تمام عرب انہیں کے شرف کے قائل تھے اور انہیں کا لوہا مانتے تھے۔ انہیں کے شرف کے معترف تھے اور انہیں کے مطیع و منقاد تھے۔ اگر ''خلافت'' ان کے علاوہ کسی دوسرے قبیلہ کو مل جاتی تو عجب نہیں کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑ جاتی کیوں کہ عرب قریش کے علاوہ دوسرے قبیلہ کی مخالفت کرتے اور اس کے آگے سر تسلیم خم نہ کرتے۔

اسی لیے ''منصب امامت و خلافت'' میں قریشی نسب کی شرط لگائی گئی کہ وہ مستحکم عصبیت والے ہیں تا کہ امام ملت کے انتظامات بہترین طریقہ سے انجام دے سکے اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق قائم رہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب قریش بر سر اقتدار آئے تو تمام قبیلوں نے ان

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کی حمایت کی اور تمام عرب ان کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ اور عربوں کے علاوہ دوسری قومیں بھی مشرب بہ اسلام ہوئیں اور اسلامی حکومت کے زیر نگیں آئیں اور اسلامی فوجوں نے دور دراز کے شہر بھی روند ڈالے اور مشرق و مغرب میں اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔ جیسا کہ عہد (خلافت راشدہ) فتوحات میں واقعات پیش آئے اور بنو امیہ اور بنو عباس کے زمانوں میں بھی فتوحات کی یہی شان قائم رہی حتیٰ کہ خلافت میں اضمحلال و کمزوری آگئی اور عربوں کی عصبیت (دینی و خاندانی) ختم ہو گئی۔ (تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ۳۲۲)

خادم اہلسنّت حافظ عبدالواحد الحنفی

خلافت و بادشاہت

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد حاضرہ پر غرور کو اور "نسب" پر فخر کو مٹا دیا ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ[1]

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔

---

[1] سورۃ الحجرات آیت ۱۳

تم سب میں زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔

بادشاہت کیا ہے؟

اگر کوئی ”بادشاہ“ غلبہ حاصل کرنے کے بعد لوگوں کا مخلص خیر خواہ ہو کہ اس کا اقتدار محض اللہ کا دین پھیلانے کے لیے ہو اور لوگوں کو اللہ کی عبادت کا شوق دلانے کے لیے ہو اور اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے کے لیے ہو تو وہ قابل مذمت نہیں بلکہ قابلِ تعریف و تحسین ہے۔

خادم اہلسنّت عبدالوحید الحنفی

مطلق بادشاہت بری نہیں

اگر مطلق بادشاہت بری ہوتی تو حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ کیوں بادشاہ ہوئے؟

حضرت سلمانؑ نے دعا مانگی تھی:

رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ۔

اے میرے ربّ! مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو۔

کیوں کہ آپ کو یقین تھا کہ آپ باطل سے کنارہ کش رہنے کے عادی رہیں گے نبوت کے زمانہ میں بھی اور بادشاہت کے زمانہ میں بھی۔

حضرت فاروقؓ کا سوال اور حضرت امیر معاویہؓ کی وضاحت

جب حضرت فاروق اعظمؓ ملک شام تشریف لے گئے اور آپ سے حضرت امیر معاویہؓ نے شاہانہ کرّ و فر اور آن بان کے ساتھ ملاقات کی تو آپ نے حضرت امیر معاویہؓ سے فرمایا: معاویہؓ! یہ کسریٰ کی ادائیں کہاں سے سیکھ لیں؟ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا:

امیر المومنینؓ! میں سرحدوں پر ہوں اور ہر وقت دشمن کے مقابلہ پر ہوں ہمیں جہاد و طاقت اس شایانہ عصبیت سے ان پر رعب ڈالنے کے لیے سخت ضروری ہے۔

یہ جواب سن کر حضرت فاروق اعظمؓ خاموش ہو گئے۔ اور ان کے جواب کی تردید نہیں فرمائی۔ کیوں کہ حضرت معاویہؓ کی نیت بخیر تھی۔ اور آپ نے ایک صحیح مقصد کے لیے استدلال کیا تھا۔ جس سے دین کی مصلحت بھی وابستہ تھی۔

اگر "بادشاہت" کی برائی سے شارع کا مقصد اس کا مطلق چھوڑ دینا ہوتا تو حضرت فاروق اعظمؓ جیسی شخصیت حضرت معاویہؓ کے جواب پر قانع نہ ہوتی اور آپ حکم فرما دیتے کہ یہ شایانہ ٹھاٹھ بالکل چھوڑ دو۔ حضرت فاروق اعظمؓ کی کسرویت سے پارسی سلاطین کا ٹھاٹھ باٹ مراد ہے کہ یہ سلاطین اللہ سے غافل و بے خبر تھے۔

حضرت معاویہؓ نے آپ کو یہ جواب دیا کہ اس تزک و احتشام سے

میری نیت کسرویت نہیں بلکہ میری نیت اس کروفر سے محض اللہ کی رضا ہے تاکہ اس شاہانہ رعب داب کا دشمنوں پر اثر پڑے چناں چہ فاروق اعظمؓ خاموش ہو گئے۔

یہی صحابہ کرامؓ کا حال تھا کہ وہ حکومت و ملک گیری سے کنارہ کش رہا کرتے تھے۔ جب رحمت عالم ﷺ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؐ نے نماز کے لیے حضرت ابو بکرؓ صدیق کو اپنا خلیفہ چنا۔ کیوں کہ نماز دینی عبادتوں میں ایک بنیادی اور انتہائی اہم عبادت ہے۔ پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ ہی کو خلافت کے لیے چنا۔ (تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ص ۳۴۳)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

خلافت کیا ہے؟

"خلافت" عوام سے احکام شرعیہ پر عمل کرانا اور انہیں شریعت کے موافق چلانا ہے۔ اس وقت صحابہ کرامؓ میں حکومت و ملک گیری کا تصور بھی نہ تھا۔ کیوں کہ ملک گیری میں باطل کا سو فیصد احتمال ہے۔ اور اس زمانہ میں حکومت و ملک گیری کافروں اور دشمنان دین کا طریقہ تھا۔

حضرت ابو بکرؓ صدیق کو کیوں خلیفہ چنا گیا؟

چناں چہ حضرت ابو بکرؓ نے جب تک اللہ کو منظور تھا خلافت کا نظام بہترین طریقہ سے چلایا اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق چلایا اور مرتد ہو جانے والوں سے جنگ کر کے انہیں سیدھا کیا حتیٰ کہ تمام

عرب اسلام پر متحد ہو گئے۔

صدیق اکبرؓ نے فاروقِ اعظمؓ کو ولی عہد مقرر فرمایا

پھر آپؓ نے حضرت عمرؓ فاروق کو ولی عہد مقرر فرمایا۔ فاروق اعظمؓ، حضرت صدیق اکبرؓ کے نقش قدم پر چلتے رہے اور آپؓ نے دنیا کی قوتوں سے جہاد کیا اور انہیں زیر نگیں کر لیا۔ اور انہیں عربوں نے آپ کے زیر سایہ اقوام عالم کی دولت و ثروت ان سے چھین لی۔ اور ان کے ملکوں پر قبضہ کر لیا پھر خلافت حضرت عثمانؓ کی طرف منتقل ہوئی پھر ان کے بعد اس کے حضرت علیؓ مالک ہوئے۔

خلفائے راشدینؓ بادشاہت سے بیزار تھے

یہ سب خلفائے راشدینؓ، بادشاہت سے بیزار تھے اور ان کی راہوں سے ہٹے ہوئے تھے اور ان کے اس جذبہ میں اسلام کی ترو تازگی اور عربوں کی بدویت نے اور زور پیدا کر دیا تھا۔ کیوں کہ عرب دنیا کی تمام قوموں میں دنیا کی عیاشیوں سے اور اس کے عیش و عشرت سے بہت دور تھے۔ دینی حیثیت سے تو اس لیے دور تھے کہ دین انہیں دنیوی عیش میں پھنسنے سے روکتا تھا اور بدویت اور وطنی حیثیت سے اس لیے کہ شروع ہی سے وہ سادگی پسند اور محنت و مشقت کے عادی تھے۔[1]

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ اول مقدمہ ص ۳۴۳

حضرت حسینؓ و عبداللہ بن زبیرؓ کا اجتہاد درست تھا

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نواسہ صدیق اکبرؓ ہیں اور صحابیؓ رسولؐ ہیں۔ انہوں نے یزید سے اختلاف اپنے اجتہاد کی بنا پر کیا۔

جس طرح حضرت امام حسینؓ، نواسہ رسول ﷺ اور صحابیؓ رسولؐ ہیں۔ انہوں نے یزید سے اختلاف اپنے اجتہاد سے کیا۔

الحمدللہ! ہم اہل سنت والجماعت دونوں کے اجتہاد کو درست مانتے ہیں۔ اس لیے دونوں کو راہِ حق کے شہید جانتے ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے جان دی مگر اتحاد پر آنچ نہ آنے دی

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: دیکھئے جب حضرت عثمانؓ ذوالنورین کا انہی کے گھر میں محاصرہ کر لیا گیا تو حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت ابن زبیرؓ اور ابن جعفرؓ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے پاس دفاع کی غرض سے پہنچتے ہیں۔ لیکن حضرت عثمانؓ دفاع سے انہیں روک دیتے ہیں اور اختلاف کے ڈر سے حفاظت اتحاد کے لیے جس کی بنا پر مسلمانوں کی شیرازہ بندی ہے۔ اُنہیں مسلمانوں کے درمیان تلوار کھینچنے سے منع فرمادیتے ہیں۔ اگرچہ عدم دفاع ان کی شہادت کا باعث ہی کیوں نہ ہو۔[1]

---

[1] تاریخ ابن خلدون مقدمہ حصہ اول ص ۳۳۸

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

خلافت وامامت میں نیابت

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: اگر خلافت دیگر ارکان دینیہ کی طرح دینی رکن ہوتی تو اس کا نماز جیسا حال ہوتا اور آپ ﷺ اس میں سے کسی کو جانشین بنا جاتے جیسے نماز میں حضرت ابو بکرؓ صدیق کو جانشین بنا گئے اور خلافت کی جانشینی بھی نماز کی جانشینی کی طرح لوگوں میں مشہور ہوتی۔ پھر صحابہؓ کرام کا صدیق اکبرؓ کی خلافت کا نماز پر قیاس کر کے اس طرح استدلال کرنا کہ رحمت عالم ﷺ آپ سے ہمارے دین کے لیے راضی تھے تو کیا ہم آپؓ سے اپنی دنیا کے لیے راضی نہ ہوں۔ وصیت کے واقع نہ ہونے کی صریح دلیل ہے۔[1]

عبد الوحید الحنفی

حضرت علیؓ المرتضیٰ کا دورِ خلافت میں ایک سوال کا جواب

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا! یہ کیا بات ہے کہ جب آپ خلیفہ بنائے گئے تو مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا۔ لیکن صدیقؓ وفاروقؓ کے خلیفہ بنائے جانے پر کسی نے چوں بھی نہیں کی! حضرت علیؓ المرتضیٰ نے جواب دیا کہ: صدیقؓ وفاروقؓ مجھ جیسے لوگوں پر حاکم تھے اور میں تم جیسے لوگوں پر حاکم ہوں۔ یعنی اس زمانے میں لوگوں میں دینی جوش پورے شباب پر تھا اور میرے زمانے میں وہ جوش

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ مقدمہ دوم ص ۲۷

ٹھنڈا پڑ گیا۔[1]

عہد خلافت راشدہؓ میں دینی زور

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: خلافت راشدہ کا وہ مبارک زمانہ تھا جس میں ملک گیری کی ہوس نہ تھی۔ اور ہر ایک میں دینی جذبہ کار فرما تھا۔ چناں چہ انہوں نے اسی کو خلیفہ چنا جس میں زیادہ سے زیادہ دینی جھلک دیکھی اور خواہش مند خلافت کو اس کے جذبہ دینی کے حوالے کر دیا پھر خلافت راشدہ کے ختم ہوتے ہی خلافت سلطنت سے بدل گئی۔ دینی جذبہ ٹھنڈا ہونے لگا۔ دلوں میں قومی جذبہ کروٹیں لینے لگا۔ اور سلطانی اقتدار کی ضرورت کا احساس ہونے لگا تاکہ قومی حمایت حاصل ہو۔ اگر اس جماعت کے تقاضہ کے خلاف کسی کو ولی عہد بنایا جاتا تو اسے کوئی بھی تسلیم نہ کرتا، اس پر بہت جلدی زوال آ جاتا۔ اسلامی اتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا اور ملک میں ابتری پھیل جاتی۔[2]

علامہ ابن خلدونؒ کی مسلمانوں کو نصیحت

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دل و زبان سے کسی صحابیؓ یا کسی تابعیؒ کے پیچھے اختلاف میں نہ پڑیں اور ان دونوں کے بارے زبان پر کنٹرول رکھیں۔ نیز ان کے افعال کے بارے میں دل

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ مقدمہ دوم ص ۲۶
[2] تاریخ ابن خلدون مقدمہ ص ۲۵ حصہ دوم

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

میں کوئی شک و شبہ نہ آنے دیں۔ اور بد گمانی سے بچ کر ان کے ساتھ حسن ظن رکھیں۔

اور مقدور بھر ان کے افعال کی ان کی شان کے مطابق توجیہ ڈھونڈیں کیوں کہ وہ اس حسن ظن کے بہت زیادہ مستحق ہیں۔ ان میں جو کچھ اختلاف ہوئے (اجتہادی) دلیل ہی کی روشنی میں ہوئے اور انہوں نے اجتہاد سے حق ہی کی خاطر دوسروں کو مارا یا خود شہید ہوئے۔

○ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی عقیدہ رکھیں کہ ان کا اختلاف بعد والوں کے لیے سبب رحمت ہے تاکہ ہر شخص جس کی چاہے اقتداء کرے اور اس کو اپنا امام بنائے۔ یہ مقام بے حد غور و فکر کا ہے۔ اسے خوب سمجھیے اور کائنات عالم میں اللہ کی حکمت کو پہچانیے۔ حق تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے۔[1]

امام حسینؓ کی شہادت کی ذمہ داری یزید پر ہے

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: یہ بھی ذہن نشین کر لیجیے کہ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جیسے صحابہؓ کرام نے اجتہاد سے امام حسینؓ (کے اجتہاد) کا ساتھ نہیں دیا، اسی طرح امام حسینؓ کی شہادت بھی اجتہاد ہی سے واقع ہوئی، حاشا و کلا یہ بات نہیں ہے۔ آپؓ کی شہادت کی ذمہ داری

[1] تاریخ ابن خلدون ج ا مقدمہ ابن خلدون حصہ دوم ص ۳۲

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

محض یزید پر اور اس کے ساتھیوں پر ہے۔[1]

باغیوں سے جنگ نہ کرنے کے لیے امام کا عادل ہونا ضروری ہے

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: یہ بھی نکتہ چینی نہ کی جائے کہ یزید فاسق تھا اور صحابہؓ نے اس کی بغاوت جائز نہیں سمجھی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کے نزدیک اس کے یہ افعال صحیح تھے۔ کیوں کہ فاسق کے مسنون افعال ہی صحیح ہوتے ہیں۔

O صحابہؓ کے نزدیک باغیوں سے جنگ کرنے کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان سے امام عادل کے ساتھ جنگ کی جائے۔

یہاں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔ اس لیے امام حسینؓ کی یزید سے جنگ اور یزید کی امام حسینؓ سے جنگ جائز نہ تھی۔ بلکہ اس کے یہ کرتوت اس کے فسق میں اضافہ کا باعث ہی ہوئے اور امام حسینؓ کے مقدر میں شہادت تھی، جس کا انہیں ثواب ملا۔ کیوں کہ آپ حق پر تھے اور اجتہاد کی روشنی میں لڑے۔ اور وہ صحابہؓ بھی جو یزید کے ساتھ تھے حق پر تھے اور انہیں بھی اجتہاد کی روشنی حاصل تھی۔

اس زمانے میں ہوا پرستوں سے لڑنے کے لیے امامت و عدالت

---

[1] تاریخ ابن خلدون ج ۱ مقدمہ حصہ دوم ص ۳۰

میں امام حسینؓ سے بڑھ کر کون مستحق ہو سکتا تھا۔ لہٰذا ان کی شہادت ہوئی نہ کہ بغاوت کی رو سے قتل ہوئے۔[1]

بیعت خلافت کی تعریف

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: دیکھئے! بیعت ایک قسم کا پیمانِ اطاعت ہے۔ بیعت کر کے نہ صرف اپنے کاموں میں بلکہ مسلمانوں کے تمام کاموں میں اپنے امیر کی بالادستی تسلیم کرتا ہے اور یہ بھی کہ وہ اس بات کے خلاف نہیں کرے گا۔ اور جو حکم اسے ملے گا اسے بلا چوں وچرا ان بجا لائے گا۔ خواہ اس سے خوش ہو یا ناخوش۔

بیعت کی وجہ تسمیہ

جب امام سے بیعت یا پیماں اطاعت کا وعدہ کیا جاتا ہے تو عہد کو مضبوط بنانے کے لیے بیعت کرنے والا اپنے ہاتھ امیر کے ہاتھ میں دے دیتا ہے جو مصافحہ کی ایک قسم ہے۔ چوں کہ بیعت کا فعل لین دین والوں کے فعل کے مشابہ ہوتا ہے۔ اس لیے بیعت کو بیعت کہا جاتا ہے۔

(بیع کے معنی بیچنے کے ہیں یعنی بیعت کرنے والے نے اپنے اختیارات اس کے ہاتھ بیچ ڈالے جس سے بیعت کرلی ہے)

بیعت کے لغوی معنی اور شرعی معنی یہی ہیں۔

---

[1] ایضاً ابن خلدون ص ۳۱

احادیث میں لیلۃ العقبہ والی بیعت کا اور صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک درخت کے پاس والی بیعت کا جو بیان آیا ہے۔ یا جہاں کہیں لفظ بیعت کا استعمال کیا گیا ہے اس سے یہی معنی مراد ہیں۔ بیعت خلفاء اور بیت الایمان بھی اسی تعریف میں داخل ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا مکتوب بنام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و من کتاب علی علیہ السلام الی معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان

اِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَابَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَّخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ اَنْ يَّرُدَّ وَ اِنَّمَا الشُّوْرٰى لِلْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَ سَمَّوْهُ اِمَامًا كَانَ ذٰلِكَ لِلّٰهِ رَضًى فَاِنْ خَرَجَ مِنْ اَمْرِهِمْ خَارِجٌ بِطَعْنٍ اَوْ بِدْعَةٍ رَدُّوْهُ اِلٰى مَا خَرَجَ مِنْهُ فَاِنْ اَبٰى قَاتَلُوْهُ عَلٰى اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ وَلَّاهُ اللّٰهُ مَا تَوَلّٰى وَ لَعَمْرِيْ يَا مُعَاوِيَةُ لَئِنْ نَظَرْتَ بِعَقْلِكَ دُوْنَ هَوَاكَ لَتَجِدَنِّيْ اَبْرَأَ النَّاسِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَ لَتَعْلَمَنَّ اَنِّيْ فِيْ عُزْلَةٍ عَنْهُ اِلَّا اَنْ تَتَجَنّٰى فَتَجَنَّ مَا بَدَا لَكَ وَ السَّلَامُ (نہج البلاغہ مکتوب ۶ ص ۶۸۴ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ: بنام معاویہ بن ابی سفیانؓ

حقیقت یہ ہے کہ میری بیعت ان ہی لوگوں نے کی جنھوں نے

خادم السنہ عبدالوحید حنفی

ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کی بیعت کی تھی۔ انہیں شرائط پر جن پر وہ ان تینوں کی بیعت کر چکے تھے۔ پس (ان شرائط کے مطابق) نہ تو (بوقت بیعت) موجود رہنے والے کو کسی نئے چناؤ کا اختیار رہ جاتا ہے نہ غیر حاضر رہنے والے کو (منتخب خلیفہ کے) ردّ کرنے کا حق ہے۔ اور جہاں تک شوریٰ کا تعلق ہے سو وہ صرف مہاجرین و انصار کا حق ہے۔ چنانچہ اگر وہ کسی ایک شخص پر متفق ہو جائیں اور اس (متفقہ علیہ شخص) کا نام امام رکھ لیں تو اس کاروائی کو اللہ کی رضا سے تعبیر کیا جائے گا۔

اب اگر کوئی علیحدگی پسند اس کاروائی پر طعنہ زنی کرتا ہو یا کوئی نئی راہ نکال کر ان کے فیصلے سے الگ ہو جائے تو وہ اُسے لوٹا کر اُسی مقام پر لائیں گے، جہاں سے وہ نکل بھاگا تھا۔ اور اگر وہ اپنے ہی موقف پر اڑا رہے تو اس سے بایں دلیل مقاتلہ کریں گے کہ وہ مومنین کی راہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر گامزن ہوا ہے۔ اور جدھر اس نے منہ کیا، اللہ اُس کا رُخ اُدھر ہی رکھے گا۔ اے معاویہؓ! مجھے اپنی جان کی قسم! اگر تم اپنی عقل کی روشنی میں دیکھو گے، اپنی خواہشات سے کنارہ کر کے تو مجھے یقین ہے کہ تم مجھے خون عثمانؓ سے سب سے زیادہ بری الذِّمہ پاؤ گے اور تمہیں خود یقین ہو جائے گا کہ میں اس خون سے قطعاً الگ تھلگ ہوں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ تم ان

باتوں پر پردہ ڈالنے لگو جو تم پر بخوبی ظاہر ہیں۔ والسلام

حاصل: حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی شہادت پر جب امیر المومنین علیؓ المرتضیٰ کو مہاجرین و انصار نے مشاورت کے بعد خلیفہ منتخب کیا اور اہل مدینہ مہاجرین و انصار نے آپ کی بیعت کرلی، جن میں حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے، اس کے بعد بلوائی اور سبائی جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا، جب وہ بھی بیعت ہو گئے تو اس سے اہل مکہ اور اہل شام کو تشویش ہوئی۔ اس تشویش کے ازالہ کے لیے وضاحتی مکتوب حضرت علیؓ المرتضیٰ نے حضرت امیر معاویہؓ کے نام ارسال کیا۔ اس خط سے بلوائیت اور سبائیت کی دیواریں ہل گئیں۔

اس مکتوب میں حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اپنا عقیدہ صاف صاف بیان کر دیا کہ میری بیعت انہیں لوگوں نے کی ہے جنہوں نے حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی بیعت کی ہے۔ اگر حضرت علیؓ المرتضیٰ کے بارے میں حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے برحق خلیفہ ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہوتا کہ حضرت علیؓ المرتضیٰ کا عقیدہ اور نظریہ حضرات ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ سے الگ ہے تو وہ ہرگز بیعت نہ کرتے۔ پہلے پہلے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد خلفائے ثلاثہ کے ماننے والے ہی حضرت علیؓ المرتضیٰ کی بیعت ہوئے اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت کا اعلان مہاجرین و انصار کی شوریٰ نے کیا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اور اسی شوریٰ نے ہی حضرت ابو بکرؓ صدیق کی خلافت کا بھی جب اعلان کیا تھا حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اتفاق کرتے ہوئے صدیق اکبرؓ کی بیعت کرلی تھی۔ اُن کی وفات کے بعد جب شوریٰ نے حضرت عمرؓ فاروق پر اتفاق کیا تو حضرت علیؓ المرتضیٰ نے بھی فاروقؓ اعظم کی بیعت کرلی۔ پھر ان کی شہادت کے بعد شوریٰ نے جب حضرت عثمانؓ ذوالنورین کی خلافت پر اتفاق کیا تو حضرت علیؓ المرتضیٰ نے حضرت عثمانؓ کی بیعت بھی کرلی۔ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار کی شوریٰ نے حضرت علیؓ المرتضیٰ کی خلافت پر اتفاق کیا تو ان کی خلافت بھی قائم ہو گئی اور انہیں شرائط پر قائم ہوئی جن شرائط پر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی خلافتیں قائم ہوئی تھیں۔ اس لیے حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اس کاروائی کو اللہ کی رضا سے تعبیر کیا ہے۔

اس مکتوب میں حضرت علیؓ المرتضیٰ نے صاف صاف اپنا عقیدہ اور نظریہ واضح کر دیا کہ مہاجرین و انصار کے فیصلہ کے مطابق جس طرح پہلے تین خلفاء کی خلافت بر حق تھی اور ان کو اللہ کی رضا حاصل تھی، اب ان کی خلافت بھی حضرت عثمانؓ کے بعد بر حق ہے اور اللہ کی رضا اسے حاصل ہے۔ اب اس خلافت سے اختلاف کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۲) اور حضرت علیؓ المرتضیٰ نے وضاحت فرما دی کہ عقل کی روشنی میں دیکھو گے تو شہادتِ عثمانؓ میں تم (حضرت امیر معاویہؓ) مجھے

سب سے زیادہ بری الذمہ پاؤ گے اور تمہیں یقین ہو جائے گا کہ میں (حضرت علیؓ المرتضیٰ) خونِ عثمانؓ سے قطعاً الگ تھلگ ہوں۔

(۳) حضرت علیؓ المرتضیٰ کی اس وضاحت سے بلوائیوں اور سبائیوں کے خوفناک منصوبے خاک میں مل گئے اور وہ خود بخود حضرت علیؓ المرتضیٰ کے لشکر سے کم و بیش بارہ ہزار کی تعداد میں آپ سے جدا ہو گئے، جو کہ خارجی کہلائے اور پھر حضرت علیؓ المرتضیٰ نے خارجیوں سے جنگ کی۔

حضرت علیؓ المرتضیٰؓ کی گشتی چٹھی

حضرت امیر معاویہؓ ایک مومن اور جلیل القدر صحابی تھے اور خود حضرت علی المرتضیٰؓ نے بھی ان کے اور ان کی جماعت کے مومن ہونے کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کا حسب ذیل حکم نامہ منقول ہے: (مکتوب ۵۸ نہج البلاغۃ عربی مع اُردو ص ۷۹۱ مطبوعہ لاہور)

وَ مِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبَهُ اِلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ يَقْتَصُّ فِيْهِ مَا جَرٰى بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اَهْلِ الصِّفِّيْنَ وَ كَانَ بَدْءُ اَمْرِنَا اَنَّا الْتَقَيْنَا وَ الْقَوْمُ مِنْ اَهْلِ الشَّامِ وَ الظَّاهِرُ اَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَّ نَبِيَّنَا وَاحِدٌ وَّ دَعْوَتَنَا فِي الْاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ وَ لَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَ التَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَسْتَزِيْدُوْنَنَا الْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَا اخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَ نَحْنُ مِنْهُ بَرَآءٌ

ترجمہ: حضرت علی علیہ السلام نے ایک دستخطی چٹھی لکھ کر مختلف بلاد و امصار (شہروں) میں مشتہر فرمائی۔ اس میں جنگ صفین کا واقعہ یوں درج تھا کہ ہمارے معاملے کی ابتداء یوں ہے کہ ہماری اور اہل شام کی آپس میں جنگ چھڑ گئی اور یہ ظاہر ہے کہ ہم دونوں فریق کا ایک خدا اور ایک رسول ہے اور ہمارا اسلام میں بھی دعویٰ ایک رہا ہے۔ ہم ان سے در بارۂ اعتقادات توحید و رسالت کچھ زیادتی نہیں چاہتے اور نہ اس بارہ میں وہ ہم سے کچھ زیادتی کے طالب ہیں۔ بات ایک ہی ہے کہ اختلاف صرف خونِ عثمانؓ کے متعلق تھا حالانکہ ہم اس الزام سے بری ہیں۔[1]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ گشتی چٹھی اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ آپ کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ (صفین) اسلام و کفر کی جنگ نہ تھی۔ دونوں فریق ایک ہی اسلامی عقیدہ رکھتے تھے۔ دونوں توحید و رسالت پر یکساں ایمان رکھتے تھے۔ دونوں اہل ایمان تھے۔ اس جنگ وجدل باہمی کا مبنی دَم (خون) عثمانؓ تھا۔ یعنی حضرت معاویہؓ اور ان کی جماعت اہل شام حضرت عثمان ذالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص کے طالب تھے اور حضرت علیؓ المرتضیٰ اس وقت کے پیچیدہ حالات کے تحت فوری طور پر قصاص لینے میں معذور تھے ورنہ قتل

---

[1] آفتابِ ہدایت از مولانا کرم الدین صاحب دبیرؒ

عثمانؓ سے آپ بری الذمہ تھے۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ شیعہ علماء کے نزدیک نہج البلاغۃ کے خطبات و مکتوبات لفظ بہ لفظ حضرت علی المرتضیٰؓ ہی کے ہیں جیسا کہ شارحین نہج البلاغۃ نے اس کی تصریح کر دی ہے۔ کیا حضرت علیؓ المرتضیٰ کے اس قطعی فیصلہ کے بعد بھی کوئی شیعہ عالم حضرت امیر معاویہؓ کے ایمان و اسلام میں شک کر سکتا ہے؟

(۲) یہ ایک وقتی اجتہادی نزاع و اختلاف تھا، جس میں اہل السنت و الجماعت کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰؓ کا اجتہاد صحیح و صواب تھا اور حضرت امیر معاویہؓ سے اپنے اجتہاد میں غلطی سرزد ہو گئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ چھ ماہ بعد اپنی خلافت حقہ سے دستبردار ہو گئے اور اپنا مقبوضہ علاقہ بھی حضرت معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ اور آخر کار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی امام حسنؓ کی طرح حضرت معاویہؓ کی خلافت تسلیم کر لی اور دونوں بھائی (جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں) حضرت معاویہؓ کے بیت المال سے وظائف لیتے رہے۔[1]

مقامِ غور ہے کہ کیا جوانانِ جنت کے سردار کسی مخالف اسلام اور منافق شخص کو اپنی خلافت حقّہ سپرد کر سکتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود

[1] ملاحظہ ہو کتاب جلاء العیون مترجم ج ا ص ۲۵۸

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

شیعہ علماء و مصنفین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو معاف نہیں کرتے اور ان کے خلاف جارحانہ کتابیں اور رسائل شائع کرتے رہتے ہیں۔[1]

اہل السنت کی تعریف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے

"احتجاج طبرسی" شیعہ مذہب کی مستند کتاب میں ہے کہ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بصرہ میں خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے آپؓ سے دریافت کیا کہ اَہْلُ الْجَمَاعَةِ، اَہْلُ الْفِرْقَةِ، اَہْلُ الْبِدْعَةِ اور اَہْلُ السُّنَّةِ کون لوگ ہیں؟

اس کے جواب میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَمَّا اَہْلُ الْجَمَاعَةِ فَاَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ قَلُّوْا وَ ذٰلِکَ الْحَقُّ عَنْ اَمْرِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَ عَنْ اَمْرِ رَسُوْلِہٖ وَ اَہْلُ الْفِرْقَةِ الْمُخَالِفُوْنَ لِیْ وَلِمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ کَثُرُوْا اَمَّا اَہْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّکُوْنَ بِمَا سَنَّہُ اللّٰہِ وَ رَسُوْلُہٗ وَاِنْ قَلُّوْا۔ وَاَمَّا اَہْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُوْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَ لِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہِ الْعَامِلُوْنَ بِرَاْیِہِمْ وَ اَہْوَاءِہِمْ وَاِنْ کَثُرُوْا (احتجاج طبرسی جلد اول ص ۲۴۶)

ترجمہ: اہل الجماعت میں ہوں اور وہ لوگ جو میری اتباع کریں اگرچہ وہ تھوڑے ہوں اور یہ حق ہے اللہ تعالیٰ کے امر سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امر سے اور اہل الفرقہ وہ ہیں جو میرے اور

[1] ماہنامہ حق چاریار لاہور ج ۵ ش ۱۱ مئی ۱۹۹۳ء ص ۳ تا ۱۰

میری پیروی کرنے والوں کے مخالف ہیں، اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔ اور اہل السنّت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے طریقے (حکم) اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اگرچہ وہ کہیں تھوڑے ہوں۔ اور اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی کتاب اور اس کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مخالف ہیں، جو اپنی آراء اور خواہشات پر عمل کرنے والے ہیں اگرچہ وہ کہیں زیادہ ہوں۔

(احتجاج طبرسی جلد اول ص ۲۴۶)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایات

ابو بکرؓ و عمرؓ، حسنؓ و حسینؓ کو برا کہنے کی ممانعت

(۱) وَعَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ فَاِنَّهُمَا سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا تَسُبُّوْا الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ فَاِنَّهُمَا سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَلَا تَسُبُّوْا عَلِيًّا فَاِنَّهٗ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ وَ مَنْ سَبَّنِيْ فَقَدْ سَبَّ اللّٰهَ وَ مَنْ سَبَّ اللّٰهَ عَذَّبَهُ اللّٰهُ (ابن عساکر و ابن النجار کنز العمال)

اور حسین بن علی علیہما السلام نے کہا: رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

ابو بکرؓ اور عمرؓ کو گالی نہ دو کہ وہ جنت کے پہلوں اور پچھلوں ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہیں، سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔ اور حسنؓ حسینؓ کو گالی نہ دو کہ وہ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں، پہلوں اور پچھلوں کے۔ اور علیؓ کو گالی نہ دو کہ جس نے علیؓ کو گالی دی، اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی، اس نے اللہ کو گالی دی۔ جس نے اللہ کو گالی دی، اللہ اسے سزا دے گا۔

ابو بکرؓ و عمرؓ خلفاءِ راشدین میں سے تھے

(۲) عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ: قَالَ فَتًى مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ لِعَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ حِيْنَ انْصَرَفَ مِنْ صِفِّيْنَ: سَمِعْتُكَ تَخْطُبُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! فِي الْجُمُعَةِ تَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ! اَصْلِحْنَا بِمَا اَصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ الرَّاشِدِيْنَ، فَمَنْ هُمْ؟ فَاغْرَوْرَقَتْ عَيْنَاهُ ثُمَّ قَالَ: اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ اِمَامَا الْهُدٰى وَ شَيْخَا الْاِسْلَامِ وَ الْمُهْتَدٰى بِهِمَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مَنْ اتَّبَعَهُمَا هُدٰى اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ، وَ مَنِ اقْتَدٰى بِهِمَا يُرْشَدُ، وَ مَنْ تَمَسَّكَ بِهِمَا فَهُوَ مِنْ حِزْبِ اللّٰهِ، وَ حِزْبُ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [1]

ترجمہ: علی بن حسینؓ کی روایت ہے کہ بنی ہاشم کے ایک لڑکے نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے پوچھا جب آپؓ جنگ صفین سے

[1] اللالکائی و ابو طالب العشاری فی فضائل الصدیق و نصر فی الحجة

واپس لوٹ رہے تھے: اے امیر المؤمنین! میں نے جمعہ کے دن آپ کو خطبہ دیتے سنا اور آپ فرما رہے تھے: یا اللہ! ہماری اس طرح سے اصلاح فرما، جس طرح تو نے خلفائے راشدینؓ کی اصلاح فرمائی ہے۔ ذرا یہ تو بتا دیجیے کہ خلفائے راشدین کون لوگ ہیں؟ حضرت علیؓ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبانے لگیں، پھر گویا ہوئے: وہ ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔ جو کہ آئمہ ہدیٰ، شیوخ الاسلام اور رسول اللہ ﷺ کے بعد مہتدیٰ بہما ہیں۔ جو بھی ان کی اتباع کرے گا، اسے سیدھی راہ کی ہدایت مل جائے گی۔ جو ان کی اقتداء کرے گا، وہ رشد تک پہنچ جائے گا۔ جو شخص ان کا تمسک (سہارا) کرے گا، وہ حزب اللہ میں سے ہو گا، جب کہ حزب اللہ (اللہ کا لشکر) ہی فلاح پانے والا ہے۔

خلفاء ثلاثہؓ کی فضیلت حضرت علیؓ اور حسینؓ کی روایت

حضرت علی المرتضیٰؓ کا خطبہ

(۳) وَعَنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سبطِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا قَدِمَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامَ الْبَصرةَ قَامَ اِلَيْهِ اِبْنُ الْكَوَّاءِ وَقَيْسُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَا لَهُ اَلَا تُخْبِرُنَا عَنْ مَسِيْرِكَ هٰذَا لَنَا اَسِرْتَ فِيْهِ تَتَوَلّٰى عَلَى الْاُمَّةِ تَضْرِبُ

بَعْضُهُمْ بِبَعْضًا عَهْدٌ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ اَوْ
عَهِدَ اِلَيْکَ فَحَدِّثْنَا فَاَنْتَ الْمُوَثَّقُ الْمَامُوْنُ مَا سَمِعْتَ فَقَالَ
اَمَّا اَنْ يَكُوْنَ عِنْدِى عَهْدٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ
فَلَا وَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُ اَوَّلَ مَنْ صَدَّقَ بِهٖ فَلَا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ كَذَبَ
عَلَيْهِ وَلَوْ كَانَ عَهْدٌ مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ عَهْدٌ
فِيْ ذَالِکَ مَا تَرَكْتُ اَخَاتِيْم بنِ مُرَّةَ وَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ
يَقُوْمَانِ عَلٰى مِنْبَرِهٖ وَلَقَاتَلْتُهُمَا بِيَدِىْ وَلٰكِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ لَمْ يُقْتَلْ قَتْلًا وَلَمْ يَمُتْ فُجَاءَةً فِيْ مَرَضِهٖ
اَيَّامًا وَ لَيَالِىَ يَأْتِيْهِ الْمُؤَذِّنُ فَيُؤْذِنُهٗ لِلصَّلٰوةِ فَيَأْمُرُ اَبَابَكْرٍ
فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ وَيَرٰى مَكَانِىْ وَلَقَدْ اَرَادَتْ امْرَاءَةٌ مِّنْ نِّسَائِهٖ
اَنْ يَّصْرِفَهٗ عَنْ اَبِىْ بَكْرٍ فَاَبٰى وَ غَضِبَ وَ قَالَ اَنْتُنَّ صَوَاحِبُ
يُوْسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُرُوْا اَبَابَكْرٍ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فَلَمَّا قَبَضَ اللّٰهُ
نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ نَظَرْنَا فِيْ اُمُوْرِنَا فَاخْتَرْنَا لِدُنْيَانَا
كَانَ مِنْ رَضِيَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمَ لِدِيْنِنَا وَ كَانَتِ
الصَّلٰوةُ اَصْلُ الْاِسْلَامِ وَ هِىَ اَمِيْرُ الدِّيْنِ وَ قِوَامُ الدِّيْنِ فَبَايَعْنَا
بِاَبِىْ بَكْرٍ وَ كَانَ لِذَالِکَ اَهْلًا لَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنَّا اِثْنَانِ وَلَمْ
يَشْهَدْ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ وَلَمْ نَقْطَعْ مِنْهُ بَرَاءَةً فَاَدَّيْتُ اِلٰى اَبِىْ
بَكْرٍ حَقَّهٗ وَ عَرَفْتُ طَاعَتَهٗ وَ غَزَوْتُ مَعَهٗ فِيْ جُيُوْشِهٖ وَ كُنْتُ
اٰخُذُ اِذَا اَعْطَانِىْ وَ اَغْزُوْا اِذَا اَغْزَانِىْ فَاَضْرِبُ بَيْنَ يَدَيْهِ

الْحُدُوْدَ بِسَوْطِیْ فَلَمَّا قُبِضَ وَلَاهَا عُمَرَ فَاَخَذَ بِسُنَّةِ صَاحِبِهٖ وَ مَا يَعْرِفُ عَنْ اَمْرِهٖ فَبَايَعْنَا عُمَرَ وَلَمْ يَخْتَلِفْ عَلَيْهِ مِنَّا اِثْنَانِ وَلَمْ يَشْهَدْ عَلَيْهِ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ وَلَمْ نَقْطَعْ مِنْهُ الْبَرَآءَةَ فَاَدَيْتُهٗ اِلٰى عُمَرَ حَقَّهٗ وَعَرَفْتُ طَاعَتَهٗ وَغَزَوْتُ مَعَهٗ فِیْ جُيُوْشِهٖ وَ كُنْتُ اٰخُذُ اِذَا اَعْطَانِیْ وَ اَغْزُوْا اِذَا اَغْزَانِیْ وَاَضْرِبُ بَيْنَ يَدَيْهِ الْحُدُوْدَ بِسَوْطِیْ فَلَمَّا قُبِضَ تَذَكَّرْتُ فِیْ نَفْسِیْ قِرَابَتِیْ وَ سَابِقَتِیْ وَ فَضْلِیْ وَ اَنَا اَظُنُّ اَنْ لَا يَعْدِلَ لِیْ وَلٰكِنْ خَشِيْتُ اَنْ لَا يَعْمَلَ الخلِيْفَةُ بَعْدَهٗ ذَنْبًا اِلَّا لِحَقَّهٗ فِیْ قَبْرِهٖ فَاَخْرَجَ مِنْهَا نَفْسَهٗ وَوَلَدَهٗ وَلَوْ كَانَتْ مَحَاسَبَةً مِنْهُ لَاثَرَبِهَا وَلَدَهٗ فَبَرِیءَ مِنْهَا اِلٰى رَهْطٍ مِّنْ قُرَيْشٍ سِتَّةٍ اَنَا اَحَدُهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعَ الرَّهْطُ تَذَكَّرْتُ فِیْ نَفْسِیْ قِرَابَتِیْ وَ سَابِقَتِیْ وَ فَضْلِیْ وَاَنَا اَظُنُّ اَنْ لَا يَعْدِلُوْا بِیْ فَاَخَذَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ مَوَاثِقَنَا عَلٰى اَنْ نَسْمَعَ وَ نُطِيْعَ لِمَنْ وَلَاهُ اللّٰهُ اَمْرَنَا ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِ ابْنِ عَفَّانَ فَضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰى يَدِهٖ فَنَظَرْتُ اَمْرِیْ فَاِذَا اَطَاعَتِیْ سَبَقَتْ بَيْعَتِیْ وَاِذَا مِيْثَاقِیْ قَدْ اَخَذَ لِغَيْرِیْ فَبَايَعْنَا لِعُثْمَانَ فَاَدَيْتُ لَهٗ حَقَّهٗ وَ عَرَفْتُ طَاعَتَهٗ وَ غَزَوْتُ مَعَهٗ فِیْ جُيُوْشِهٖ وَ كُنْتُ اٰخُذُ اِذَا اَعْطَانِیْ وَ اَغْزُوْا اِذَا اَغْزَانِیْ وَاَضْرِبُ بَيْنَ يَدَيْهِ الْحُدُوْدَ بِسَوْطِیْ فَلَمَّا اُصِيْبُ وَ نَظَرْتُ فِیْ اَمْرِیْ فَاِذَا الْخَلِيْفَتَانِ الَّذَانِ اَخَذَاهَا بِعَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمَا بِالصَّلٰوةِ قَدْ مَضَيَا وَ هٰذَا

اَلَّذِیْ قَدْ اَخَذَ لَهُ الْمِیْثَاقَ قَدْ اُصِیْبَ فَبَایَعَنِیْ اَهْلُ الْحَرَمَیْنِ وَ اَهْلُ هٰذَیْنِ الْمَصرِیْنِ فَوَثَبَ فِیْهَا مَنْ لَیْسَ مِثْلِیْ وَلَا قَرَابَتُهٗ كَقِرَابَتِیْ وَلَا عِلْمُهٗ كَعِلْمِیْ وَلَا سَابِقَتُهٗ كَسَابِقَتِیْ وَ كُنْتُ اَحَقَّ لَهَا مِنْهُ (ابن عساکر)

ترجمہ: اور حسین رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کہتے ہیں کہ جب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بصرہ تشریف لائے، تو ابن کواء اور قیس بن عبادہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آپ سے سوال کیا: کیا آپ ہم کو اس سفر کی روئیداد نہ بتائیں گے کہ جو سفر آپ نے کیا ہے؟ آپ اُمت کے والی ہیں اور بعض بعض سے جنگ کر رہے ہیں۔ کیا کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں عہد ہے یا اگر کوئی عہد آپ سے کیا ہوا ہو تو آپ ہمیں بتائیں؟ آپ پر اعتبار کیا جائے گا اور آپ محفوظ ہیں۔ بتائیں آپ نے کیا سنا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

اگر یہ بات ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عہد کیا ہو تو یہ بات بالکل نہیں ہے۔ خدا کی قسم! میں نے ہی سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تھی اور اب میں ہی سب سے پہلے آپ پر جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اور اگر اس معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عہد ہوتا تو میں تیم بن مرۃ کے بھائی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کبھی آزاد نہ چھوڑتا کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے ہوں اور میں ان سے

اپنے ہاتھ سے لڑائی کرتا۔ لیکن رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نہ تو قتل ہوئے اور نہ آپ کی موت ناگہانی طور پر ہوئی۔

آپ اپنی بیماری میں کئی دن اور کئی راتیں رہے۔ آپ کے پاس موذن آتا اور آپ کو نماز کی اطلاع دیتا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ابو بکرؓ کو حکم دیتے تو وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے، حالانکہ میں بھی اپنے تعلق کے باوجود ہوتا اور آپ کی بیویوں میں سے ایک عورت نے آپؐ کو ابو بکرؓ سے پھیرنے کا ارادہ بھی کیا۔ تو آپ نے انکار کیا اور ناراض ہوئے اور فرمایا: تم یوسف علیہ السلام کو ورغلانے والی عورتوں جیسی ہو۔ ابو بکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دنیا سے اٹھالیا تو ہم نے اپنے امور میں غور کیا تو ہم نے اپنی دنیا کے لئے اسی کو پسند کرلیا۔ جس کو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمارے دِین کے لئے پسند کیا تھا اور نماز تو اِسلام کی جڑ تھی۔ اور یہی دِین کو قائم رکھنے والی ہے۔ تو ہم نے ابو بکرؓ کی بیعت کرلی اور وہ اس کے لائق بھی تھے۔ ان پر ہم سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہ کیا۔ اور نہ ہمارے بعض نے بعض پر شہادت دی اور ہم نے ان سے بیزار ہو کر ان کی بیعت بھی نہ توڑی۔ تو میں ابو بکرؓ کو ان کا حق دیتا رہا اور ان کی اطاعت کو سمجھتا رہا۔ اور ان کے ساتھ شامل ہو کر ان کے لشکروں میں جنگیں لڑیں

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

اور جب وہ مجھے دیتے تھے تو میں لیتا تھا۔ اور مجھے جہاد پر بھیجتے تو میں جاتا۔ میں اپنے کوڑے کے ساتھ ان کے سامنے حدیں لگاتا رہا۔

پھر جب آپ کی وفات ہوئی تو خلافت کے والی عمرؓ کو بنایا۔ انہوں نے اپنے ساتھی کا راستہ اختیار کیا۔ اور جو کچھ وہ اپنے معاملہ میں بہتر سمجھتے تھے، اختیار کرتے۔ تو ہم نے عمرؓ کی بیعت کی اور ان کے متعلق ہم میں سے دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہ کیا۔ اور بعض نے بعض پر شہادت دی۔ اور نہ بیزار ہو کر ہم نے ان کی بیعت توڑی۔ تو میں نے عمرؓ کو ان کے حق ادا کئے اور ان کی اطاعت کو سمجھا اور ان کے لشکروں میں شامل ہو کر جنگیں لڑیں۔ اور جب وہ مجھے دیتے میں لے لیتا اور جب مجھے جنگ پر بھیجتے تو میں جاتا۔ اور میں ان کے سامنے کوڑے کے ساتھ حدیں قائم کرتا رہا۔

پھر جب وہ فوت ہو گئے تو میرے دل میں اپنی قرابت اور اپنا پہلے ایمان لانا اور فضیلت کا خیال آیا اور میں سمجھتا تھا کہ میرے مقابل کوئی نہ ہو گا۔ لیکن میں ڈرتا تھا کہ خلیفہ جو بھی کام اس دنیا میں اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا، وہ بھی اس کی قبر میں اس کو ملے گا۔ تو عمرؓ نے اس سے اپنے نفس کو اور اپنی اولاد کو بالکل نکال دیا۔ اور اگر یہ کوئی پیاری چیز ہوتی تو وہ خلافت اپنی اولاد کو دے جاتے۔ تو وہ اس سے بری ہو گئے۔ اور قریش کے چھ آدمیوں کی جماعت پر یہ معاملہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

چھوڑ دیا۔ ایک ان میں سے میں بھی تھا۔

پھر جب یہ جماعت اکھٹی ہوئی تو میرے دل میں اپنی قرابت اور سابقت اور اپنی فضیلت کا خیال آیا اور میرا خیال یہ تھا کہ وہ میرے برابر کسی کو نہ کریں گے۔ عبدالرحمٰنؓ نے جس سے ہمارا عہد تھا کہ ہم اس کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے، جسے اللہ تعالیٰ ہمارے معاملہ کا والی بنادے گا۔ پھر اس نے عثمانؓ بن عفان کا ہاتھ پکڑا اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

تو میں نے اپنے معاملہ پر غور کیا تو میری اطاعت میری بیعت سے بھی سبقت کر گئی اور میرا عہد دوسرے آدمی تک پہنچ گیا۔ تو ہم نے عثمانؓ کی بیعت کرلی۔ تو میں نے اس کا حق ادا کیا اور اس کی اطاعت اپنے اوپر لازم سمجھی اور اس کے لشکروں میں شامل ہو کر جنگیں لڑیں اور میں جب وہ مجھے دیتے تھے تو لے لیتا تھا اور جب مجھے جنگ پر بھیجتے تو جنگ کرتا۔ اور ان کے سامنے میں اپنے کوڑے سے حدیں قائم کرتا رہا۔

پھر جب وہ فوت ہوئے تو میں نے اپنے معاملہ پر غور کیا تو وہ ۲ خلیفے جن کے متعلق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نماز کا عہد کیا تھا، وہ بھی فوت ہو گئے اور وہ خلیفہ بھی جس کے متعلق عہد لیا تھا، فوت ہو گیا تو حرمین والوں نے میری بیعت کرلی اور ان دو شہروں والوں نے بھی۔ (تاریخ ابن عساکرؒ)

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

باب...8

بیعت خلافت

بیعت خلافت یزید کا مسئلہ

مولانا محمد نافع صاحب لکھتے ہیں: استخلاف یزید کے متعلق مختلف النوع روایات پائی جاتی ہیں۔۔۔ مختصر یہ ہے کہ مسئلہ بیعت یزید میں اگرچہ بعض حضرات نے اختلاف رائے کیا تھا لیکن بعد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور (حضرت علیؓ المرتضیٰ کے لڑکے) محمد بن حنفیہؒ وغیرہ نے بیعت ہذا تسلیم کر لی تھی۔ اور سیدنا حسینؓ بن علیؓ المرتضیٰ اور عبداللہ زبیرؓ اپنے نظریاتی اختلاف پر قائم رہے لیکن اس دور کے باقی اکابر صحابہ کرامؓ اور تابعین اور دیگر لوگوں نے عموماً مسئلہ بیعت کو تسلیم کر لیا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اس موقع پر کوئی تشدد اور ظلم و زیادتی نہیں کی بلکہ مسئلہ ہذا کو بہتر طریق سے انجام دیا۔ اس چیز کی تائید میں ہم حضرت امیر معاویہؓ کے مخالفین شیعہ حضرات کا بیان پیش کرتے ہیں جس میں صاف طور پر مذکور ہے کہ

”ولم یکرھھم علی البیعة“[1]

---

[1] تاریخ یعقوبی ص ۲۲۹ ج ۲ تحت وفات الحسن بن علی طبع بیروت

یعنی حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں کو بیعت یزید پر مجبور نہیں کیا۔
اور جبراً اکراہ سے کام نہیں لیا۔

حضرت حسینؓ کی نسبت، یزید کو وصیت

مؤرخین نے حضرت امیر معاویہؓ کی ایک وصیت سیدنا حسینؓ کے متعلق ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ فرمایا:

(۱) ان له رحما ماسة و حقا عظیما و قرابة من محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و لا اظن اهل العراق تارکیه حتی یخرجوه فان قدرت علیه فاصفح عنه فانی لو انی صاحبه عفوت عنه[1]

یعنی حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ حسینؓ کے لیے بہت قرابت قریبہ ہے اور حق عظیم ہے اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی رشتہ داری ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اہل عراق ان کو اپنی حالت پر نہیں چھوڑیں گے۔ حتیٰ کہ ان کو مخالفت پر آمادہ کریں گے۔ پس اگر تو ان پر قدرت پائے تو ان سے رعایت کرنا۔ اگر میرے سامنے یہ معاملہ آئے تو میں ان سے درگزر کروں گا۔

(۲) ثم ان معاویه رضی اللہ عنہ لما حضرته الوفاة دعا ابنه یزید

[1] تاریخ طبری ج ۶ ص ۸۰ تحت ذکر ما کان فیہ من الاحواث سنہ ۶۰ھ طبع مصر کتاب انساب الاشراف (بلاذری) ص ۱۲۳ ج ۴ تحت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ج ۸ ص ۱۱۵ تحت سنہ ۶۰ھ طبع اول مصر

فاوصاہ بما اوصاہ بہ وقال لہ انظر حسین بن علی یعنی ابن فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ فانہ احب الناس الی الناس فصل رحمہ وارفق بہ یصلح لک امرہ[1]

اور بعض روایات میں اس طرح ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنی وفات سے قبل بلایا اور اس کو جو وصیت کرنی تھی وہ وصیت کی۔ ان وصایا میں یہ بات خاص طور پر فرمائی کہ حضرت حسین بن علیؓ یعنی حسین بن فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کا احترام ملحوظ رکھنا۔ تحقیق وہ لوگوں کی نظروں زیادہ پسندیدہ ہیں۔ پس ان سے صلہ رحمی کرنا اور ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا، تو تیرے لیے معاملہ اپنی جگہ پر درست رہے گا۔

(۳) شیعہ مؤرخین نے بھی یہ وصیت اسی طرح لکھی ہے، چناں چہ اس سلسلے کے مؤرخین میں قدیم مؤرخ دینوری لکھتے ہیں:

فاما الحسین بن علی رضی اللہ عنہ فاحسب اہل العراق غیر تارکیہ حتی یخرجوہ، فان فعل، فظفرت بہ، فاصفح عنہ،[2]

مطلب یہ ہے کہ یزید کو حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ میرا

---

[1] کتاب تلخیص ابن عساکر (ابن بدران) ص ۳۲۷ ج ۴۔ ذکر قصہ واقعہ الحسین وفضلہ تاریخ سیرت امیر معاویہؓ ص ۳۸۳۔ مؤلفہ مولانا محمد نافع۔ مطبوعہ دار الکتاب اردو بازار لاہور

[2] بحار الانوار (ملا باقر مجلسی) ص ۲۳۸ طبع قدیم تحت ماجری علیہ بعد بیعت الناس یزید

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

گمان ہے کہ اہل عراق جناب حسینؓ کو نہیں چھوڑیں گے حتیٰ کہ وہ ان کو مخالفت پر آمادہ کریں گے۔ اور اگر ان سے یہ بات صادر ہو تو ان پر غلبہ حاصل کرے تو ان سے درگزر کرنا۔

(۴) اور شیعہ کے مؤرخ ابن طقطقی اس طرح لکھتے ہیں:

فان خرج (الحسین رضی اللہ عنہ) و ظفرت به فاصفح عنه فان له رحما ماسة و حقا عظیما و قرابة من محمد صلوات اللہ علیه و سلامه[1]

یعنی (حضرت امیر معایہؓ نے اپنے بیٹے یزید سے کہا) اگر جناب حسینؓ مخالفت پر آمادہ ہو جائیں اور تم ان پر کامیابی پاؤ تو ان سے اعراض کرنا۔ تحقیق جناب حسینؓ کے لیے قرابت قریبہ ہے اور حق عظیم ہے اور جناب نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی رشتہ داری ہے۔[2]

(۴) شیعہ مؤرخ باقر مجلسی نے بھی اسی مسئلہ کو شیخ قدوس ابن بابویہ قمی شیعی سے معتبر سند کے ساتھ اس وصیت کو روایت کیا ہے۔[1]

ولی عہدی

امام قوم کا بہی خواہ، مخلص ہمدرد اور محافظ ہوتا ہے جو زندگی کی

---

[1] تاریخ الفخری (محمد بن علی بن طباطبا المعروف بابن طقطقی ص ۱۰۳ تحت حالات معاویہ

[2] جلاء العیون فارسی از ملا باقر مجلسی شیعی ص ۳۸۸ تحت فصل از دوازدہم

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حالت میں قوم کے مصالح پیش نظر رکھتا ہے اور سوچ سمجھ کر آنے والے حالات کا ایسا انتظام کر جاتا ہے جو اس کی وفات کے بعد ملک و قوم میں انتشار اور ابتری نہ پیدا ہونے دے چناں چہ وہ اپنی زندگی ہی میں کسی ایسے شخص کو ولی عہد نامزد کر جاتا ہے جو اس کا صحیح جانشین ہونے کی اہلیت رکھتا ہو اور وہی فرائض انجام دے سکتا ہو جو آج تک امام دیتا چلا آ رہا ہے۔ اور قوم کو بھی اس پر اس طرح اعتماد ہو جس طرح موجودہ امام پر تھا۔

الغرض امام کا اپنی زندگی میں کسی کو اپنا جانشین مقرر کرنا ولی عہدی ہے اور نامزد شخص کو ولی عہد کہا جاتا ہے۔[1]

حضرت امام حسینؓ کی عظمت، حضرت امیر معاویہؓ کی نظر میں

(۱) شیعہ مؤرخ ملا باقر مجلسی جلاء العیون میں لکھتے ہیں:

حضرت امیر معاویہؓ نے بوقت رحلت یزید کو آخری وصیت کرتے ہوتے کہا:

امام حسین پس نسبت و قرآبت او بحضرت رسالت میدانی داد پارہ تن آنحضرت ست و از گوشت و خون آنحضرت پروردہ است و من میدانم کہ اہل عراق اور را بسوئے خود خواہند بر دو یاری او نخواہند کرد اور تنہا خواہند گزاشت اگر براو ظفر یابی: حقوق حرمت اور

[1] جلاء العیون فارسی ص ۴۲۱، ۴۲۲۔ از ملّا باقر مجلسی ایرانی

ابشناس و منزل و قرابت او را با حضرت رسالت بیاد دار داو را بکردہ ہائے او مواخذہ مکن و روابطے کہ من درین مدت با او محکم کردہ ام قطع ممکن و زنہار کہ باد آسیبے و مکروہے مرسان۔[1]

ترجمہ: لیکن امام حسینؓ پس ان کی نسبت و قرابت جناب رسالت سے تجھے معلوم ہے وہ آنحضرت ﷺ کے بدن کے ٹکڑے ہیں، انہیں کے گوشت و خون سے انہوں نے پرورش پائی ہے، مجھے علم ہے کہ عراق والے ان کو اپنی طرف بلائیں گے اور ان کی مدد نہ کریں گے۔ تنہا چھوڑ دیں گے اگر تو ان پر کامیابی پائے تو ان کے حقوق عزت کو پہنچانا۔ ان کا مرتبہ اور قرابت جو رسول ﷺ سے ہے اس کو یاد رکھنا ان کے افعال کا ان سے مواخذہ نہ کرنا اس مدت میں جو روابط کہ میں نے ان سے مضبوط کئے ہیں ان کو نہ توڑنا اور خبردار ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ دینا۔[1]

(۲) شیعہ مؤرخ صاحب ناسخ التواریخ لکھتے ہیں کہ:

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو وصیت میں یہ بھی لکھا ہے:

ای پسر ہوس باز آرد خویشتن را نیک واپائے کہ چوں در حق حاضر شوی، خون حسین بن علی در گردن نداشتہ باشی کہ ہیچگاہ روئی

[1] جلاءالعیون فارسی ص ۴۲۱، ۴۲۲۔ از ملّا باقر مجلسی ایرانی

آسائش دیدنہ کنی و مؤید و مخلد فرسائش عقاب و عذاب بینی۔[1]

اے بیٹا! ہوس نہ کرنا اور خبر دار! جب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو تو تیری گردن میں حسینؓ بن علیؓ کا خون نہ ہو۔ ورنہ کبھی آسائش نہ دیکھے گا اور ہمیشہ عذاب میں مبتلا رہے گا۔

(۳) شیعہ مؤرخ صاحب ناسخ التواریخ مدینہ لکھتے ہیں:

و مقرر داشت کہ ہر سال ہزار ہزار درہم از بیت المال بہ حضرت اوبرند و بیرون ایں مبلغ ہموا اخد متش را بہ عروض و جوائز متکاثرہ متواتر میداشت۔[1]

ترجمہ: اور معاویہؓ کا معمول تھا کہ ہر سال ہزار ہزار درہم بیت المال سے امام (حسینؓ) کی خدمت میں بھیجتے، اس کے علاوہ بیش بہا تحفے تحائف بھی بکثرت روانہ کرتے تھے۔[1]

سیدنا معاویہؓ کی یزید کو حضرت حسینؓ کے احترام کی وصیت

• علامہ ابن کثیرؒ وصیت کے متن میں لکھتے ہیں:

انظر حسین بن علی بن فاطمہ بنت رسول اللہ۔۔۔

فَانَّهُ أَحَبُّ النَّاسِ اِلَی، فَصِلْ رَحِمَهُ، وَ ارْفُقْ بِهٖ يَصْلُحْ لَکَ أَمْرُهُ فَاِنْ يَكُنْ مِنْهُ شَیْءٌ فَاِنِّي أَرْجُوانْ يَكْفِيكَهُ اللهُ بِمَنْ قَتَلَ

[1] ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۱۱۱

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اباہ و خذل أخاہ[1]

حسینؓ بن علیؓ کا خیال رکھنا وہ سرور کائنات آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی سیدنا فاطمۃ الزہراءؓ کے بیٹے ہیں۔......

اور وہ لوگوں کو بہت محبوب ہیں۔ پس ان سے صلہ رحمی اور نرمی کرنا ان کا معاملہ تمہارے لیے درست ثابت ہو جائے گا۔......

اور اگر ان سے کوئی بات سرزد ہوئی ...... تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ میں تجھے ان لوگوں سے (کافی ہو گا) کفایت کرے گا جنہوں نے ان کے باپ کو قتل کیا تھا...... اور ان کے بھائی کو بے یارو مددگار چھوڑ دیا تھا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

خلافتِ یزید

حافظ ابنِ کثیر محدث لکھتے ہیں:

و لما اخذت البیعۃ یزید فی حیاۃ معاویۃ کان الحسین ممن امتنع من مبایعتہ ھو و ابن الزبیر و عبدالرحمٰن بن ابو بکر و ابن عمر و ابن عباس ثم مات ابن ابی بکر وھو مصم علیٰ

[1] تاریخ کامل ابن کثیر ج ص ۱۱۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر ص ۱۷۵ ج ۸۔ اعلام النبلاء ص ۱۹۸ ج ۳۔ تاریخ ابن عساکر لابن منظور ج ۸ ص ۱۳۸۔ بحار الانوار علامہ باقر مجلسی الشیعی ص ۳۳۸۔ جلاء العیون باقر مجلسی الشیعی ص ۳۸۸

ذالک فلما مات معاویۃ سنۃ ستین و بویع لیزید۔ بایع ابن عمر و ابن عباس و صمم علی ذلک الحسین و ابن الزبیر و خرج من المدینۃ فارینی الیٰ مکۃ فاقاماھا .... الخ[1]

جب حضرت معاویہؓ کی زندگی میں یزید کی بیعت لی گئی تو

(۱) حضرت حسینؓ (۲) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (۳) حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ (۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیعت نہیں کی اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اسی عدم بیعت پر برقرار رہنے کی حالت میں وفات پا گئے۔ پھر جب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کی وفات اور یزید کی بیعت لی گئی تو عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بیعت کر لی اور حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ مخالفت پر قائم رہے اور مدینہ سے مکہ چلے گئے اور دونوں وہاں مقیم رہے۔

(۲) علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

۵۶ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے ایک تحریر نکالی اور لوگوں کے سامنے پڑھی۔ اس میں یزید کے جانشین کرنے کا یہ مضمون تھا:

”اگر معاویہؓ کی موت واقع ہو تو یزید ولی عہد ہو گا یہ سن کر پانچ شخصوں کے سوا سب لوگ یزید کی بیعت پر تیار ہو گئے۔

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۱

(۱) حضرت حسینؓ بن علی (۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ
(۳)حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (۴)عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ
(۵)عبداللہ بن عباسؓ نے بیعت نہیں کی۔[1]

حضرت امیر معاویہؓ کی حضرت حسینؓ سے مشاورت

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں: حضرت امیر معاویہؓ نے مدینہ آکر حضرت حسینؓ بن علیؓ کو بلایا اور کہا:

اے فرزند برادر! قریش میں سے پانچ شخصوں کے سوا جن میں سے ایک آدمی آپ ہیں اور سب لوگ بیعت کرنے پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

حضرت حسینؓ نے فرمایا: ان لوگوں کو بلاؤ اگر وہ بیعت کر لیں تو میں بھی ان کے ساتھ ہوں ورنہ میرے بارے میں کسی امر کی تعجیل نہ کرو۔

حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا: کیا تم ایسا کرو گے؟

حضرت حسینؓ نے فرمایا: جی ہاں!

یہ سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے ان سے وعدہ لیا کہ کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کریں۔

حضرت حسینؓ بن علیؓ نے پہلے تو انکار کیا آخر قبول کر لیا۔[1]

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۱۶

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ولی عہد مقرر کرنے کی حکمت

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلایا اور ان کے ساتھ بہت نرمی کی باتیں کیں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا:

انی خفت ان ذر الرعیة بعدی کالغنم المطیرہ لیس لھا راعٍ۔ (البدایہ والنہایہ ج۸ ص۸)

میں نہیں چاہتا کہ امت محمد ﷺ کو اپنے بعد بکریوں کے ایسے پراگندہ گلے کی طرح چھوڑ جاؤں جس کا کوئی رکھوالا نہ ہو۔[1]

قریش میں پانچ شخصوں کے سوا جن میں ایک آپ ہیں، سب لوگ اس امر پر آمادہ ہیں۔ آخر مخالفت کرنے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

عبداللہ بن عمرؓ کی تجویز

حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: ایسی بات کیوں نہ کروں جس میں کچھ برا بھی نہیں، خون ریزی بھی نہ ہو آپ کا کام بھی ہو جائے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا: میں ایسا ہی چاہتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: آپ اپنی کرسی باہر نکالیں۔ میں یہ کہہ کر آپ سے اس بات پر بیعت کرلوں گا کہ آپ کے بعد

---

[1] البدایہ والنہایہ ج۸ ص۸

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

جس بات پر قوم اتفاق کرے گی میں بھی اتفاق میں داخل ہو جاؤں گا۔ و اللہ! تمہارے بعد اگر کسی حبشی غلام پر بھی قوم کا اجماع ہو جائے گا تو میں بھی اس اجماع میں داخل ہو جاؤں گا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا: کیا تم ایسا کرو گے؟

حضرت ابنِ عمرؓ نے فرمایا: جی ہاں!

ابنِ عمرؓ یہ کہہ کر گھر تشریف لے گئے۔ (طبری ج ۴ ص ۱۱۷)

حضرت امیر معاویہؓ کی یزید کے بارے دعا

• حافظ ذہبیؒ اور حافظ علامہ ابنِ کثیرؒ محدث نے لکھا ہے:

وقال ابوبکر بن ابی مریم عن عطیه بن قیس خطب معاویه رضی اللہ عنہ فقال: اللهم ان کنت انما عهدت یزید لما رأیت من فضله فبلغة ما املت و اعنه و ان کنت انما حملنی حب الوالد لولده لیس باهل فاقبضه قبل ان یبلغ ذالک۔[1]

یعنی: حضرت امیر معاویہؓ نے دعا کرتے ہوئے خطبہ میں فرمایا:

اے اللہ! میں نے یزید کو اس کی اہلیت کی بنا پر ولی عہد بنایا ہے اس کے متعلق مجھے جو امید ہے اس تک پہنچا دے اور اس کی اعانت فرما۔ اور اگر میں نے محبت پدری کی بنا پر (ولی عہد) بنایا ہے اور وہ اس کا اہل نہیں ہے۔ تو اس مقصد تک پہنچنے سے پہلے اس کی روح

[1] تاریخ اسلام ذہبی ج ۲ ص ۲۶۷ تحت بیعت یزید

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

قبض کر لے۔

فائدہ: اس دعا سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ نے کسی خود غرضی اور مفاد پرستی کی بنا پر یہ اقدام نہیں کیا تھا بلکہ وہ اپنی رائے میں مخلص اور دیانت دار تھے اس بنا پر وہ مجمع عام میں اس قسم کی دعا کر رہے ہیں۔

• شیعہ مؤرخ تاریخ یعقوبی میں لکھتے ہیں:

ولم یکرھم علی البیعۃ۔ یعنی حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں کو بیعت یزید پر مجبور نہیں کیا اور جبراً اکراہ سے کام نہیں لیا۔[1]

حل اشکال

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین لکھتے ہیں:

• اگرچہ صحابہ کرامؓ کو چھوڑ کر یزید کو خلیفہ بنانے کا پہلو بظاہر سخت قابل اعتراض ہے۔ لیکن ایک دوسرا پہلو ایسا ہے جس کے پیش نظر حضرت معاویہؓ کی پوزیشن مجروح نہیں ہوتی۔ اور وہ یہ ہے کہ سابقہ جنگ جمل اور جنگِ صفین کی لڑائیاں ان کے اور دیگر صحابہ کرامؓ کے سامنے تھیں جن میں ہزارہا مسلمان شہید ہوئے شام بنو امیہ کا مضبوط مرکز تھا اور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت علی المرتضیٰؓ جیسے جنتی خلیفہ راشد کے سامنے بھی سر تسلیم خم نہیں کیا تھا۔

---

[1] تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۲۹ تحت وفات الحسن بن علی طبع بیروت

خادم اہلسنّت عبدالوحید حنفی

• ان حالات میں اگر حضرت معاویہ کسی جلیل القدر صحابی کو اپنا ولی عہد مقرر کرتے یا انتخاب خلیفہ کے لیے شوریٰ کا تقرر کرتے تو اتفاق بہت مشکل تھا۔

• شامی مرکز کی طرف سے پھر اس کی شدید مزاحمت کا خطرہ تھا اس لئے آپ نے اپنے اجتہاد میں اهون البلیتین پر عمل کیا۔ یعنی دو متوقع مصیبتوں میں سے کمزور مصیبت کو اختیار کیا۔

• اگر یزید کو ولی عہد مقرر نہ کیا جاتا تو عموماً بنو امیہ کی طرف سے شدید مخالفت ہوتی جس کے نتیجہ میں بہ نسبت جمل و صفین کے زیادہ خون ریزی کا خطرہ تھا۔

• تو امت مسلمہ کو مزید تفرقہ و انتشار اور جنگ و قتال سے بچانے کے لیے حضرت معاویہؓ نے دیانت داری سے یہی راستہ اختیار کیا۔

• ہم اہل سنت و الجماعت حضرت معاویہؓ کے خلوص نیت میں شبہ نہیں کر سکتے زیادہ سے زیادہ اس کو اجتہادی غلطی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔[1]

شہید کربلاؓ حضرت امام حسینؓ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ سابق مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں: یوں تو دنیا کی تاریخ کا ہر ورق انسان کے لیے عبرتوں کا مرقع ہے۔

[1] خارجی فتنہ ح ۲ بحث فسق یزید مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین۔ ص ۱۷۶

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سیدنا و سید شباب اہل الجنۃ حضرت حسین ابن علیؓ کا واقعہ شہادت نہ صرف اسلامی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے بلکہ پوری دنیا کی تاریخ میں بھی اس کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔

اس میں ایک طرف ظلم و جور اور سنگ دلی اور بیچائی و محسن کشی کے ایسے ہولناک اور حیرت انگیز واقعات ہیں کہ انسان کو ان کا تصور بھی دشوار ہے دوسری طرف آلِ اطہار رسول اللہ ﷺ کے چشم و چراغ اور ان کے سترّ بہترّ متعلقین کی چھوٹی سی جماعت کا باطل کے مقابلہ پر جہاد اور اس پر ثابت قدمی اور قربانی اور جان نثاری کے ایسے محیر القول واقعات ہیں جن کی نظیر تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔ اور ان دونوں میں آنے والی نسلوں کے لیے ہزاروں عبرتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

یہ ایک دریائے خون ہے جس میں داخل ہونا آسان نہیں۔ ان واقعات کے لکھنے اور دیکھنے سننے کے لیے بھی جگر تھام کر بیٹھنا پڑتا ہے۔

خلافت اسلامیہ پر ایک حادثہ عظیمہ

حضرت ذی النورین عثمان غنیؓ کی شہادت سے فتنوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس میں منافقین کی سازشیں، بھولے بھالے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

واقعات پیش آتے ہیں۔

مسلمانوں کے آپس میں تلوار چلتی ہے۔ مسلمان بھی وہ جو خیر الخلائق بعد الانبیاء کہلانے کے مستحق ہیں۔[1]

وفات سے پہلے حضرت معاویہؓ نے یزید کو کچھ وصیتیں فرمائیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ میرا اندازہ یہ ہے کہ اہل عراق حسینؓ کو تمہارے مقابلہ پر آمادہ کر دیں گے۔ اگر ایسا ہو اور مقابلے میں تم کامیاب ہو جاؤ تو ان سے درگذر کرنا اور ان کی قرابت رسول ﷺ کا پورا احترام کرنا ان کا سب مسلمانوں پر بڑا حق ہے۔ (تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۱)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کیا باپ کا جانشین بیٹا ہو سکتا ہے؟

باپ کا اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانا شریعت میں ناجائز نہیں ہے۔

حضرت علیؓ المرتضیٰ کا حضرت حسینؓ کو خلیفہ بنانا

ابن جریر طبری لکھتے ہیں: اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ شریعت میں ناجائز ہوتا تو خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت حسنؓ کو ہرگز خلیفہ نامزد نہ کرتے۔

[1] شہید کربلا مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص ۱۰

تاریخ طبری میں ہے کہ جب حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو آپ نے اپنے بیٹے سیدنا حسنؓ کو اپنی جگہ مصلائے خلافت پر متعین کیا۔

(۲) نیز جب لوگوں نے حضرت حسنؓ کو ان کے بعد خلیفہ بنا لینے کے بارے میں معلوم کیا تو حضرت علیؓ المرتضیٰ نے فرمایا:

میں تمھیں اس کا نہ حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں تم لوگ زیادہ مناسب سمجھتے ہو۔[1]

اہل تشیع کے نزدیک بھی حضرت علیؓ نے بیٹے کو خلیفہ بنایا

شیعہ مجتہد و محقق باقر مجلسی ایرانی لکھتے ہیں کہ:

"وقت وصیت جناب امیرؑ نے تمام فرزندان و اہل بیت اور اپنے مردان کو جمع کیا اور امام حسن کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔[2]

اب ان دونوں روایتوں سے بھی معلوم ہوا کہ اگر بیٹے کو خلیفہ نامزد کرنا شریعت میں منع ہوتا تو ہرگز حضرت علی المرتضیٰؓ اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کو خلیفہ نامزد نہ کرتے۔

اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ بھی ہرگز اپنے بیٹے کو ولی عہد مقرر نہ کرتے اگر شریعت میں یہ ناجائز ہوتا۔ اب جو حضرات

---

[1] تاریخ طبری ج۴ ص ۵۰۲

[2] جلاء العیون ج ۱ ص ۲۶۹، ۳۳۳

امیر معاویہؓ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اپنے بیٹے یزید کو کیوں خلیفہ نامزد کیا۔ دراصل وہ حضرت علی المرتضیٰؓ پر بھی اعتراض کرنے کا راستہ دیتے ہیں کہ انہوں نے حضرت حسنؓ بیٹے کو کیوں نامزد کیا۔ اہل سنت کے نزدیک دونوں کا عمل شریعت کے مطابق ہے اس لیے کہ شریعت میں بیٹے کو نامزد کرنا منع نہیں ہے۔

حضرت معاویہؓ کا انتقال اور ان کا وصیت نامہ

شیعہ مؤرخ راوی ابو مخنف لکھتا ہے: جب حضرت معاویہؓ اپنے مرض کی شدت سے قریب الوفات تھے تو یزید ان کے پاس نہ تھا کیوں کہ وہ شہر حمص کا حاکم تھا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت معاویہؓ نے دوات اور قلم منگا کر اس طرح ایک خط یزید کے نام لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خداوند تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک مقرر وقت کے لیے خلق کیا ہے۔ اگر کسی کو اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہوتا تو اس کے لیے پیغمبر خدا سے زیادہ سزاوار کوئی اور ہستی نہ تھی۔

(۱) بیٹا! تجھے میں ایسی وصیت کرتا ہوں کہ اگر تو اس پر عمل پیرا رہے گا تو ہمیشہ شادماں و مسرور رہے گا۔

(۲) اہل شام کے متعلق میں تجھے سفارش کرتا ہوں کہ ان سے تیرا گہرا تعلق ہے اور ان لوگوں کا تجھ سے ہے۔ ان میں سے جو شخص

تیرے پاس آئے اس کا احترام کر اور جو غیر حاضر ہو جائے اس کی خبر رکھ۔ جہاں تیرے دشمن تجھے تنہا گھیر لیں تو انہیں ان دشمنوں کے مقابلے میں لا کھڑا کر۔ جب تو فتح مند ہو جائے تو ان سب کو اپنی جگہ پر واپس لا۔ مبادا دوسرے ملک و شہر میں رہ کر دوسروں کی روش پر چل نکلیں۔

(۳) اہل حجاز میں سے جو بھی تیرے پاس آئے اس سے نیکی سے پیش آنا۔

(۴) اہل عراق کے حالات و معاملات پر خوب نظر رکھنا۔ اگر وہ یہ چاہیں کہ ہر روز ان کے حاکم کو تو معزول کرے تو اس پر عمل کر لینا۔ کیوں کہ ان کو تیرے خلاف برسرپیکار رہنے سے روکنے کے لیے یہ بہتر طریقہ ہے۔

(۵) بیٹا![1] میں تیرے لیے صرف چار اشخاص کی نسبت ڈرتا ہوں کہ وہ تیری بیعت نہ کریں گے بلکہ تجھ سے جھگڑا کریں گے۔

(الف) عبدالرحمن بن ابی بکرؓ۔ وہ تیرے کسی نفع میں کام آنے والا

[1] میں نے تیرے لیے بہت سے ممالک پر قبضہ کیا ہے اور بہت سے لوگوں کو تیرے لیے کمزور اور ضعیف کر دیا ہے۔ یہ ابو مخنف شیعہ راوی کے بعض الحاقی الفاظ ہیں۔ یہ نہ تو امیر معاویہؓ ایسا کہہ سکتے ہیں نہ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کے لیے ممالک پر قبضہ کیا ہے۔ یہ صریح حضرت امیر معاویہؓ پر بہتان ہے۔ اس لیے وصیت نامہ میں شیعہ راوی کے یہ الفاظ اس کے اپنے ہیں۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

نہیں نہ تیرا مخالف ہو گا۔[1]

(ب) عبداللہ بن عمرؓ۔ قرآن اور مسجد و محراب سے دلچسپی رکھتا ہے۔ دنیا سے اپنے آپ کو الگ کر کے آخرت کی طرف متوجہ ہے۔ میرا گمان نہیں کہ وہ تجھ سے کسی معاملے میں جھگڑا کرے گا۔ لیکن پھر بھی اس کے عزم اور ارادے سے باخبر رہنا۔

(ج) عبداللہ بن زبیرؓ۔[2] جلد ہی وہ شیر کی طرح مقابلے پر کھڑا ہو گا۔ لہٰذا اگر وہ تجھ سے صلح کرے تو صلح کرنا اور جنگ کرے تو جنگ کرنا اور کوئی مشورہ دے تو قبول کرنا۔

(د) حسینؓ بن علیؓ۔ لوگ انہیں اس امر کی دعوت دیں گے کہ وہ تجھ سے جنگ کریں، اگر تم ان پر فتح مند ہو جاؤ تو رسول اللہ ﷺ سے ان کی قرابت کی نسبت کا خیال رکھنا۔ کیوں کہ تجھے معلوم ہونا

---

[1] "وہ دنیا پرست ہے۔ اس کو دنیاوی لالچ سے قابو کرنا اور اس کو اس کی خواہشات پوری کرنے کو چھوڑ دینا۔" اس کی شق الف میں بھی یہ الفاظ الحاقی ہیں اور شیعہ راوی کا پیوند ہے حضرت عبدالرحمنؓ بن ابی بکر پر بھی صریح بہتان ہے کہ وہ دنیا پرست تھے اور حضرت امیر معاویہؓ پر بھی الزام ہے کہ انہوں نے وصیت نامہ میں نعوذباللہ یہ لکھا۔ اس لیے روایت کے بعض الفاظ موضوع ہیں۔

[2] اس شق میں بھی عبداللہ بن زبیرؓ کے بارے میں جو الفاظ لکھے ہیں کہ "وہ لومڑی کی طرح تجھ سے فریب وچالاکی سے پیش آئے گا"، یہ سب ابو مخنف راوی کے الحاقی الفاظ ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے مزاج سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے یہ سب شیعہ راوی کا بہتان ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ پر سراسر الزام ہے وہ ایسا نہیں لکھ سکتے۔ نہ ہی یہ ان کے الفاظ ہو سکتے ہیں۔ راوی نے صرف اپنا بغض سینہ و قلم سے نکالا ہے۔ اس لیے موضوع الفاظ وصیت نامہ کے غلط ہیں جو کتب تاریخ میں درج ہیں۔

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

چاہیے کہ ان کے والد تیرے والد سے بہتر ہیں۔ ان کے جد تیرے جد سے بہتر ہیں اور ان کی والدہ تیری والدہ سے بہتر ہیں۔ ان کے ذہن میں تیری طرف سے وہ تمام خدشات موجود ہیں جو تیرے دل میں ان کی طرف سے ہیں۔ میری یہ وصیت تیرے لیے ہے۔ والسلام

اس کے بعد اس خط کو بند کر کے ضحاک بن قیس فہری رضی اللہ عنہ کو دیا اور ہدایت کی کہ یہ میرے بیٹے یزید کے حوالے کرے۔ اس کے فوراً بعد ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ یہ واقعہ ۱۵ رجب ۶۰ھ کا ہے۔ ان کی موت سے شہر دمشق میں نالہ فغاں بلند ہو گیا۔[1]

وصیت نامہ اصلی ہے یا جعلی

یہ وصیت نامہ شیعہ راوی ابو مخنف نے روایت کیا ہے۔ مقتل ابی مخنف کے نام سے "واقعہ کربلا" پر یہ پہلی "داستان" شیعہ نکتہ نظر سے لکھی گئی ہے۔ اور یہ ابو مخنف، ابو المنذر، ہشام، محمد بن سائب کلبی وغیرہ کے حوالے سے واقعات بیان کرتے ہیں جن کو محدثین نے شیعہ قرار دیا ہے۔[2]

---

1 مقتل ابی مختلف موٴلفہ شیعہ مورخ ابو مخنف ص ۲۵ مترجم سید مبشر الرضا کاظمی۔ ناشر المعراج کمپنی۔ کریم پبلکیشنز سمیع سنٹر غزنی سٹریٹ ۳۸ اردو بازار لاہور

2 المنذر طریقی کوفی خالص شیعہ مسلک رکھتے ہیں۔ (تقریب التہذیب ص ۳۷۶)

امام نسائی اور مسلمہ بن حاکم نے بھی اس کو شیعہ محض ہی لکھا ہے۔[1]

محمد بن سائب الکلبی الکوفی: یہ شیعہ تھے اور بالکل ہی متروک الحدیث تھے۔

مؤرخ ابو مخنف شیعہ نے اس وصیت نامہ کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ اس میں حضرت امیر معاویہؓ کی فراست اور دور اندیشی بھی ظاہر ہوتی ہے اور عبد الرحمن بن ابی بکرؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ کی مخالفت اور ان کی توہین بھی پائی جاتی ہے جس سے صاف نظر آرہا ہے کہ یہ عبارت شیعہ راوی کا اپنا نقطہ نظر ہے حضرت امیر معاویہؓ جیسے عظیم مدبر اور صاحب فراست دور اندیش کے یہ الفاظ نہیں ہو سکتے۔ جو عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ کے بارے میں درج ہیں۔

(۲) شیعہ مؤرخ شیخ طوسی نے اپنی کتاب میں ابی مخنف کی اور کتب کے ساتھ اس کتاب "مقتل" کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

(۳) طبری نے بھی "مقتل ابی مخنف" کی راویات کو بعینہٖ نقل کر دیا ہے۔ لیکن طبری نے تاریخ کے مقدمہ میں یہ لکھ دیا ہے کہ ان خبروں کا صحیح ہونا ضروری نہیں۔ طبری نے جس طرح سے بغیر تحقیق کے واقعات آگے نقل کر دیئے، پھر تاریخ طبری سے ابن اثیر اور ابن

---

[1] میزان الاعتدال ج۲ ص۲۳۹

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

کثیر نے بھی نقل در نقل یہ واقعات اپنی تاریخوں میں درج کر دیے۔[1] لیکن بعض مؤرخین یہ تحقیق نہ کر سکے کہ یہ شیعہ روایتیں کیا عقل اور نقل کے مطابق بھی ہیں؟ اس لیے اہل سنت محققین نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تاریخی واقعات تاریخ طبری کے اندر ہوں یا ابن اثیر یا تاریخ ابن کثیر کے اندر ہوں، جو واقعات شانِ صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کے خلاف ہوں وہ راوی کے اپنے خیالات تو ہو سکتے ہیں لیکن حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

حضرت امیر معاویہؓ سے منسوب جعلی وصیت نامہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ابو مخنف نے یہ وصیت نامہ جو لکھا ہے، اس کے جعلی ہونے کے کئی شواہد موجود ہیں۔ دیکھیے! حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا بھی وصیت نامہ میں ذکر ہے۔ حالانکہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ تاریخی روایات کی روشنی میں سات سال قبل وفات پا چکے تھے۔

(ا) مشہور مؤرخ علامہ ابی قتیبہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

مات فجاءة سنة ثلاث و خمسین بجبل بقرب مكة[2]

---

[1] آپ نے پہلے یہ پڑھ لیا ہے کہ طبری تاریخ میں روایات امام طبری نے تحقیق کی بجائے من و عن جس طرح صادق و کاذب راویوں سے سنیں جمع کر دیں۔ اس طرح ابن اثیر اور ابن کثیر نے ان روایات کی تلخیص تو کی لیکن سب روایات کی تحقیق نہیں کی۔

[2] المعارف ابن قتیبہ ص ۲۶

ترجمہ: سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ۵۳ھ میں مکہ کے قریب ایک پہاڑ پر اچانک انتقال فرماگئے۔

(۲) مستدرک میں امام ابو عبداللہ محمد النیشاپوری کا ارشاد ہے:

مات عبد الرحمن بن ابی بکر فجاءۃ و کنیۃ ابو عبداللہ و مات سنۃ ثلاث و خمسین [1]

ترجمہ: ۵۳ھ میں عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکرؓ فوت ہو گئے۔

مؤرخین کے ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ۵۳ھ یعنی سیدنا امیر معاویہؓ کی وفات سے تقریباً سات سال پہلے انتقال کر گئے تھے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ وصیت نامہ میں جعلی عبارتیں بھی شامل ہیں۔

یہ جو وصیت نامہ ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی کوفی نے لکھا ہے اور کتاب ”مقتل ابی مخنف“ میں درج کیا ہے، اس وصیت نامہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف جو الفاظ تحریر ہیں، یہ من گھڑت اور سفید جھوٹ ہیں۔ وصیت نامہ کی حضرت امیر معاویہؓ کی طرف نسبت کر کے بعض جملوں میں اصحابِ رسولؐ پر سب و شتم کیا گیا ہے جو کہ حضرت امیر معاویہؓ کے مزاج کے مطابق ہرگز صحیح نہیں ہیں۔

---

[1] مستدرک ج۳ ص ۴۷۵

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

باب...9

یزید بن معاویہؓ کا دور حکومت

علامہ طبری لکھتے ہیں:

رجب کی پندرویں یا بائیسویں ۶۰ھ کو حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید سے لوگوں نے بیعت خلافت کی۔[1]

امام حسینؓ اور یزید

☆ یزید کی پیدائش ۲۶ھ مطابق ۶۴۷ء میں ہوئی تھی۔ وہ حضور ﷺ کے وصال کے ۱۵ سال بعد پیدا ہوا۔

☆ حضرت امیر معاویہؓ ۲۲ رجب ۶۰ھ مطابق ۲۹ اپریل ۶۸۰ء بدھ کے دن جب انتقال فرماگئے تو یزید بن معاویہؓ والی ملک ہوا۔

☆ واقعہ کربلا کے وقت یزید کی عمر ۳۳ سال تھی جب کہ امام حسینؓ کی عمر ۵۶ سال تھی۔

☆ حضرت امیر معاویہؓ کی عمر وفات کے وقت ایک روایت کے تحت پچھتّر (۷۵) برس تھی اور بعض روایتوں میں ۷۸، ۸۲ یا ۸۶ سال تھی۔

☆ قریش کی تین اہم شخصیتوں نے یزید کی بیعت نہ کی تھی:

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۲) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

---

[1] طبری ج چہارم ص ۱۳۸ حصہ اول

(۳) حضرت حسین بن علیؓ

☆ حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے وقت یزید دمشق میں موجود نہ تھا۔ حضرت ضحاک بن قیسؓ جو کہ آنحضرت ﷺ کے صحابی تھے، انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

☆ یزید اس وقت مقام حوارین میں تھا اور حمص کا حاکم تھا۔ نمازِ جنازہ میں شمولیت سے محروم رہا۔

☆ یزید عیسوی حساب سے تین سال آٹھ ماہ پندرہ دِن حکمران رہا اور ہجری کے حساب سے ۲۲ رجب ۶۰ھ مطابق ۲۹ اپریل ۶۸۰ء سے ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ مطابق ۱۴ نومبر ۶۸۳ء تک ۳ سال ۷ ماہ ۲۲ دن تک حکمران رہا۔ پھر درد قلنج سے انتقال کر گیا۔

☆ یزید فاسق تھا اور اس کا فسق اتنا مشہور اور متفق علیہ ہے کہ کربلا، حرّہ اور محاصرہ مکہ کے بعد کسی ایک صحابیؓ سے بھی اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے یزید کو واضح طور پر صالح وعادل کہا ہو۔[1]

یزید کا ولید بن عتبہ گورنر کے نام خط

حضرت امیر معاویہؓ نے جب اپنے بعد اس کو ولی عہد کرنے کے لیے لوگوں سے بیعت طلب کی تو جن لوگوں نے حضرت معاویہؓ کے کہنے پر بیعت ابھی تک نہ کی تھی یزید نے ولید بن عتبہ گورنر مدینہ کو خط

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۲۶۱ مؤلفہ قاضی مظہر حسین

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

لکھا کہ ان سے بیعت لیں۔ خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیر المومنین یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ کو معلوم ہو کہ حضرت معاویہؓ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھے۔ اللہ نے ان کو کرامت و خلافت و عطایا و حکومت سے سرفراز کیا تھا۔ جتنی عمر ان کی لکھی ہوئی تھی، اس وقت تک زندہ رہے۔ جب مدت تمام ہو گئی، وفات پا گئے۔ اللہ ان پر رحم کرے کہ زندگی بھر لائق ستائش رہے اور نیکو کار و پرہیز گار ہو کر وفات پا گئے۔ والسلام

اور ایک رقعہ میں یزید نے گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو لکھا کہ:۔

(۱) حسینؓ (۲) عبداللہ بن عمرؓ (۳) عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت لے لیں۔[1]

---

[1] (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۳۹) مقتل ابی مخنف مؤلفہ شیعہ مؤرخ ابو مخنف ص ۲۹ میں یزید سے اس رقعہ میں والی مدینہ کو چار اشخاص کے نام لکھے ہیں جن میں عبد الرحمٰن بن ابی بکرؓ کا نام بھی ابو مخنف نے لکھا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے انتقال کے بعد یزید سے منسوب خط جو گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو لکھا ہے وہ بھی جعلی ہے۔ کیوں کہ اس میں بھی یہ مضمون ہے: اے ابا محمد! جس وقت میرا یہ خط تو پڑھے تو عام لوگوں سے میری بیعت لے اور ان چار اشخاص عبد الرحمن بن ابی بکرؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ اور حسینؓ بن علیؓ سے خصوصی طور پر بیعت حاصل کر۔ میرا یہ خط انہیں دکھلا۔ جو بیعت پر تیار نہ ہو تو اس کا سر اس خط کے جواب کے ہمراہ مجھے بھیج دے۔ والسلام [مقتل ابی مخنف ص ۲۹]
ابو مخنف لکھتے ہیں کہ یہ خط ۱۲ شعبان ۶۰ھ کو مدینہ پہنچا۔ جب کہ طبری کی تحقیق یہ ہے کہ امام

ولید بن عتبہ اور امام حسینؓ کی ملاقات

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات سے ولید بن عتبہ گورنر مدینہ کو تشویش ہوگئی؟ ایک امر عظیم سمجھا۔

اس نے عبداللہ، بنی عمر بن عثمان کے ایک نوجوان کو امام حسینؓ اور

حسینؓ رجب کی ۲۸ ویں شب کو مکہ روانہ ہوگئے تھے۔[طبری ج ۴ ص ۱۴۲]

(۲) ابو مخنف نے لکھا ہے کہ گورنر مدینہ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو بھی بیعت کے لیے بلایا لیکن وہ کہنے لگے کہ میں اپنے گھر میں بیٹھ جاتا ہوں۔ اُس (ولید) کے لیے اپنے گھر کے دروازے بند کرتا ہوں اور میں بیعت نہیں کروں گا۔[مقتل ابی مخنف ص ۳۰] جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اُس وقت وہ زندہ ہی نہ تھے۔ اس طرح یہ سب گفتگو من گھڑت ہے جو ابو مخنف نے بیان کی ہے۔

اور یہ خط بھی جعلی ہے کیوں کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ تو سات سال پہلے وفات پاچکے تھے۔ اور ایک روایت کے تحت انہوں نے دو سال قبل ۵۸ھ میں وفات پائی۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر نے دونوں روایتیں لکھی ہیں: كان قد توفى قبل موت معاوية بستين كما قدمنا [البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۵] جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کا انتقال حضرت معاویہؓ کی وفات سے سات سال پہلے ہوچکا تھا۔

(۳) علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں: توفى عبدالرحمن بحشي و هو اثنى عشر ميلاً من مكة فحمل الى مكة فدفن بها و قال ابن سعد و غير واحد كان ذلك سنة ثلاث و خمسين [تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۷۷] حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی وفات حبشیٰ نامی مقام پر ہوئی جو مکہ مکرمہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ان کی میت کو مکہ لا کر دفن کیا گیا۔ مؤرخ محمد بن سعد اور بہت سے مؤرخین کا بیان ہے کہ ان کا سن انتقال ۵۳ھ ہے۔

(۴) حافظ ابن کثیر دمشقی بھی لکھتے ہیں: ان عبدالرحمن توفى سنة ثلاث و خمسين قال له الواقدى و كاتبه محمد بن سعد و ابو عبيد و غيره [البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۸۹] بلاشبہ عبدالرحمٰن ۵۳ھ میں فوت ہوئے۔ مؤرخ واقدی، ان کے کاتب محمد بن سعد اور ابو عبید نیز بہت سے مؤرخین کا یہی بیان ہے۔

عبداللہ بن زبیرؓ کو بلانے بھیجا۔ اس نے جا کر حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اطلاع کی کہ ولید بن عتبہ آپ کو بلا رہے ہیں۔

انہوں نے اس کو کہا کہ تم جاؤ ہم ابھی آتے ہیں۔

حضرت امام حسینؓ، ولید کے پاس پہنچے اور السلام علیک یا امیر کہا اور بیٹھ گئے۔ تو ولید نے خط پڑھ کر سنایا۔

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر دی اور بیعت کا طالب ہوا۔

حضرت امام حسینؓ نے یہ سن کر "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ" پڑھا اور کہا کہ: اللہ تعالیٰ معاویہؓ پر رحم کرے اور تمہارا اجر زیادہ کرے۔

بیعت کا جو آپ نے مجھ سے سوال کیا ہے تو میں پوشیدہ طور پر بیعت کرنے والا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو بھی مجھ سے پوشیدہ طور پر بیعت لینے کا خیال نہ کرنا چاہیے۔ مجھ سے لوگوں کے سامنے علانیہ بیعت لینا چاہیے۔ ولید نے کہا اچھا!

حضرت حسینؓ نے کہا: جب لوگوں کے مجمع میں آکر آپ سب لوگوں سے بیعت لیں گے تو ان کے ساتھ ہی ہم سے بھی لے لینا بات تو ایک ہی ہے۔ ولید بن عتبہ کا مزاج عافیت پسند تھا۔ اس نے کہا: بہت اچھا۔ آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔ سب لوگوں کے مجمع ہی میں ہم سے ملیں۔[1]

---

[1] تلخیص تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۰ باب ۸، ابنِ خلدون ج ۲ ص ۵۰۸

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طلبی

عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس بھی ولید نے آدمی بلانے کے لیے بھیجا۔ عبداللہ زبیرؓ نے واپسی پیغام بھیجا کہ میرے ساتھ جلدی نہ کریں۔ میں ضرور ان شاء اللہ آؤں گا۔ مجھے ذرا مہلت دو۔ میں خود امیر کے پاس کسی کو بھیجتا ہوں کہ ان کی رائے اور ان کا حکم معلوم ہو۔

یہ کہہ کر انہوں نے اپنے بھائی جعفر بن زبیرؓ کو امیر کے پاس بھیجا انہوں نے جا کر کہا کہ اللہ کے واسطے عبداللہ بن زبیرؓ کے ساتھ شدت کرنے سے باز رہیں۔ صبح ان شاء اللہ وہ آپ کے پاس آجائیں گے۔ اپنے لوگوں کو حکم دیں کہ ہمارے مکان پر سے چلے جائیں۔ ولید بن عتبہ نے اپنے لوگوں کو بلالیا وہ سب واپس چلے گئے۔[1]

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

عبداللہ بن زبیر کی مکہ روانگی

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ رات ہی کو گھر سے نکل کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے بھائی جعفر بن زبیرؓ کے سوا کوئی شخص ساتھ نہ تھا۔ بڑے راستہ کو تعاقب کے اندیشہ سے انہوں نے ترک کیا اور مکہ کی طرف چلے۔ صبح ہوئی تو ولید نے ان کے پاس کسی کو بھیجا تو معلوم ہوا کہ وہ رات کو نکل گئے۔[2]

---

[1] تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص ۱۴۱

[2] ایضاً تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص ۱۴۱، ابنِ خلدون ج۲ ص ۵۰۹

حضرت امام حسینؓ کی مکہ روانگی

حضرت امام حسینؓ اس کے بعد کی رات یعنی رجب کی ۲۸ویں شب اتوار کو مدینہ سے نکلے۔ عبداللہ بن زبیرؓ اس سے ایک شب پہلے روز شنبہ کی رات کو نکلے تھے۔ اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

حضرت امام حسینؓ اپنے بیٹوں بھائیوں کو اور محمد بن حنیفہ کے سوا تمام اہل بیت کو لے کر نکلے تھے۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۲)

عبداللہ بن عمرؓ کا بیعت سے انکار

ولید نے عبداللہ بن عمرؓ کو بھی بلا بھیجا اور کہا یزید سے بیعت کرو۔ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا: سب لوگ جب بیعت کر لیں گے تو میں بھی بیعت کر لوں گا۔ غرض عبداللہ بن عمرؓ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ کوئی ان کو ڈراتا دھمکاتا نہ تھا۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۳)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور امام حسینؓ کی مکہ آمد

عبداللہ بن زبیرؓ مکہ پہنچ گئے۔ وہاں عمرو بن سعید بن عاصؓ حاکم تھے۔ عبداللہ بن زبیرؓ مکہ میں داخل ہوئے تو کہا: میں پناہ لینے آیا ہوں۔ ان کے بعد امام حسینؓ بھی مکہ میں داخل ہوئے۔[1]

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۳

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور عبد اللہ بن عباسؓ کی بیعت

واقدی کی روایت[1] یہ ہے کہ جب حضرت امیر معاویہؓ کی خبر وفات اور یزید کی بیعت کا حکم ولید کو پہنچا تو ابن عمرؓ مدینہ میں نہ تھے اور ابن زبیرؓ اور امام حسینؓ کو بیعت کے لیے جب بلایا تو وہ دونوں بیعت کے بجائے اس رات مکہ کو روانہ ہو گئے۔

ابن عباسؓ و ابن عمرؓ مکہ سے آرہے تھے راستہ میں ملے اور پوچھنے پر بتایا کہ حضرت معاویہؓ وفات پا گئے ہیں اور بیعت یزید کے لیے کہا جا رہا ہے۔

پھر ابن عمرؓ مدینہ چلے آئے۔ وہیں ٹھہرے رہے۔ کچھ دنوں تک انتظار کرتے رہے۔ جب تمام شہروں کی بیعت کا حال معلوم ہوا تو ولید بن عتبہ کے پاس آکر انہوں نے بیعت کر لی اور ابن عباسؓ نے بھی بیعت کر لی۔[2]

امام حسینؓ سے اہل کوفہ کی خط و کتابت مکہ میں

حضرت امام حسینؓ بن علیؓ مکہ میں تھے کہ ان کے پاس اہل کوفہ اور ان لوگوں کے قاصد یہ پیغام لے کر آئے کہ:

---

[1] واقدی کی یہ روایت ہے، اس میں یہ الفاظ جو ابن عمرؓ سے منسوب کیے ہیں کہ "تم دونوں اللہ سے ڈرو، جماعت مسلمین میں تفرقہ مت ڈالو۔" یہ الفاظ الحاقی ہیں، واقدی ضعیف ہے۔

[2] طبری عربی ج ۶ ص ۱۹۱، تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۴۴

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

"ہم سب لوگ آپ پر بھروسہ کیے بیٹھے ہیں۔

ہم نماز جمعہ میں والی کوفہ کے ساتھ شریک نہیں ہوتے۔

آپ ہم لوگوں میں آجایئے۔"

اس زمانہ میں نعمان بن بشیر انصاریؓ والی کوفہ تھے۔[1]

کوفیوں نے ۱۲ ہزار جعلی خطوط امام حسینؓ کو لکھے

شیعہ مؤرخ علامہ باقر مجلسی نے جلا العیون میں لکھا ہے کہ: کوفیوں کے خط کا مضمون یہ تھا:

"بعد حمد و نعت گذارش ہے کہ تمام صحرا سبز اور میوے تیار ہیں اگر آپ یہاں تشریف لائیں تو آپ کے لیے یہاں لشکر مہیا و حاضر ہے اور ہم شب و روز آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔"

ہر چند ہر طرح کے خطوط خدمت آنحضرت میں پہنچے تھے۔ مگر حضرت حسینؓ ٹال دیتے تھے۔ اور جواب ان کا نہ لکھتے تھے۔ یہاں تک کہ چھ سو (۶۰۰) خطوط ان مکاروں[2]، غداروں کے امام حسینؓ کے پاس پہنچے۔ اور جب مبالغہ و اصرار از حد ان کا ہوا۔ اور متعدد قاصد حضرت

---

[1] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۴۷، مقتل ابی مخنف ص ۳۷

[2] یہ شیعہ مؤرخ باقر مجلسی کا نظریہ ہے کہ خط لکھنے والے سب مکار اور غدار تھے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ سب اہل کوفہ مکار اور غدار نہیں تھے، ان میں مخلص بھی تھے۔ کیوں کہ خطوط لکھنے والوں میں سیدنا سلمان بن صردؓ اور ہانیؓ بھی تھے جو کہ اصحابِ رسولؐ میں سے ہیں۔ اور امام حسینؓ کے حامی تھے، جنہوں نے جامِ شہادت بھی اپنے اپنے موقع پر پیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حسینؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ اور بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) خطوط کوفہ سے آ گئے۔ حضرت حسینؓ نے ان کے آخری خط کا جواب لکھا:

حضرت امام حسینؓ کا خط اہل کوفہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط حسینؓ بن علیؓ کا شیعوں مومنوں مسلمانوں، اہل کوفہ کی طرف ہے۔ اما بعد، بہت سے قاصدوں اور خطوط آنے کے بعد جو تم نے خط ہانی و سعید کے ہاتھ مجھے بھیجا۔ مجھے پہنچا سب خطوط میرے پاس پہنچے اور سب کے مضامین سے مطلع ہوا۔ تم نے سب خطوط میں میرے پاس لکھا ہے کہ ہمارا کوئی امام نہیں۔

بہت جلد آپ ہمارے پاس تشریف لائیے۔ خدا آپ کی برکت سے ہم کو بحق ہدایت کرے۔ واضح ہو کہ میں بالفعل تمہارے پاس اپنے برادر و پسر عم و محل اعتماد مسلم بن عقیلؓ کو بھیجتا ہوں۔ اگر مسلم بن عقیل مجھے لکھیں جو کچھ تم نے مجھے خطوط میں لکھا ہے، بمشورہ عقلاء و دانایان و اشراف و بزرگان قوم لکھا ہے اس وقت میں بہت جلد ان شاء اللہ تمہارے پاس چلا آؤں گا۔ میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں کہ امام وہی ہے جو درمیان مردم بکتاب خدا حکم اور بعدالت قیام کرے اور قدم جادہ شریعت مقدسہ سے باہر نہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

رکھے اور لوگوں کو دین حق پر مستقیم رکھے۔ والسلام

حسین بن علی بن ابی طالب [1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطوط لکھنے والے بعض خارجی بھی تھے اور امام حسینؓ کے جوابی خط کے مضمون سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس خط میں بھی جعلی عبارت ہے۔ امام حسینؓ نے ہرگز وہ نہیں لکھا ہوگا۔ خارجی

---

[1] (جلاء العیون ج ۱۲ فصل ۱۲۔ ص ۱۹۰) یہ خطوط اصلی تھے یا جعلی تھے؟ واللہ اعلم۔ شیعہ مصنف کوثر بھریلوی لکھتے ہیں: "مذہب امامیہ کا عقیدہ ہے کہ امام اس وقت تک عالم خاک سے نہیں جاتا جب تک اپنے بعد کے لیے امام کا نام اور بازو پکڑ کر نہ دکھا جائے۔ ایک لمحہ بھی دنیا میں ایسا ہرگز نہیں گزرا کہ دنیا حجت خدا سے خالی رہی۔ لہٰذا جنہوں نے کوفہ سے امام حسینؓ کو خط لکھے اور لکھا کہ ہمارا کوئی امام و پیشوا نہیں وہ شیعہ مذہب نہیں رکھتے تھے۔ شیعہ مذہب میں امام منصوص من اللہ ہوتا ہے۔ لوگوں کے بنانے سے نہیں بنتا۔ (عقیدہ امامت مؤلفہ آیت المعظمیٰ سید محمد کاظم قم ایران ص ۸ مختصر الاحکام)

کوفہ میں بلانے والے وہ تھے جو امامت کے لیے اجماع کے قائل تھے کیوں کہ شیعہ تو اجماع کے قائل نہیں ہیں یہی وجہ رہی ہے جب امام حسینؓ کے نائب مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے تو کوفی امامت حسین پر اجماع کر گئے، بعد میں امامت یزید پر اتفاق کر گئے۔ اگر وہ شیعہ ہوتے تو یہ نہ لکھتے کہ اس وقت کوئی ہمارا امام اور پیشوا نہیں ہے۔ شیعہ مسلمات میں ہے: **الحجة قبل الخلق مع الخلق بعد الخلق**۔ حجت امام مخلوق سے پہلے مخلوق کے ساتھ ہے اور مخلوق کے بعد ہے۔ لہٰذا ایک لمحہ بھی بلا امام نہیں گزر سکتا۔ [کوثر بھریلوی حاشیہ جلاء العیون مترجم اردو ج ۲ ص ۱۸۱ مطبوعہ عباس بک ایجنسی، رستم نگر درگاہ حضرت عباس لکھنو انڈیا]

کوثر بھریلوی نے تو مسئلہ صاف کر دیا کہ اہل کوفہ خطوط لکھنے والے شیعہ نہ تھے۔ پھر وہ کون تھے؟ یا تو وہ خارجی ہوں گے یا یزیدی شیعہ ہوں گے۔ کیوں کہ انہوں نے پہلے تو حسینی شیعہ بن کر خطوط لکھے۔ جب ابن زیاد نے ڈرایا تو یزیدی شیعہ بن گئے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اس وقت تک شیعہ مذہب وجود میں نہیں آیا تھا۔ شیعہ کے لغوی معنٰی پیرو، رفقاء مراد تھے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

تو حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے سخت خلاف تھے۔ خارجیوں نے یہی دھوکہ حضرت حسینؓ سے کیا۔ بارہ ہزار خطوط لکھنے والے بعض بظاہر امامت حضرت حسینؓ پر اتفاق کر کے ان کی بیعت کر گئے لیکن انہوں نے یہ جو لکھا ہے کہ اس وقت کوئی ہمارا امام و پیشوا نہیں، اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ خطوط لکھنے والے خارجی بھی تھے۔ بظاہر شیعہ کہلا کر انہوں نے امام حسینؓ کو دھوکہ دیا اور امام حسینؓ نے اپنے اجتہاد سے خیال کیا کہ یہ واقعی میرے رفقاء و پیروکار ہیں۔

اہل کوفہ کا ایک اور جعلی خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ نامہ سلیمان بن صرد خزاعی و مسیب بن نخبہ و رفاعہ بن شداد و حبیب بن مظاہر از جمیع شیعان و مومنین و مسلمین اہل کوفہ کی جانب سے بخدمت امام حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب کے ہے۔ آپ پر سلام خدا ہو۔ اور ہم اس نعمت ہائے کاملہ خدا پر، جو ہم پر ہے حمد کرتے ہیں[1]۔ اور واضح ہو کہ اس وقت ہمارا کوئی امام و پیشوا نہیں پس آپ ہماری طرف توجہ کیجیے اور

[1] اور ہم شکر خدا کرتے ہیں۔ کہ اس نے آپ کے دشمن جبار کہ بغیر رضامندی امت، ان پر حاکم ہوا تھا، ہلاک کیا اور وہ بجور و عدوان امت پر حاکم اور ان کے اموال میں بناحق تصرف کیا۔ اور نیکان امت کو قتل کیا۔

تبصرہ: یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں خط میں ابو مخنف نے سلمان بن صردؓ صحابی کی طرف منسوب کر کے جعل سازی کی ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمائیے کہ ہم سب آپ کے مطیع ہیں۔
شاید حق تعالیٰ حق کو آپ کی برکت سے ہم پر ظاہر کرے اور نعمان
بن بشیر حاکم کوفہ نہایت ذلیل وخوار دار الامارۃ میں بیٹھا ہے اور ہم
جمعہ کو اور عیدین میں وہاں نماز پڑھنے نہیں جاتے اور جب آپ کی
خبر تشریف آوری ہم کو ملے گی۔ ہم اسے کوفہ سے نکال دیں گے۔
کہ اہل شام کے پاس چلا جائے۔ والسلام اہل کوفہ [1] [2]

مسلم بن عقیل کی کوفہ روانگی

حضرت امام حسینؓ نے مسلم بن عقیلؒ اپنے ابن عمؒ کو بلا بھیجا۔ ان سے کہا کہ تم کوفہ روانہ ہو جاؤ اور دیکھو، یہ لوگ مجھے کیا لکھ رہے ہیں؟ اگر وہ سچ لکھ رہے ہیں تو وہاں چلا جاؤں۔

مسلم بن عقیلؒ مکہ سے چل کر مدینہ میں آئے۔ یہاں سے دو رہبروں کو ساتھ لے کر کوفہ کی طرف چلے۔ دونوں راہبر صحرا کی طرف سے لے چلے۔ راستہ میں ایک رہبر مارے پیاس کے وفات پا گیا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

[1] جلاء العیون۔ ملا باقر مجلسی حصہ دوم فصل بارہویں ص ۱۸۹

[2] اس خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط لکھنے والے شیعہ جو بظاہر شیعہ کے لبادہ میں تھے، ان میں خارجی بھی تھے۔ وہ شیعہ بن کر دھوکہ دے رہے تھے لیکن غیب کا علم سوائے رب العالمین کے کسی کو نہیں ہے۔ اس خط کو انھوں سلیمان بن صردؓ خزاعی صحابی سے منسوب کیا ہے۔ یہ ان کا خط نہیں ہو سکتا وہ تو صحابی رسولؐ تھے۔ اور نعمان بن بشیرؓ انصاری بھی صحابی تھے۔ یہ سب خارجیوں اور یزیدیوں کی جعلی خط و کتابت ہے اور یہ خطوط اصلی نہیں۔ ان میں روافض و خوارج نے کمی بیشی کی ہے۔

مسلم بن عقیلؓ آگے بڑھے آخر کوفہ تک پہنچ گئے۔[1]

مسلم بن عقیلؓ کی کوفہ میں آمد

مسلم بن عقیلؓ کوفہ میں ایک شخص کے یہاں اترے جس کا نام ابن محوسہ تھا ان کے آنے کا اہل کوفہ میں چرچا ہوا کہ لوگ آکر ان سے بیعت کرنے لگے۔ بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ (طبری ج۴ حصہ اول ص ۱۴۷)

ایک شخص نے گورنر کوفہ نعمان بن بشیرؓ سے کہا: کہ تم کمزور ہو یا کمزور بنتے ہو شہر میں یہ ہو رہا ہے؟

نعمانؓ نے کہا کہ اگر اطاعت خدا میں رہ کر میں کمزور سمجھا جاؤں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ معصیت خدا میں رہ کر صاحب قوت کہلاؤں۔ میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ جس بات پر اللہ نے پردہ ڈال دیا ہے، میں اس کا پردہ فاش کر دوں۔

اس شخص نے یہ تقریر یزید کو لکھ بھیجی۔[2]

O شیعہ راوی ابن بشیر آشوب وغیرہ کی روایت ہے کہ پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) اہل کوفہ نے مسلم بن عقیلؓ سے بیعت کی۔ جب چاہا خروج کریں، ہانیؒ نے منع کیا اور کہا: جلدی نہ کیجیے۔[3]

[1] طبری ج۴ حصہ اول ص ۱۴۷، ابن خلدون ج۲ ص ۵۱۲، دوسرا رہبر بھی پیاس سے فوت ہو گیا۔
[2] تاریخ طبری ج چہارم حصہ اول ص ۱۴۷
[3] جلاء العیون ج۲ ص ۱۹۶ مؤلفہ شیعہ مؤرخ ملا باقر مجلسی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

امارت کوفہ پر ابن زیاد کا تقرر

یزید کو کوفہ کے حالات معلوم ہوئے تو حاکم بصرہ عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم بھی مقرر کرتے ہوئے لکھا کہ مسلم بن عقیلؓ کا پتہ لگائیں۔

عبید اللہ بن زیاد، رؤسائے بصرہ کو ساتھ لیے ڈھاٹا باندھے ہوئے کوفہ میں وارد ہوا جس مجمع کی طرف سے گزرتا تھا اور السلام علیکم کہتا تھا۔ جواب میں لوگ علیک السلام یا ابنِ بِنْتِ رَسُول اللہ کہتے تھے۔ ان لوگوں کو اس پر شبہ حسین بن علیؓ کے ہونے کا تھا۔[1]

امام مسلم بن عقیلؓ کا حضرت امام حسینؓ کو خط

عبید اللہ بن زیاد جب کوفہ میں آیا تو مسلم بن عقیلؓ نے اس سے قبل حضرت حسینؓ بن علیؓ کو لکھ بھیجا تھا کہ بارہ ہزار (۱۲۰۰۰ ہزار) کوفیوں نے بیعت کر لی ہے۔ (ایضاً طبری ج ۴ ص ۱۴۷)

یزید کا خط بنام ابن زیاد

علامہ طبری نے ایک روایت نقل کی ہے:

یزید نے مسلم بن عمرو باہلی کو بلایا اور فرمان اسے دے کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس بصرہ روانہ کیا۔ فرمان کے ساتھ یہ خط بھی ملا۔

میرے شیعہ[2] جو کوفہ میں ہیں۔ انہوں نے مجھے لکھا کہ:

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۴۷

[2] طبری کی روایت میں لفظ شیعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں شیعہ کے دو سیاسی گروپ تھے۔

کوفہ میں مسلم بن عقیلؓ، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے جمعیتیں تیار کر رہے ہیں۔ میرا یہ خط دیکھتے ہی تم کوفہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ وہاں جاکر ابن عقیل کو اس طرح ڈھونڈو جیسے نگینہ کو ڈھونڈتا ہے۔ انہیں یا تو گرفتار کرلینا یا قتل کرڈالنا یا شہر سے نکال دینا۔ والسلام (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۵۴)

ابن زیاد کا بصرہ سے چل کر کوفہ میں داخل ہونا

ابن زیاد خط ملتے ہی اس کے دوسرے روز اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو جانشین بنا کر اور مسلم بن عمرو باہلی۔ شریک بن اعور حارثی۔ تمام حشم و خدام واہل وعیال کو ساتھ لے کر بصرہ سے کوفہ روانہ ہوا۔ کالا عمامہ سر پر رکھے ڈھانٹا باندھے کوفہ میں داخل ہوا۔ یہاں کوفہ میں حسینؓ کے روانہ ہونے کی خبر پہنچ چکی تھی، سب لوگ ان کے منتظر تھے، عبیداللہ بن زیاد کو لوگ حسینؓ سمجھے جس جس مجمع کی طرف سے وہ گزرتا تھا لوگ سلام کرتے تھے: یا ابن بنتِ رسول اللہ ﷺ، مرحبا آپ کا آنا

ایک یزید کے ساتھ تھا۔ اس لیے یزید نے لکھا کہ میرے شیعہ جو کوفہ میں ہیں۔ دوسرا گروپ حضرت حسینؓ کی محبت کا دعوے دار تھا، وہ شیعان حسینؓ کہلاتا تھا۔ ان دونوں گروپوں کے سیاسی مفاد تھے۔ دونوں حضرت حسینؓ کے ہمدرد نہ تھے۔ ورنہ بیعت توڑ کر ابن زیاد کے ساتھ ہرگز نہ ہوتے۔ دونوں نے سازش سے جنگ تک نوبت پہنچادی۔ جس طرح جنگ جمل اور صفین کے گروپ بلوائی، سبائی کہلائے، اب یہ شیعہ کہلا کر یہ خطرناک کھیل حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کھیل رہے تھے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

کیسا اچھا ہوا۔ حسینؓ کے لیے خوش ہونا عبید اللہ کو ناگوار گزرا۔ جب ان لوگوں کو زیادہ خوشی کرتے دیکھا۔ ابن زیاد کے ساتھ اس وقت دس بیس ہی آدمی تھے۔ جب وہ قصر (گورنر ہاؤس) میں داخل ہوا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ تو عبید اللہ بن زیاد ہے۔ اس پر سب لوگوں کو بے انتہا رنج اور قلق ہوا۔[1]

ابن زیاد کے کوفہ میں داخل ہونے کی دوسری روایت

یہ بھی مذکور ہے کہ یزید کا خط ابن زیاد کو جب پہنچا تو اس نے اہل بصرہ میں سے (۵۰۰) پانچ سو آدمی چن لیے، ان میں عبد اللہ بن حارث (۲) شریک بن اعور بھی تھا یہ شخص شیعہ علی میں سے تھا۔ سب سے پہلے یہی اور ان کے ساتھ اور لوگ بھی راستہ میں تھک کر رہ گئے اور کہا کہ زحمت سفر سے وہ تھک گئے اور لوگ بھی ان کے ساتھ تھے۔

ان کے بعد عبد اللہ بن حارث اور ان کے ساتھ والے راستہ میں ہی سب تھک کر رہ گئے ان کو امید تھی کہ ہم لوگوں کے رہ جانے سے ابن زیاد بھی راستہ میں توقف کرے گا۔ اور اس سے پہلے حسینؓ بن علیؓ کوفہ میں پہنچ جائیں گے۔

مگر ابن زیاد کا یہ حال تھا کہ تھکے ہوئے لوگوں کی طرف مڑ کر بھی نہ

[1] تاریخ طبری ج۴۔ حصہ اول ص ۱۵۶

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

دیکھتا تھا اور برابر چلا ہی جا رہا تھا۔ جب قادسیہ میں پہنچا تو اس کا غلام آزاد مہران بھی تھک کر رہ گیا۔

ابن زیاد نے کہا: اے مہران! اسی حالت سے اگر تو خود کو سنبھال کر چلتا رہے کہ قصر کوفہ دکھائی دینے لگے تو لاکھ درہم تجھے دوں گا اس نے کہا بخدا مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ ابن زیاد یہ سن کر سواری سے اتر پڑا۔ لباس فاخرہ یمنی نکال کر پہنا، یمنی چادر کو اوڑھا اور اپنے خچر پر سوار ہو کر اکیلا ہی چلتا چلتا کوفہ کے قریب پہنچ گیا۔ (ایضاً تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۵۷)

کوفیوں نے ابن زیاد کو امام حسین رضی اللہ عنہ سمجھا

ابن زیاد تن تنہا کوفہ میں جس پہرے پر سے یہ گزرتا تھا، لوگ اسے دیکھتے تھے، سب سمجھتے تھے کہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ سب پکار کر کہتے تھے: یا ابن بنتِ رسول اللہ! یہ کسی کو جواب ہی نہ دیتا تھا۔ لوگ گھروں سے نکل نکل کر اس کے پاس چلے آ رہے تھے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ عامل (گورنر) کوفہ نے جب لوگوں کا یہ حال سنا تو اس نے قصر (گورنر ہاؤس) کا دروازہ اندر سے بند کرا دیا کہ حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ والے (گورنر ہاؤس میں) نہ آنے پائیں۔ عبید اللہ بن زیاد دروازہ پر پہنچ گیا، اس وقت تک نعمان کو یہی یقین تھا کہ یہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام خلق خدا ان کے گرد جمع ہے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا: میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ میرے پاس سے چلے جائیں۔ میں امانت آپ کے

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حوالے نہیں کروں گا۔ مجھے آپ کا قتل کرنا بھی منظور نہیں۔

عبید اللہ بن زیاد نے کچھ جواب نہ دیا پھر دونوں کنگروں کے درمیان جا کر کہا: "دروازہ کھول تیرا بھلا نہ ہو بڑی دیر سویا"۔

اس کے پیچھے ایک شخص نے اس کی آواز سن لی۔ اس نے سب سے کہہ دیا: قسم ہے اللہ کی! یہ تو ابن مرجانہ (ابن زیاد) ہے۔ لوگوں نے کہا: واہ! یہ تو حسینؓ ابن علیؓ ہیں۔

نعمانؓ نے اب دروازہ کھولا۔ ابن زیاد قصر (گورنر ہاؤس) میں داخل ہو گیا اور دوسرے لوگوں کے لیے دروازہ بند کر لیا گیا۔ سب لوگ منتشر ہو گئے۔[1] (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۵۷)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مسلم بن عقیلؓ کی ۱۸ ہزار آدمیوں نے بیعت کی

مسلم بن عقیلؓ کی اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) آدمی بیعت کر چکے تھے اور مسلم بن عقیلؓ کے گرداگرد تمام مکانوں میں ان کے چار ہزار (۴۰۰۰) اصحاب بھرے ہوئے تھے[2]۔ (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۶۳)

---

[1] واقعہ کربلا سے تقریباً ۱۶۴ سال بعد ۲۲۴ھ میں امام طبری پیدا ہوئے اور امام طبری کی وفات ۳۱۰ھ میں ہے۔ گویا واقعہ کربلا سے دو سو سال بعد انہوں نے لوگوں سے سن سنا کر یہ واقعات تاریخ طبری میں نقل کیے۔ اب حقیقت حال کیا ہوئی اور کون سی روایت صحیح ہے اور کون سی غلط، یہ تحقیق مشکل ہے۔ اس لیے جس طرح امام طبری نے سب روایات یکجا کر دیں، ہم نے ان کی تلخیص کر کے خلاصہ نقل کر دیا ہے۔ واللہ اعلم، اللہ بہتر جانتے ہیں کہ صحیح واقعہ کیا ہے؟

[2] روایات میں بہت تضاد ہے۔ حقیقت حال کیا تھی؟ واللہ اعلم

مسلم بن عقیلؓ کی ۸۰ ہزار نے بیعت کی

شیعہ راوی ابو مخنف نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ:

کوفہ کے لوگ دس دس بیس بیس یا اس سے کم و بیش مسلم کے پاس آتے رہے یہاں تک کہ اسی ہزار (۸۰۰۰۰) لوگوں نے بیعت کی۔ (مقتل ابی مخنف ص ۴۱)

تبصرہ: اسی ہزار میں سے کیا کوئی ایک بھی آپ کا حامی نہ رہا؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خارجی راوی اس روایت میں کس کی ترجمانی کر رہا ہے؟

اس میں وہ امام حسینؓ اور امام مسلمؒ کو ناکام ثابت کر رہا ہے؟ یا اس میں امام حسینؓ کی عزت بڑھا رہا ہے؟ صاف نظر آ رہا ہے کہ اس روایت میں جہاں امام حسینؓ اور امام مسلمؒ مظلوم ہیں جو کہ حقیقت ہے لیکن راوی خارجیوں اور ابن زیاد کے بارے میں کیا تاثر دے رہا ہے کہ ابن زیاد کے آتے ہی سب کوفی یزیدی شیعہ بن گئے؟

کیا یہی وہ اسی ہزار تھے جو پہلے حسینی بنے اور پھر یزیدی خارجی بن کر ابن زیاد کے ساتھ مل گئے؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

مسلم بن عقیلؓ کی قصر ابن زیاد کی طرف پیش قدمی

(۱) مسلم بن عقیلؓ نے ارباع کوفہ میں سے بنی کندہ و بنی ربیعہ کا علم

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عبیداللہ بن عمرو کندی کو دیا۔ اور کہا کہ تم میرے آگے آگے سواروں کو لے کر چلو۔

(۲) بنی مذحج اور بنی رسد قبیلہ کا علم مسلم بن عوسجہ اسدی کو دیا۔ اور کہا تم پیادوں کو لے کر میدان میں اترو یہ فوج تمہارے حوالے ہے۔

اب وہ قصر (گورنر ہاؤس) کی طرف چلے۔

ابن زیاد کو جو مسلم بن عقیلؓ کے ادھر آنے کی یہ خبر پہنچی تو اس نے قصر میں اپنی حفاظت کا اہتمام کیا اور سب دروازے مستحکم بند کر لیے۔

(۳) عباس جذلی کہتے ہیں کہ ہم چار ہزار آدمی مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ چلے تھے۔ جب قصر تک پہنچے تو تین سورہ گئے تھے۔ مسلم بن عقیلؓ قبیلہ مراد کے ساتھ قصر تک پہنچے اور اس کو گھیرے میں لے لیا۔ پھر لوگ آنے لگے اور جمع ہونے لگے۔ ہمیں تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ لوگوں سے بازار اور مسجد بھر گئی اور شام تک سب جمع ہوتے چلے گئے۔[1]

ابن زیاد کی پریشانی گورنر ہاؤس میں صرف بیس افراد

عبیداللہ بن زیاد بہت مضطرب ہو گیا۔ سبب یہ تھا کہ دروازہ قصر کے سوا کوئی اس کے لیے پناہ نہ تھی۔ کل تیس سرہنگ اہل شرطہ (پولیس) میں سے اس کے پاس تھے۔ اور بیس اشراف اور گھر کے لوگ

[1] تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص ۱۶۳

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

اور نوکر چاکر ملا کرتے تھے۔ قصر کا دروازہ رومی محلہ کے متصل تھا، ادھر سے ابن زیاد کے پاس اشراف شہر آمد ورفت کرتے تھے۔ ابن زیاد کے پاس جو لوگ تھے، یہ بلند ہو ہو کر اس ہجوم کو دیکھتے تھے اور ڈرتے تھے کہ وہ کہیں پتھر نہ ماریں۔

۲۔ عبید اللہ بن زیاد نے کثیر بن شہاب کو بلا کر حکم دیا کہ قبیلہ مذحج کے جو لوگ اس کی اطاعت میں ہیں۔ انہیں ساتھ لے کر کوفہ میں پھرے اور مسلم بن عقیلؓ کا ساتھ چھوڑنے پر لوگوں کو آمادہ کرے۔ ان کو جنگ کا خوف دلائے۔ ان کو عقوبت شاہی سے ڈرائے۔

۳۔ محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ کندہ و حضر موت کے جو لوگ اس کی اطاعت میں ہیں ان کو ساتھ لے کر نکلے اور ایک علم بلند کر دے کہ جو شخص اس کی طرف آجائے امان ہے۔

۴۔ اس طرح کے احکام (۱) قعقاع (۲) شبث بن ربعی (۳) حجار (۴) شمر ذی الجوشن کو دیے۔

اہل کوفہ کی عہد شکنی اور گھروں کو واپسی

عبید اللہ بن زیاد نے اشراف شہر کو بلا کر آگاہ کیا کہ ان کے لیے شام سے فوجیں روانہ ہو چکی ہیں۔

لوگوں کے پاس جاؤ اور ان میں سے جو اطاعت کریں انہیں انعام و اکرام کا امیدوار کرو۔ اور جو نافرمانی کریں ان کو محروم رہنے اور سزا

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

پانے کا خوف دلاؤ۔[1]

کثیر بن شہاب کی تقریر پر اہل کوفہ گھروں کو چل دیے

مسلم بن عقیلؓ کے پاس تیس شخصوں سے زیادہ شام تک نہ رہے۔ باقی سب چلے گئے۔ حد ہو گئی کہ نماز مغرب میں بھی ابن عقیلؓ کے پاس تیس شخصوں سے زیادہ شریک نہ تھے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ شام ہو گئی اور ان کے ساتھ یہی چند شخص رہ گئے ہیں، تو وہ نکلے اور ابواب کندہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ دروازہ تک پہنچے تھے کہ دس ہی آدمی رہ گئے۔ دروازہ سے باہر نکلے تو کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ اب جو مڑ کر دیکھتے ہیں، تو کوئی بھی موجود نہ تھا کہ راستہ بتائے یا کسی گھر میں لے جائے یا دشمن کا سامنا ہو جائے تو ان کے آڑے آئے۔ یہ کوفہ کی گلیوں میں چاروں طرف مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے۔ یہ بھی معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں؟ جاتے جاتے بنی جبلہ کندہ کے محلہ میں ایک عورت کے دروازہ پر پہنچے۔ اس عورت کا نام طوعہ تھا، اس سے پانی مانگا۔ اس نے پانی

---

[1] "ایک شخص بھی ظہر کے وقت نماز میں امام مسلم کے ساتھ نہ تھا" ... شیعہ راوی ابو مخنف لکھتے ہیں: اس روز حضرت مسلمؒ نے نہایت پریشانی اور مصیبت کے عالم میں صبح کی اور نمازِ صبح کے لیے تشریف نہ لائے۔ ظہر کے وقت اذان و اقامت کہہ کر جب نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو تنہا تھے۔ کوئی شخص ان کے ساتھ نماز میں نہ تھا نماز کے بعد اپنے بیٹے کی طرف مخاطب ہو کر کہا: بیٹا اس شہر والوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ بیٹے نے عرض کی: انہوں نے حسینؓ کی بیعت توڑ کر یزید کی بیعت کر لی ہے۔ (مقتل ابی مخنف ص ۴۲)

پلایا اور کہا کہ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ آپ نے اس سے پناہ مانگی۔ اپنا نام بتایا۔ وہ گھر لے گئی۔[1]

مسلم بن عقیل کی گرفتاری اور شہادت

اس طوعہ نامی عورت کا لڑکا بھی لوگوں کے ساتھ اس ہنگامہ میں گیا ہوا تھا۔ واپس آیا تو والدہ نے رازدارانہ اس کو بتایا کہ یہ مسلم بن عقیلؓ ہیں۔ لیکن کسی کو بتانا نہیں۔ اور اس سے قسم لی کہ بتائے گا نہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آوارہ شخص تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اپنے ساتھ والوں میں بیٹھ کر شراب بھی پیا کرتا تھا۔

ادھر ابن زیاد کے آدمیوں نے جب دیکھا کہ اصحاب مسلم بن عقیلؓ کی آوازیں جس طرح پہلے سنائی دیتی تھیں، اب نہیں آ رہیں۔ بالا خانہ پر جا کر دیکھا تو ان لوگوں میں سے اب کوئی بھی شخص وہاں دکھائی نہ دیا۔ جب کسی کو بھی موجود نہ پایا تو ابن زیاد کو اس کی اطلاع دی گئی۔ اس

---

[1] "اہل کوفہ کا حسینؓ کی بیعت توڑنا اور یزید کی بیعت کرنا" ... شیعہ راوی ابو مخنف لکھتے ہیں: جونہی کوفہ کے لوگوں نے (ابن زیاد کی) یہ منادی سنی تو ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور یہ کہنے لگے ہم اپنے تئیں دو بادشاہوں کی درمیان کیوں پھنسیں۔ لہٰذا انہوں نے امام حسینؓ کی بیعت توڑ کر یزید کی بیعت اختیار کرلی۔ (مقتل ابی مخنف ص ۴۶)

تبصرہ: راوی نے امام حسینؓ کو بھی اس روایت میں بادشاہ قرار دے دیا ہے گویا بقول راوی اہل کوفہ کے نزدیک دو بادشاہوں کا یہ نعوذ باللہ مقابلہ تھا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خارجی تھے جنہوں نے بیعت توڑ دی۔

نے مسلم بن عقیلؓ کی گرفتاری کے لیے گھر گھر تلاشی کا حکم دے دیا۔ اور بر آمدگی پر اہل خانہ کو سخت سزا کی دھمکی دے دی۔

اس ضعیفہ طوعہ کے بیٹے ہلال نے مخبری کر دی اور پولیس گرفتاری کے لیے ضعیفہ کے گھر پہنچ گئی۔ مسلم بن عقیلؓ نے تلواریں مار مار کر سب کو گھر سے باہر نکال دیا۔ پھر باہر نکل کر امام مسلم بن عقیلؓ نے پولیس سے مقابلہ کیا اور زخمی ہو گئے۔

محمد ابن اشعث ان کے قریب آکر کہنے لگا: آپ کے لیے امان ہے۔ مسلم بن عقیلؓ نے تلوار گلے میں ڈال لی۔ ان لوگوں نے ایک خچر پر ان کو سوار کر کے ان کی تلوار ان کے گلے سے نکال لی۔

اس وقت مسلم بن عقیلؓ کو اپنی جان کے بچنے سے مایوسی ہو گئی۔ جب ابن زیاد کے پاس پہنچایا گیا تو اس نے محمد بن اشعث کی امان کو تسلیم نہ کیا اور مسلم بن عقیلؓ کو گرفتار کر لیا۔

ابن اشعث سے ابن عقیلؓ کی وصیت

مسلم بن عقیلؓ نے محمد بن اشعث کو مخاطب کر کے کہا:

اے بندہ خدا! میں سمجھتا ہوں کہ تو مجھے امان تو نہیں دے سکے گا لیکن اتنا سلوک میرے ساتھ کرے گا کہ اپنے کسی آدمی کو میری طرف سے حسینؓ کے پاس بھیج دے۔ وہ آج ہی کل میں تم لوگوں کے پاس آنے کے لیے روانہ ہو چکے ہوں گے۔ اور اہل بیت بھی

ان کے ساتھ ہوں گے۔

تم میری بے تابی دیکھ رہے ہو، وہ محض اسی سبب سے ہے۔ میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دے کہ:

"مسلم نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ وہ گرفتار ہو چکے ہیں۔ یہ نہیں چاہتے کہ آپ یہاں آئیں اور قتل کیے جائیں۔ آپ اہل بیت کو لے کر پلٹ جائیں۔ کوفیوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جن سے چھٹکارا پانے کے لیے آپ کے والد مرنے اور شہید ہو جانے کی اپنے دل میں تمنا رکھتے تھے۔ اہل کوفہ نے آپ سے بھی جھوٹ بولا اور مجھ سے بھی جھوٹ بولا اور فریب دیا ہے۔"

ابن اشعث نے کہا: و اللہ! میں ایسا ہی کروں گا اور ابن زیاد سے بھی کہہ دوں گا کہ تم کو میں امان دے چکا ہوں۔[1]

ابن اشعث کا قاصد امام حسینؓ کی طرف روانہ

ابن اشعث نے ایاس طائی کو جو کہ ایک شاعر تھا اور اس کے پاس بہت آیا کرتا تھا، بلا بھیجا۔

اس سے کہا کہ تم حسینؓ کے پاس روانہ ہو جاؤ اور یہ خط ان کو پہنچا دو۔ خط میں جو باتیں امام مسلمؒ نے کہی تھیں، وہ سب محمد بن اشعث نے

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۶۸

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

لکھ دیں اور راس طائی سے کہا کہ یہ زاد راہ ہے۔ یہ سامان سفر ہے۔ یہ تمہارے عیال کو دینے کے لیے بھی ہے۔ یہ اونٹ پلان سمیت ہے سوار ہو جاؤ۔

ایاس طائی روانہ ہوا۔ چار دن کی مدت میں منزل زبالہ میں پہنچ کر حضرت حسینؓ سے ملا اور ان کو خط دے دیا۔ حضرت حسینؓ نے وہ خط پڑھ کر کہا: جو مقدر میں ہے، وہ ہونے والا ہے۔ اپنی جانوں کے تلف ہونے اور قوم کی برائی کرنے کو ہم نے اللہ پر رکھا۔

مسلم بن عقیلؓ، ہانی کے گھر میں جب کوفہ میں پہنچے تھے اور اٹھارہ ہزار آدمیوں نے ان سے بیعت کی تھی۔ تو عابس بن ابی حبیب کے ہاتھ خط حضرت حسینؓ کو لکھ کر بھیج چکے تھے۔ جس میں یہ لکھا تھا کہ:

پیغام پہنچانے والا، اپنے لوگوں سے جھوٹ نہیں بولتا۔ مجھ سے اٹھارہ ہزار اہل کوفہ نے بیعت کی ہے۔ جلدی میرے خط کو دیکھتے ہی اس طرف روانہ ہو جائیں۔ آلِ معاویہؓ سے ان کو کچھ مطلب نہیں۔ نہ ہی وہ ان کی خواہش رکھتے ہیں۔[1] والسلام

[1] اس خط سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اہل کوفہ کا یہ گروپ امام مسلمؒ سے اور حضرت حسینؓ سے سازش کر رہا تھا۔ لیکن یہ سازش اتنی گہری تھی، جیسے حضرت عثمانؓ کے خلاف بلوائیوں اور سبائیوں نے سازش تیار کی تھی اور پھر حضرت علیؓ کے خلاف کوفی خارجیوں نے سازش کی تھی۔ اب یہ کوفی خارجی حضرت امام حسینؓ کے خلاف خطرناک سازش کر رہے تھے۔

ابن زیاد کا امان دینے سے انکار

ابن اشعث، حضرت مسلمؓ بن عقیلؓ کو لیتے ہوئے قصر کوفہ کے دروازہ پر آیا اور اذن طلب کیا۔ اذن مل گیا۔ اس نے ابن زیاد سے مسلمؓ کا ماجرا اور بکیر بن جمران احمری نے جو وار ان پر کیا سب بیان کیا۔ اس کے بعد محمد بن اشعث نے امان دینے کا ذکر کیا۔ لیکن ابن زیاد نے یہ منظور نہ کیا۔

مسلم بن عقیلؓ کی وصیت

اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ ابن زیاد نے مسلم بن عقیلؓ کو پانی پلانے کا حکم دیا۔ پھر لوگوں سے کہا: ان کو قصر کی چھت پر لے جاؤ اور ان کی گردن مار دو۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اب مسلم بن عقیلؓ نے ابن اشعث کی طرف دیکھ کر کہا: آپ نے مجھے امان نہ دی ہوتی تو واللہ میں خود کو آپ کے حوالہ نہ کرتا۔

۲۔ مسلم بن عقیلؓ نے ابن زیاد سے کہا:

مجھے اپنی قوم کے کسی شخص سے وصیت کر لینے دو۔ یہ کہہ کر مسلم بن عقیلؓ نے ابن زیاد کے ہم نشینوں کی طرف نظر کی۔ اور عمرو بن سعد سے کہا کہ میری آپ سے قرابت ہے۔[1] میں آپ سے

---

[1] قرابت اس طرح کہ حضرت حسینؓ کے نانا حضور ﷺ ہیں اور حضور ﷺ کی والدہ حضرت آمنہؓ ہیں۔ عمرو بن سعد کے دادا وقاص، حضرت حسینؓ کے نانا کی امی حضرت آمنہؓ کے بھائی تھے۔

ایک حاجت رکھتا ہوں۔ مجھے اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اور وہ ایک راز ہے۔ ابن سعد نے اس راز کے سننے سے انکار کر دیا لیکن ابنِ زیاد نے اسے کہا کہ انکار نہ چاہیے۔

ابن سعد اٹھ کھڑا ہوا اور مسلم بن عقیلؓ کے ساتھ ایسی جگہ جا کر بیٹھا، جہاں سے ابن زیاد کا بھی سامنا تھا۔ مسلم بن عقیلؓ نے کہا: کوفہ میں مجھ پر قرض ہو گیا ہے۔ جب سے میں یہاں وارد ہوا ہوں۔

۷۰۰ درہم قرض لے چکا ہوں۔ یہ قرض میرا ادا کر دینا اور میری لاش کا ذرا خیال رکھنا۔ ابن زیاد سے مانگ لینا اور دفن کر دینا۔

۳۔ اور حسینؓ کے پاس کسی شخص کو بھیج دینا کہ ان کو واپس کر دے میں تو ان کو لکھ چکا ہوں کہ لوگ آپ کا ساتھ دیں گے۔ میرا خیال یہی ہے کہ وہ کوفہ کی طرف آ رہے ہوں گے۔"

اب عمرو بن سعد نے ابن زیاد سے کہا:

آپ سمجھے، انہوں نے مجھ سے کیا کہا؟ انہوں نے یہ باتیں کی ہیں۔ ابن زیاد نے کہا: بھروسے کا شخص تو کبھی خیانت نہیں کرتا۔ ہاں! کبھی خائن پر بھروسہ کر لیتے ہیں۔

(۱) تمہارا مال تو تمہارا ہے، ہم تم کو اس امر سے نہیں روکتے۔ جس طرح چاہو اسے صرف کرو۔

(۲) حسینؓ بھی اگر ہماری طرف آنے کا ارادہ نہیں کریں گے تو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ہمیں بھی ان سے کچھ مطلب نہیں۔ہاں اگر انہوں نے ادھر آنے کا ارادہ کیاتوہم بھی بازنہ رہیں گے۔

(۳) یہ بھی کہتے ہیں کہ ابن زیاد نے کہا: اس کی لاش سے ہمیں کیا کام؟ جب ہم اسے قتل کر چکے تو پھر لاش سے ہمیں کیا کام؟ جب ہم اسے قتل کر چکے تو پھر لاش کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو۔[1]

شہادت مسلمؒ بن عقیلؒ

ابن زیاد نے پوچھا: وہ شخص بکیر بن جمران احمری کہاں ہے، جس کے سر پر اور شانہ پر مسلمؒ نے تلوار ماری ہے؟لوگ اسے بلالائے۔ابن زیاد نے کہا: بالا خانہ پر چڑھ جاؤ، قصاص میں تم ہی ان کی گردن مارو۔

مسلمؒ بن عقیلؒ کو بالاخانہ پرلے کر چلے۔وہ تکبیر و استغفار و صلوٰت پڑھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے:

اے اللہ! ہمارا اور ان لوگوں کا انصاف آپ کے ہاتھ میں ہے جنہوں نے ہمیں دھوکہ دیا، انہوں نے ہم سے جھوٹ بولا، ہمیں ذلیل کیا۔

قصر کی اس جہت میں جہاں آج شتر قصاب رہتے تھے، حضرت مسلمؒ کو لے گئے۔وہاں ان کو شہید کردیا۔اناللہ و انا الیہ راجعون۔

---

[1] تاریخ طبری ج۴۔ص ۱۷۰

امام مسلمؒ کوفہ میں آٹھویں ذی الحجہ ۶۰ھ بروز منگل تشریف لائے تھے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ مکہ سے کوفہ کی طرف حسینؓ کے روانہ ہونے کے بعد نویں ذی الحجہ بدھ کے دن روز عرفہ یہ واقعہ ہوا۔

حضرت حسینؓ مدینہ سے ۲۸ رجب ۶۰ھ اتوار کے دن مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور ۳ شب ذی الحجہ بروز جمعہ مکہ مکرمہ سے کوفہ جانے کے لیے نکلے۔

اسی دن مسلم بن عقیلؓ پر حملہ کیا گیا تھا اور مسلمؒ کے ساتھ مختار ثقفی اور عبداللہ بن حارث بھی نکلے تھے۔ مختار ثقفی سبز علم لیے ہوئے تھا اور عمرو بن حریث کے مکان پر آکر اس نے علم کو گاڑ دیا اور کہا کہ میں تو اس لیے نکلا ہوں کہ عمرو بن سعد کو روکے رہوں۔ اور عبداللہ بن حارث سرخ علم اٹھائے ہوئے تھے اور سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔

مسلمؒ بن عقیلؓ جب قصر کی طرف بڑھے تو کوفیوں نے مسلم بن عقیلؓ کا مقابلہ کیا۔ فریقین میں بڑی خون ریز جنگ ہوئی۔

ادھر ابن زیاد نے مختار ثقفی اور عبداللہ بن حارث کے گرفتار کرنے کا لوگوں کو حکم دیا اور انعام اس کے لیے مقرر کر دیا۔ دونوں شخص گرفتار ہو گئے اور قید کر دیئے گئے۔[1]

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۷۴

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

ایک روایت یہ بھی ہے کہ شریک بن اعور صفین میں حضرت عمارؓ بن یاسر کے ساتھ تھے۔ یہ ہانی بن عمرو کے گھر میں ٹھہرے۔

مسلمؒ بن عقیلؓ، مختار ثقفی کے گھر میں تھے کہ انہیں عبید اللہ بن زیاد کے آنے کا علم ہوا۔ یہاں ان کا رہنا سب کو معلوم ہو چکا۔ یہ بھی ہانی کے گھر میں چلے آئے۔

ہانیؓ نے انہیں پناہ دے دی تھی۔ ہانیؓ کو ابن زیاد نے بلا کر گرفتار کیا ہوا تھا۔ امام مسلمؒ کے قتل ہوتے ہی، اس نے حکم دیا کہ ہانیؓ کو بھی بازار میں لے جا کر ان کی گردن مار دو۔[1][2]

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] "ہانی کی شہادت اور امام مسلمؒ کا جنازہ و دفن" ابو مخنف لکھتے ہیں: اس کے بعد ہانی بن عروہ کو باہر لا کر قتل کر دیا گیا۔ جب یہ خبر مذحج کے لوگوں کو ملی تو انہوں نے آ کر ابن زیاد سے شدید جنگ کی۔ مذحج والوں نے لڑ کر دونوں لاشوں کو قبضہ میں لے لیا۔ دونوں کو غسل و کفن دیا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ (مقتل ابی مخنف ص ۵۸)

[2] طبری ج ۴ ص ۱۷۳

باب...10

حضرت امام حسینؓ کی کوفہ روانگی

(۱) عمر بن عبدالعزیز مخزومی کا بیان ہے کہ اہل عراق کے خط جب حضرت حسینؓ کے پاس آئے اور انہوں نے عراق کی طرف روانہ ہونے کا تہیہ کر لیا تو میں ان کے پاس گیا اور ابھی وہ مکہ ہی میں تھے۔ میں نے حمد و ثنائے حق تعالیٰ کے بعد کہا:

بھائی! میں آپ کے پاس ایک حاجت لے کر آیا ہوں اسے میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ہی کی خیر خواہی کا کلمہ ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو میں کہوں ورنہ ارادہ سے باز رہوں۔ میں نے کہا: سنا ہے آپ عراق کی طرف جانا چاہتے ہیں۔

اس سفر میں آپ کے لیے مجھے اندیشہ ہے۔ آپ اس شہر میں جاتے ہیں جس میں عہدہ دار اور امراء ہیں۔ ان کے پاس خزانہ ہے۔ لوگ درہم و دینار کے غلام ہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے، جو آپ کے مخالفین کا ساتھ دینے سے آپ کا ساتھ دینا بہتر سمجھتے ہیں وہی آپ سے آمادہ پیکار نہ ہو جائیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

عبداللہ بن عباس کی رائے

(۲) عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت حسینؓ کی روانگی کا ذکر سنا تو حضرت حسینؓ کے پاس آئے۔ کہا:

بھائی! لوگوں میں چرچا ہے کہ آپ عراق کی طرف روانہ ہونے کو ہیں۔ مجھ سے بیان تو کیجیے، آپ کیا قصد رکھتے ہیں؟ امام حسینؓ نے کہا: ان شاء اللہ تعالیٰ دو دن کے اندر روانہ ہو جاؤں گا۔

ابن عباسؓ نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں ایسا نہ کیجیے۔ واللہ آپ ان لوگوں میں جاتے ہیں۔ کیا انہوں نے اپنے حاکم کو قتل کر ڈالا ہے؟ اپنے شہروں کا انتظام کر چکے ہیں؟ اپنے دشمن کو وہاں سے نکال چکے ہیں؟ اگر یہ سب کچھ پہلے ہی وہ کر چکے ہیں تو آپ جائیے۔ اور اگر یہ بات ہے کہ انہوں نے فقط آپ کو بلایا ہی ہے اور حاکم ان پر اسی طرح مسلط ہے۔ اسی کے عہدے دار شہروں سے خراج وصولی کر رہے ہیں۔ تو آپ کو جنگ و جدل کے واسطے بلا رہے ہیں۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو دھوکہ دیں گے۔ آپ کو جھٹلائیں گے۔ آپ کی مخالفت کریں گے۔ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اور اگر آپ پر حملہ کریں گے تو ان کا حملہ سب سے سخت ہو گا۔

حضرت امام حسینؓ نے جواب دیا: میں اللہ سے خیر کا طالب ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی رائے

(۳) حضرت ابن عباسؓ وہاں سے اٹھے تو نواسہ صدیق اکبر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آئے۔ کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر کہنے لگے: یہ تو بتایئے آپ کا کیا ارادہ ہے؟

حضرت حسینؓ نے کہا: میرا دل تو یہی کہتا ہے کہ کوفہ چلا جاؤں۔ وہاں کے اشراف نے مجھے خط لکھے ہیں اور میں خدا سے خیر کا خواستگار ہوں۔

حضرت ابن زبیرؓ نے کہا: اگر آپ حجاز ہی میں رہ کر اس ریاست کا ارادہ کریں تو کوئی بھی ان شاء اللہ آپ کی مخالفت نہ کرے گا۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالواحد الحنفی

حضرت ابن عباس کی رائے کہ کوفہ نہ جائیں

پھر اسی شام کو یا دوسری صبح کو حضرت حسینؓ کے پاس، حضرت عبداللہ بن عباسؓ آئے اور کہا:

بھائی! میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں لیکن مجھے صبر نہیں آتا۔ اس راستہ میں مجھے آپ کے قتل ہونے کا خوف ہے۔ اہل عراق دغا پیشہ لوگ ہیں۔ ہرگز ان کے پاس نہ جاؤ۔ اسی شہر میں قیام کرو کہ تم اہل حجاز کے رئیس ہو۔ اگر اہل عراق تم کو بلاتے ہیں تو انہیں لکھو کہ اپنے دشمن سے پیچھا چھڑائیں۔ اس کے بعد ان کے پاس جاؤ۔

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۷۶

حضرت حسینؓ نے ان کو جواب دیا:

بھائی! واللہ میں جانتا ہوں کہ تم خیر خواہ و شفیق ہو لیکن میں تو روانگی کا مصمم ارادہ کر چکا ہوں۔

حضرت ابن عباس کا خدشہ کہ کہیں حضرت عثمانؓ کی طرح نہ ہو

حضرت ابن عباسؓ نے کہا:

اگر تم کوفہ جاتے ہی ہو تو عورتوں کو اور بچوں کو ساتھ لے کر نہ جاؤ۔ واللہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں حضرت عثمانؓ کی طرح تم بھی اپنی عورتوں اور بچوں کے سامنے قتل نہ کیے جاؤ۔[1]

حضرت امام حسینؓ اور ابن زبیرؓ کی گفتگو

ایک روایت یہ ہے کہ بعض حجاج نے حسینؓ و ابن زبیرؓ کو حجر اسود دروازہ خانہ کعبہ کے درمیان کھڑے ہوئے دیکھا۔ ابن زبیرؓ، حضرت حسینؓ سے کہہ رہے تھے کہ اگر آپ یہاں رہنا چاہتے ہیں تو رہیے حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیجیے۔ ہم آپ کے معین و شریک ہوا خواہ رہیں گے۔ آپ سے بیعت کریں گے۔

حضرت حسینؓ نے کہا مجھے یہ منظور نہیں۔ پھر دونوں حضرت ابن زبیرؓ اور حضرت حسینؓ چپکے چپکے باتیں کرتے رہے کہ ظہر کا وقت ہوا۔

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۷۷

حضرت حسینؓ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ پھر بال کتروائے اور عمرہ سے محل ہو گئے۔ [1]

عمرو بن سعید گورنر مکہ کا امام حسینؓ کے لیے امان نامہ

عمرو بن سعید، یزید کی طرف سے مکہ کے حاکم تھے۔ عبداللہ بن جعفر طیار، اور یحییٰ بن سعید نے گورنر مکہ عمرو بن سعید سے حضرت امام حسینؓ کے لیے امان نامہ لکھوا لیا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عمرو بن سعید کی طرف سے حسین بن علیؓ کو معلوم ہو کہ میں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو اس ارادہ سے باز رکھے جس میں آپ کی تباہی کا سامنا ہو۔ آپ کو وہ راستہ دکھائے جس میں آپ کی بہتری ہو۔ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ عراق کی طرف جاتے ہیں۔ میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ آپ کو اختلاف سے بچائے۔ اس لیے کہ اختلاف کرنے میں آپ کے قتل ہو جانے کا مجھے اندیشہ ہے۔ میں نے آپ کے پاس عبداللہ بن

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] چونکہ تاریخ طبری میں ۲۰۰ سال کے بعد امام طبری نے لوگوں سے سن سنا کر واقعات یکجا کیے۔ واقعات اکثر ابو مخنف شیعہ مؤرخ کی تاریخ سے لیے گئے ہیں۔ حضرت ابنِ عباسؓ کی رائے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ کے خارجی سازش کر رہے تھے، جس کا ابنِ عباسؓ کو خطرہ تھا۔ اس میں جس طرح راوی نے روایت نقل کی۔ امام طبری نے درج کر دی۔ راوی نے روایت میں عمرہ کا ذکر کیا، حج کا تذکرہ نہیں کیا۔ واللہ اعلم

جعفر و یحییٰ بن سعید کو بھیجا ہے۔ان کے ساتھ میرے پاس تشریف لے آئیں۔ میرے یہاں آپ کے لیے امان ہے، صلہ ہے، نیکی ہے، پناہ ہے۔ اس بارے میں اللہ کو گواہ اور کفیل و وکیل ونگہبان، میں قرار دیتا ہوں۔ والسلام علیک

حضرت امام حسینؓ نے جواب میں لکھا:

لوگوں کو اللہ عزوجل کی طرف جو دعوت دے اور اعمال نیک کرے وہ اللہ ورسول کا نافرمان نہیں ہو سکتا۔ میں مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں۔ مجھ کو تم نے امان اور صلہ نیکی کی طرف دعوت دی ہے۔ امان تو وہ ہے جو اللہ کی طرف سے ہو اور جو شخص دنیا میں اللہ سے نہیں ڈرتا وہ قیامت میں بھی اس پر ایمان نہ لائے گا۔ اللہ سے دعا ہے کہ دنیا ہی میں ہمارے دلوں میں اپنا ڈر پیدا کر دے۔ جس سے قیامت کے دن اس کی طرف سے امان ہم سب کو ملے۔ اگر تم نے اپنے خط میں میرے ساتھ صلہ اور نیکی کا ارادہ کیا ہے تو دنیا و آخرت میں تم کو جزائے خیر ملے۔ والسلام

حضرت حسینؓ جنگ کے لیے کوفہ نہیں جا رہے تھے

- خاندانِ رسالت کو حکومت کا کوئی لالچ نہ تھا اگر وہ حکومت کے خواہاں ہوتے تو حضرت حسنؓ اپنی قائم حکومت حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد نہ کرتے۔

• حضرت حسینؓ عراق میں صرف اہلِ کوفہ کی دعوت پر سکونت کے لیے آ رہے تھے۔

ایسا نہ ہوتا تو آپ اپنے سے پہلے اپنے کزن مسلمؒ بن عقیلؓ کو کوفہ کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے نہ بھیجتے اور اپنے ساتھ اپنی بیوی، بہن اور بچوں کو نہ لے جاتے۔ آپ صرف وہاں نقل مکانی کر رہے تھے۔

• جنگ کا ارادہ ہوتا تو آپ اس کے لیے آواز دیتے اور ان شاء اللہ ہزاروں مسلمان آپ کی آواز پر جمع ہو جاتے، اور اپنی جانیں پیش کرتے۔

• آپ جنگ کے لیے نہ نکلے تھے آپ کو کربلا کے میدان میں خارجیوں، کوفیوں نے سازش کر کے ظلماً شہید کیا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

• حضرت حسینؓ نے مدینے سے نکلتے یا راستے میں کہیں کسی کو اپنے ساتھ نکلنے اور جنگ میں اپنا ساتھ دینے کے لیے نہ کہا۔ اپنے ساتھ صرف اپنے کنبے کے لوگوں کو لے کر نکلے، اپنی بیوی، بہن اور بچوں کو ساتھ لے کر نکلے، بھلا اسے کوئی جنگ کی مہم کہہ سکتا ہے؟

نہیں! جب آپؓ نے کسی کو اپنے ساتھ نکلنے کے لیے کہا ہی نہیں تو اب اس پر کسی کو ملامت کرنا کہ وہ حسینؓ کے ساتھ کیوں نہ نکلے، کوئی سلیقے کی بات نہیں۔[1]

---

1 تلخیص حضرت حسین کے تین سفر جہاد۔ موٴلفہ علامہ خالد محمود

حضرت حسینؓ کے خیر خواہ جنہوں نے نقل مکانی سے منع کیا

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ

(۳) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

(۴) حضرت عبداللہ بن جعفرؓ

(۵) حضرت عبداللہ بن مطیعؓ

(۶) حضرت محمد بن علیؓ (ابن الحنیفہ)

(۷) حضرت زبیر بن الاصمؒ

(۸) حضرت ابی واقد اللیثیؓ

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

علامہ خالد محمود صاحب لکھتے ہیں: یہ وہ جلیل القدر شخصیتیں تھیں، ان میں سے کسی کی زبان سے یہ بات سنی نہ گئی کہ آپ جنگ نہ کریں۔ سب یہی کہتے رہے کہ کوفہ نقل مکانی نہ کریں، یہ کوفہ کے لوگ آپ کو وہاں بلا کر دھوکہ دے رہے ہیں۔ اس سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ آپ جنگ کے لیے نہ نکل رہے تھے۔

آپ نے کربلا میں جو تین تجاویز پیش کیں وہ بھی یہی بتلاتی ہیں کہ آپ جنگ کرنا نہ چاہتے تھے۔ یہ عبداللہ بن زیاد کا ظلم تھا کہ اس نے اس کنبہ اہل بیت پر حملہ کرنے کے احکام جاری کر دیئے اور امام حسینؓ کے خلاف جنگ کر کے ان کو جنگ کرنے پر مجبور کر کے ظلماً شہید کر

دیا۔ کوفی حکمرانوں نے میدان کربلا میں مذاکرات کے دوران جب حضرت حسینؓ سے پوچھا کہ آپ کس لئے یہاں آئے ہیں؟ آپؓ نے جواباً کہا: میں کوفہ والوں کے بلانے پر آیا ہوں۔ اگر ان لوگوں نے رائے بدل لی ہے تو میں مکہ واپس جانے کے لیے تیار ہوں۔[1]

کوفی خارجی سازش

حضرت علیؓ المرتضیٰ نے اپنے دور خلافت میں نہروان کے مقام پر کوفی حملہ آور خارجیوں کو ختم کیا تھا۔ جنگ نہروان میں اکثریت خارجیوں کی قتل ہو گئی تھی۔ جو بچ گئے وہ آپ کے دشمن ہو گئے اور خارجیوں نے ہی حضرت علیؓ المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمروؓ بن العاص کو قتل کرنے کی سازش کی جس میں حضرت علیؓ المرتضیٰ شہید ہو گئے، حضرت امیر معاویہؓ زخمی ہوئے اور حضرت عمروؓ بن عاص بھی بچ گئے۔

پھر حضرت امیر معاویہؓ کے دور خلافت میں بھی وہ خارجی بار بار بغاوت کرتے رہے اور حضرت امیر معاویہؓ اپنے حُسنِ تدبر سے خارجیوں کی سازش کو ناکام کرتے رہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد پہلے تو ۱۸ ہزار کوفیوں نے یزید سے علیحدہ ہو کر شیعان حسینؓ ہونے کا دعویٰ کیا اور حضرت امام

1 تلخیص "حضرت حسینؓ کے تین سفر جہاد" مؤلفہ علامہ خالد محمود

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

حسینؓ کو کوفہ بلایا۔

پھر جب حضرت حسینؓ کربلا کے میدان میں چاروں طرف سے گھیرے میں آگئے تو یہی کوفی اب آپ کی جان لینے کے درپے ہو گئے اور مقابلہ میں آکھڑے ہوئے۔

آخر آپؓ کو آپ کے عزیز و اقربا اور رفقا کو ظلماً شہید کر دیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ جن خیر خواہوں نے آپ کو کوفہ جانے سے روکا تھا، اکثر خیر خواہوں کی یہی رائے تھی کہ گو حضرت حسینؓ وہاں نقل مکانی اور عزلت گزینی سے کوفہ جارہے ہیں لڑنے کے لیے نہیں جارہے لیکن یہ لوگ آپ کو وہاں کسی پیرایہ امن میں نہ رہنے دیں گے۔

حضرت حسینؓ کو راستہ میں اطلاع کہ کوفہ میں آپ کا کوئی شیعہ نہیں

ابنِ جریر طبری روایت فرماتے ہیں کہ:

عبداللہ اور مذری دو شخص بنی اسد کے حج کو گئے تھے وہ بیان کرتے ہیں واپسی پر راستہ میں ایک شخص بنی اسد میں سے ملا جو کہ رائے و راستی و فضل و عقل رکھتا تھا اس نے ان سے بیان کیا کہ وہ کوفہ سے ابھی نہیں نکلا تھا کہ مسلم بن عقیل اور ہانی قتل ہو چکے تھے۔ یہ سن کر حضرت حسینؓ نے کہا: انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خدا کی رحمت ہو دونوں پر۔ آپ بار بار یہی کہتے رہے۔

خادم اہلسنت عبدالوحید

عبداللہ اور مذری نے کہا کہ ہم آپ کو اللہ کی قسم دیتے ہیں کہ اپنی جان کا اور اپنے اہل بیت کا خیال کیجیے اسی جگہ سے پلٹ جائیے۔ کوفہ میں نہ کوئی آپ کا یار و مددگار ہے نہ آپ کے شیعہ ہیں۔ بلکہ ہمیں تو خوف ہے اس بات کا کہ وہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے۔[1]

امام حسینؓ کی اپنے بھائی محمد بن حنفیہ سے گفتگو

شیعہ راوی ابو مخنف لکھتے ہیں:

امام حسینؓ محمد بن حنفیہ کے پاس آئے اور انہیں اپنے ارادے سے آگاہ کیا اور کہا: "میرا عراق جانے کا ارادہ ہے اور میں اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کے لیے بہت پریشان ہوں۔"

محمد حنفیہ نے کہا: میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ آپ ان لوگوں کے پاس نہ جائیں جنہوں نے آپ کے بابا کو قتل کر دیا۔ اور آپ کے بھائی سے چالبازی کی۔[2]

اپنے جد کی قبر کے پاس رہیں۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو خداوند تعالیٰ

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ ح ا ص ۱۸۷

[2] اس سے معلوم ہوا کہ عراق والے شیعہ خارجی تھے۔ کیوں کہ خارجیوں نے ہی حضرت علیؓ کو شہید کیا تھا جو بظاہر شیعان حسینؓ بن کر آپ کو بار بار خطوط کے ذریعہ دعوت دے رہے تھے۔ حضرت امام حسینؓ نے اس صورت حال میں کوفہ جانا ضروری سمجھا۔ بلانے والے یزیدی بھی نہ تھے ورنہ یزید کے خلاف خطوط کیوں لکھتے۔ حقیقت میں کوفی شیعہ و خارجی تھے بظاہر حسینیت کا روپ اپنایا ہوا تھا۔ حقیقی حسینی ہوتے تو گردن کٹا دیتے حضرت امام حسینؓ کا ساتھ ہرگز نہ چھوڑتے۔

کے حرم (مکہ) چلے جائیں وہاں آپ کے بہت ہمدرد ہیں۔

آپ نے فرمایا: عراق جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔[1]

امام حسینؓ سے ہشام اور عبداللہ بن عباسؓ کی گفتگو

شیعہ راوی ابی مخنف لکھتے ہیں: ہشام و عبداللہ بن عباسؓ، حضرت امام حسینؓ کے پاس حاضر ہوئے۔

ابن عباس کہنے لگے: اے میرے برادر عم! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا عراق جانے کا ارادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: جی ہاں! ایسا ہی ارادہ ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا: اے برادر عم آپ ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہیں جنہوں نے آپ کے والد کو شہید کیا اور بھائی سے دغابازی کی۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ کے ساتھ دغابازی کریں گے۔ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ یہاں سے نہ جائیں۔

لیکن امام حسینؓ ان کی بات پر رضامند نہ ہوئے۔ (مقتل ابی مخنف ص ٦١)

---

1 مقتل ابی مخنف ص ٦١

٦١ھ مدینہ سے کوفہ امام حسین کا آغاز سفر شیعہ راوی ابو مخنف لکھتے ہیں: امام حسینؓ مدینہ سے روانہ ہوئے اور "ذات عرق" پہنچ گئے۔ ابن زیاد نے حصین بن نمیر کو بلوا کر اس کے ہمراہ چار ہزار (۴۰۰۰) سوار روانہ کیے۔ وہ قطقطانیہ کے نزدیک "قادسیہ" جا کر خیمہ زن ہو گئے۔ اس کے بعد امام حسینؓ حاجز (بطن الرملہ) کے علاقے میں پہنچ گئے۔ (مقتل ابی مخنف ص ٦٢) گویا مدینہ سے عراق کے لیے سفر کر کے بطن رملہ پہنچ گئے۔ واللہ اعلم

ابو مخنف کی اس روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؓ مکہ سے کوفہ جاتے ہوئے پہلے مدینہ آئے پھر مدینہ سے عراق کے لیے روانہ ہوئے۔ کوفی راویوں نے واقعات کو مشکوک بنا دیا ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

حضرت حسینؓ کا بطن العقبہ میں قیام

جب حضرت حسینؓ بطن عقبہ میں جا کر اترے، بنی عکرمہ میں سے ایک شخص نے حسینؓ سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے حال بیان کر دیا۔ اس نے کہا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں آپ لوٹ جائیں۔ واللہ! برچھیوں اور تلواروں میں چلے جا رہے ہیں۔

جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے، اگر آپ کو جنگ و جدل کی زحمت سے بچا لیتے، خود سب کام درست کر چکے ہوتے۔ اس کے بعد آپ جاتے تو قرینِ مصلحت تھا۔

آپ نے جو حال بیان کیا ہے میں تو اس صورت میں نہ کہوں گا کہ آپ جائیں۔ آپ نے جواب دیا: اے بندۂ خدا! میں جانتا ہوں جو رائے تم نے دی ہے وہی ٹھیک ہے لیکن مشیتِ الٰہی سے چارہ نہیں۔ اس کے بعد آپ روانہ ہو گئے۔ (تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۸ا)

امام حسینؓ نے یزید کے پاس جانے کے لیے شام کا رخ کیا

علامہ ابنِ جریر طبری لکھتے ہیں:

ابنِ زیاد نے حکم دیا کہ کوفہ سے شام اور بصرہ تک کی راہیں بند کر دی جائیں نہ کسی کو اس راہ سے آنے دیں نہ جانے دیں، امام حسینؓ کو ان باتوں کی کچھ خبر نہ تھی۔

وہ اسی طرف آ رہے تھے۔ کچھ اعرابی راستہ میں ملے۔ حضرت امام

حسینؓ نے ان سے حال پوچھا۔ انہوں نے کہا اور تو کچھ معلوم نہیں سوا اس کے کہ نہ ہم کہیں جاسکتے ہیں، نہ آسکتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے یزید کے پاس جانے کے لیے شام کا رخ کیا۔ کربلا میں سواروں نے گھیر لیا۔ آپ اتر پڑے اور ان لوگوں کو خدا و دین کا واسطہ دینے لگے۔ (طبری ج ۴ ص ۱۳۸ حصہ اول)

برادران مسلمؒ کا قصاص پر اصرار

روایت ہے کہ حسینؓ بن علیؓ کو مسلمؒ بن عقیلؓ کا خط پہنچا تو آپ وہاں سے روانہ ہو کر ابھی اس مقام تک پہنچے تھے جہاں سے قادسیہ تین میل کے فاصلہ پر تھا۔ راستہ میں حُر بن یزید سے ملاقات ہوئی۔ حر نے کہا واپس چلے جائیں وہاں آپ کے لیے بہتری کی مجھے کوئی امید نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ مسلم بن عقیلؓ کے سب بھائی آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا: واللہ! جب تک مسلم کا انتقام نہ ہم لے لیں یا سب کے سب قتل نہ ہو جائیں واپس نہیں جائیں گے۔ (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۸۰)

امام حسینؓ کے ساتھ کوفیوں کا سلوک

حضرت امام حسنؓ کے ساتھ جن لوگوں نے دشمنی کی اور ان کو قتل کرنا چاہا، انہی لوگوں نے بعد میں حضرت امام حسینؓ کو دھوکہ دیا اور

آخر کار میدان کربلا میں آپ کے مقابلے پر آئے اور آپ کو شہید کر دیا۔ چناں چہ کوفیوں نے حضرت حسینؓ کو مکہ معظمہ میں جو خطوط لکھے ان میں یہ بھی تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین بن علی کے نام، ان کے شیعہ[1] مومنین و مسلمین کی طرف سے۔ جلد روانہ ہو جایئے۔ لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ سب کی رائے بس آپ ہی کے امر پر ہے۔ جلدی کیجیے، جلدی کیجیے۔ والسلام علیک[2]

(۲) علامہ باقر مجلسی نے بھی یہ لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ عریفہ شیعوں، فدائیوں اور مخلصوں کی طرف سے خدمت امام حسین بن علیؓ بن ابی طالب میں ہے، اما بعد بہت جلد آپ اپنے دوستوں اور ہوا خواہوں کے پاس تشریف لایئے کہ جمیع مردماں ولایت منتظر قدوم میمنت لزوم ہیں اور بغیر آپ کے دوسرے لوگوں کی طرف لوگوں کو رغبت نہیں۔[3]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] خط میں لفظ ''شیعہ'' لغوی معنٰی میں ہے، مراد رفقاء و پیروکار ہیں۔ کیوں کہ اُس وقت تک لفظ ''شیعہ'' بطور مذہب کے شروع نہیں ہوا تھا اور مذہبی نسبت سے نہیں بولا جاتا تھا۔ جو جس کا حامی ہوتا، اس کو اُسی کا شیعہ (یعنی ساتھی و پیروکار) کہا جاتا تھا۔

[2] تاریخ طبری ج ۴ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی

[3] جلاء العیون مؤلفہ شیعہ مؤرخ باقر مجلسی ج ۲ ص ۱۳۹ مطبوعہ لاہور

امام حسینؓ کا خط کوفہ والوں کے نام

ابی مخنف لکھتے ہیں:

امام حسینؓ نے یہ خط قیس بن مسہر صیداوی کو کوفہ لے جانے کے لیے دیا: مجھے مسلم بن عقیلؓ کی طرف سے ایک خط ملا تھا۔ جس میں نیک نیتی سے میری مدد کرنے کے لیے آپ لوگوں کی آمادگی کا اظہار تھا۔ میں اپنے اور آپ کے لیے خدا سے انجام بخیر ہونے کا طالب ہوں۔ جونہی میرا یہ خط ملے اپنا ارادہ مجھے لکھ بھیجیں۔

والسلام (مقتل ابی مخنف ۶۳)

امام حسینؓ کے ایلچی کی گرفتاری اور شہادت

شیعہ راوی ابومخنف لکھتے ہیں:

قیس بن مسہر صیداوی خط لے کر کوفہ روانہ ہوگئے۔ جونہی قادسیہ پہنچے۔ حصین بن نمیر نے انہیں گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پہنچوادیا۔[1]

[1] ابن زیاد ملعون نے قیس کو کہا کہ تم منبر پر جاکر کاذب کے بیٹے کاذب (معاذ اللہ امام حسینؓ) کی بد گوئی بیان کرو۔ قیس منبر پر گئے۔ خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبر پر درود بھیج کر کہا: اے لوگو! میں امام حسینؓ سے مقام حاجز (بطن الرملہ) پر الگ ہوا ہوں۔ انہوں نے مجھے بطور ایلچی آپ کی طرف بھیجا ہے۔ لہٰذا آپ لوگ انہیں خوش آمدید کہیں۔ اس کے بعد یزید اور ابن زیاد پر لعنت کی۔ اور امام حسینؓ، ان کے جد اور پدر پر درود بھیجا۔ (مقتل ابی مخنف ص ۶۳)
اس روایت سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ راوی نے بظاہر تو ابن زیاد کو ملعون لکھ کر اس سے منسوب

ابن زیاد نے اسے محل کی چھت سے گرا دینے کا حکم دیا۔ چناں چہ اسے چھت پر لے جا کر گرا دیا گیا اور اس کا جسم چُور چُور ہو گیا۔ خدا کی رحمت اس کی پاک روح کے ساتھ ہو۔ (مقتل ابی مخنف ص ۶۳)

زماعہ کے مقام پر امام حسینؓ کا خطبہ

شیعہ راوی ابو مخنف لکھتے ہیں: امام حسینؓ کے سفر کی ہر اگلی منزل میں ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ ”زماعہ“ کے مقام پر آپ نے قیام کیا اور ہمراہیوں کو خطاب کیا۔ خدا کی حمد اور رسول خدا ﷺ پر درود بھیجنے کے بعد بلند آواز میں اس طرح کلام کرنا شروع کیا:

اے لوگو! میں نے تمہیں یہ کہہ کر اکٹھا کیا تھا کہ عراق کے لوگ میرے مطیع ہیں۔ لیکن اب صحیح خبر ملی ہے کہ مسلم بن عقیلؒ اور ہانی بن عروہؒ قتل ہو چکے ہیں اور ہمارے حامیوں کو ذلیل و خوار کیا

الفاظ روایت کیے ہیں کہ اس نے کاذب ابن کاذب کے الفاظ حضرت علیؓ المرتضیٰ اور امام حسینؓ کے بارے میں کہے لیکن یہ الفاظ راوی کو کس راوی نے روایت کیے۔ یہاں راوی کا نام نہیں ہے، اس لیے یہ روایت صحیح معلوم نہیں ہوتی۔ یہ روایت کسی من گھڑت خارجی راوی نے گھڑ کر اصل میں حضرت علیؓ المرتضیٰ اور امام حسینؓ سے بغض نکالا ہے۔

راوی نے قیس بن مسہر صیداوی سے بھی لعنت کے الفاظ منسوب کیے ہیں یہ بھی من گھڑت معلوم ہوتے ہیں۔ خارجی اصل میں حضرت حسینؓ کے ہمدرد نہ تھے، ٹکراؤ کرا کر مسلمانوں کو پاش پاش کرنا چاہتے تھے۔ کیوں کہ علیؓ المرتضیٰ نے اپنے دورِ خلافت میں ان کی سرکوبی کی تھی۔

جارہا ہے۔ لہٰذا ہر جوان جو نیزہ و شمشیر کھا کر صبر کر سکے وہ ساتھ رہے ورنہ یہاں سے واپس چلا جائے۔ میں اس پر سے اپنا حق اٹھاتا ہوں۔ (مقتل ابی مخنف ص ۶۴)

صرف اپنے اہل بیت اور خاص دوست باقی رہ گئے

ابو مخنف شیعہ راوی لکھتے ہیں: یہ سن کر مجمع پر خاموشی طاری ہو گئی۔ کئی لوگ ایک ایک کر کے دائیں بائیں نکل گئے یہاں تک کہ صرف اپنے اہل بیت اور خاص دوست باقی رہ گئے۔[1]

وہ سب یہ کہتے تھے: خدا کی قسم ہم کبھی واپس نہیں پھریں گے۔ یا تو ان کے خون کا انتقام لیں گے یا خود موت کو گلے لگائیں گے۔ یہ سب لوگ ستر (۷۰) سے کچھ زیادہ تھے۔[2]

جو مکہ سے حضرت کے ساتھ چلے آرہے تھے۔ کیوں کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ نے اس عنوان کا خطبہ اس لیے دیا تھا کہ لوگ جان لیں کہ

---

[1] اس روایت سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام حسینؓ کے ساتھ چلنے والوں میں جو لوگ راستہ میں، ان کے اقتدار میں آنے کے خیال سے ساتھ ہو گئے تھے، وہ یہ سن کر جدا ہو گئے کہ اہل عراق کے ساتھ چھوڑنے سے حالات خطرناک ہو گئے ہیں۔ اب امام حسینؓ کے عراق پر غالب آنے اور صاحب اقتدار بننے کی بظاہر کوئی صورت نہیں رہی تھی۔ اس لیے وہ ساتھ چھوڑ گئے اور جو ساتھ رہے مع اہل بیت کے ستر (۷۰) سے کچھ اوپر تھے۔

[2] یہی شہدائے کربلا اور امام حسینؓ کا تاریخی کارنامہ ہے کہ کوفیوں کی بے وفائی اور یزیدیوں کی سازش کے انکشاف کے باوجود آپ مقابلہ پر ڈٹ گئے۔

وہ کس مقصد کے لیے جا رہے ہیں۔ لوگ میرے اس لیے پیرو (فرماں بردار) بنے ہیں کہ عراق حضرت کا ہے اور اہل عراق ان کے مطیع ہیں۔

(اس خطبہ کے سننے کے بعد) وہی دوست ساتھ رہے جو یہ جانتے تھے کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ (مقتل ابو مخنف ص ۶۴)

ابن زیاد کے لشکروں سے آمنا سامنا

جب اوائل لشکر ابن زیاد کے سوار آپ کو ملے تو آپ کربلا کی طرف مڑ گئے۔ ایک منسواڑی جو نشیب میں واقع تھی، اسے آپ نے پشت کی طرف رکھا۔ اس خیال سے کہ لڑائی ہو تو ایک ہی رخ سے ہو وہیں آپ اتر پڑے اور اپنے خیمے نصب کر دیے۔ آپ کے اصحاب میں پینتالیس سوار اور ایک سو پیادے تھے۔ (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۸۰)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عمرو بن سعد بن ابی وقاص کا لشکر آپ کی شرائط

عمرو بن سعد بن ابی وقاص کو عبید اللہ بن زیاد نے حسین بن علیؓ کی طرف روانہ کر دیا۔ جب یہ لشکر وہاں پہنچا تو حضرت حسینؓ نے اس سے کہا کہ تین باتوں میں سے ایک بات اختیار کرو۔

(۱) یا تو مجھے چھوڑ دو کہ میں جہاں سے آیا ہوں وہی چلا جاؤں۔

(۲) یا مجھے یزید کے پاس چلا جانے دو۔ (۳) یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو۔ عمرو بن سعد نے اس بات کو قبول کر لیا۔[1]

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۸۰

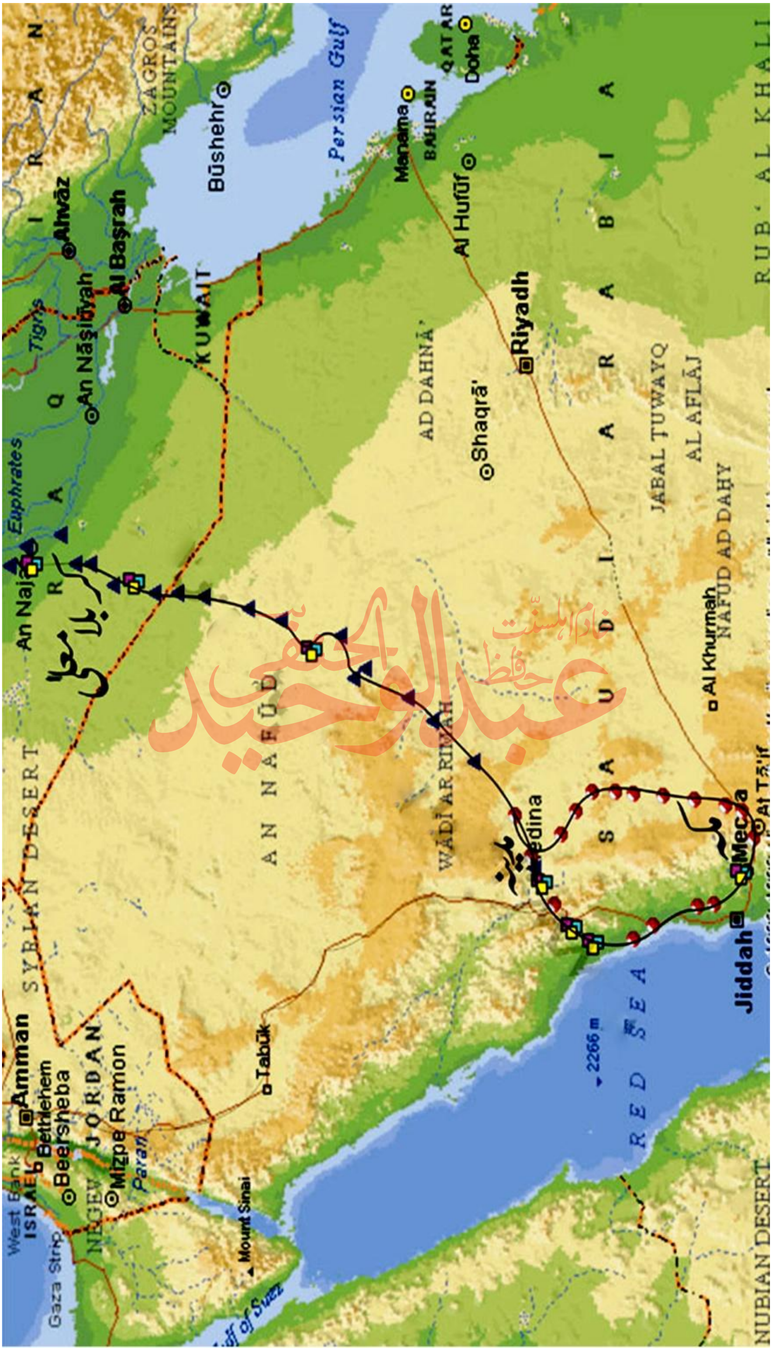

خادم اہلسنت
حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت حسینؓ کا اپنے ہمراہیوں سے خطاب

آپؓ کو جب حضرت مسلم بن عقیلؒ اور عبداللہ بن بقطرؒ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے سب لوگوں کو ایک تحریر پڑھ کر سنائی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایک بہت ہی سخت واقعہ کی خبر مجھے پہنچی ہے۔ مسلم بن عقیلؒ، ہانی بن مروہؒ، عبداللہ بن بقطرؒ قتل کیے گئے۔ ہمارے شیعوں[1] نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

تم میں سے جو کوئی جانا چاہتا ہے چلا جائے۔ میں نے تم سے اپنا ذمہ اٹھا لیا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سب لوگ متفرق ہو گئے۔ کوئی داہنی جانب چلا اور کوئی بائیں جانب۔ یہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جو لوگ مدینہ سے آپ کے ساتھ چلے تھے بس وہی رہ گئے۔[2]

آپؓ نے جو ایسا کیا تو یہ سمجھ کر کیا کہ یہ اعرابی جو ساتھ ساتھ چلے آتے ہیں، سمجھے ہوئے ہیں کہ حسینؓ کسی ایسے شہر میں جا رہے ہیں۔ جہاں سب لوگ ان کی اطاعت پر آمادہ ہیں۔ آپ کو مناسب نہ معلوم

---

[1] طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "شیعہ" لغوی معنی میں یہاں استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ یزید نے بھی اپنے خط میں اپنے حامیوں کے بارے میں یہی "شیعہ" کا لفظ استعمال کیا کہ ہمارے کوفہ کے شیعہ نے مجھے کہا ہے۔

[2] مدینہ منورہ سے آپ کے ساتھ خاندان کے افراد اہل سنت تشریف لے گئے اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ آپ کے ساتھ آخر وقت تک رہے۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

ہوا کہ ان کو ساتھ لے کر چلیں۔جب ان کو مفصل حال معلوم ہو جائے گا تو پھر وہی لوگ ساتھ دیں گے، جو میرا ساتھ دینے والے میرے ساتھ مرنے والے ہوں گے۔باقی سب متفرق ہو جائیں گے"۔[1]

سانحہ کربلا و شہادت حسینؓ

حضرت امام حسینؓ نے منزل شراف میں قیام کیا اور پھر چلتے چلتے ذو حسم تک پہنچے اور وہی اتر پڑے اور حکم دیا خیمے نصب ہو گئے۔

حُر کا لشکر

ایک ہزار سواروں کے ساتھ یہاں حر کا لشکر پہنچ گیا۔ابن زیاد کو جب یہ خبر ملی کہ حسینؓ آرہے ہیں تو اس نے حصین بن نمیر کو جو اس کے اہل شرطہ کا سردار تھا روانہ کیا اور حکم دیا کہ قادسیہ میں ٹھہرے اور قطقطانہ سے حقائق تک مورچے باندھے اور حر کو ہزار سوار دے کر اس سے آگے قادسیہ سے روانہ کیا کہ حضرت حسینؓ کی مزاحمت کرے اور آگے چلنے سے روکے رکھے۔

حضرت حسینؓ کی نماز ظہر کی امامت

یہاں ظہر کے وقت آپ نے حجاج بن مسروق جعفی کو حکم دیا کہ

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۸۷

اذان کہیں انہوں نے اذان دی۔

حضرت حسینؓ نے حر سے پوچھا تم لوگ کیا الگ نماز پڑھو گے حر نے کہا ہم سب آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔

مؤذن سے کہا اقامت کہو۔ حضرت حسینؓ نے سب کو نماز پڑھائی اور اپنے خیمہ میں چلے گئے۔

حضرت حسینؓ کی نماز عصر کی امامت

عصر کا وقت ہوا تو آپ نے حکم دیا۔ مؤذن نے نماز عصر کی اذان دی اور اقامت کہی۔ آپ آگے بڑھے، سب کو نماز پڑھائی۔ سلام پھیرا اور پھر سب کی طرف رُخ کر کے خطبہ دیا۔[1] (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۹۰)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

حر کو امام حسینؓ نے کوفیوں کے خطوط دکھائے

نماز عصر کے بعد امام حسینؓ نے فرمایا:

اگر تم کو ہم سے کراہت ہے اور ہمارے حق سے تم واقف نہیں ہو اور اپنے خطوں میں اور اپنے پیغاموں کی زبانی تم نے جو کچھ مجھ سے کہلا بھیجا ہے اب وہ تمہاری رائے نہیں ہے تو میں تمہارے پاس سے واپس چلا جاؤں؟

---

[1] حضرت حسینؓ نے نماز ظہر کی اذان الگ وقت پر دلوائی۔ جب عصر کا وقت آیا تو پھر عصر کی اذان دلوائی اور اہل سنت کا یہی عمل ہے۔ حضرت حسینؓ کی نماز سے بھی ظاہر ہوا کہ امام حسینؓ اہل السنّت میں سے تھے۔

حُر بن یزید نے جواب دیا: واللہ مجھے نہیں معلوم وہ کیسے خطوط تھے جن کا ذکر آپ فرما رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے عقبہ بن سمعان سے کہا: وہ دونوں تھیلے جن میں ان لوگوں کے خط ہیں، لاؤ۔

عقبہ بن سمعان، دونوں تھیلے نکال لائے۔ دونوں میں خط بھرے ہوئے تھے سب کے سامنے لا کر خطوں کو بکھیر دیا۔ حر نے کہا: جن لوگوں نے آپ کو خط لکھے تھے ہم ان میں نہیں ہیں اور ہم کو حکم ملا ہے کہ آپ کو ہم پا جائیں تو ابن زیاد کے پاس لے چلیں۔

حر کا حضرت حسینؓ کو مشورہ

حر نے کہا: آپ سے قتال کرنے کا مجھے حکم نہیں ملا ہے۔ مجھے اتنا ہی حکم ہے کہ جب تک آپ کوفہ میں نہ آئیں آپ کے پاس سے نہ سرکوں۔ آپ کہنا نہیں مانتے تو کسی ایسے راستہ پر چلیں جو نہ کوفہ کا راستہ ہو نہ مدینہ کا راستہ ہو۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ آپ بھی اگر جی چاہے تو یزید کو یا ابن زیاد کو لکھیں۔ اللہ کوئی صورت ایسی نکال دے کہ آپ کے کسی امر میں مبتلا ہونے سے میں بچ جاؤں۔[1] (تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص ۱۹۱)

[1] "واقعہ کربلا شیعہ راویوں کے نقطہ نظر میں" ابو مخنف شیعہ راوی لکھتے ہیں: امام حسینؓ بلند مقام پر کھڑے ہوئے۔ خدا کی حمد اور اپنے جد پر صلوٰت بھیج کر یوں فرمایا:
"خداوند تعالیٰ کی نظر میں اور تم لوگوں کے نزدیک اس وقت تک کوئی ذمہ داری نہ تھی جب تک تمہارے خطوط مجھے نہ ملے۔ جن میں تم لوگوں نے لکھا تھا کہ آپ ہمارے پاس آئیں۔ آپ کا نفع ہمارا نفع ہے اور آپ کا مخالف ہمارا مخالف (دشمن) ہے اور آپ کے علاوہ ہمارا کوئی اور امام نہیں ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بیضہ میں خطبہ

آپ راستہ تبدیل کر کے عذیب و قادسیہ کی راہ سے مڑ کر مقام بیضہ تک پہنچ گئے۔ یہاں آپ نے خطبہ دیا۔ اس میں حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

تمہارے خط میرے پاس آئے۔ تمہارے پیام میرے پاس آئے۔ میرے پاس تمہاری طرف سے بیعت کرنے کو اس بات پر آئے کہ تم میرا ساتھ نہ چھوڑو گے۔ مجھے دشمن کے حوالہ نہ کرو گے، اگر تم اپنی بیعتوں کو پورا کرو گے تو بہرہ مند ہو گے میں حسینؓ ہوں، علیؓ و فاطمہؓ بنت رسولؐ کا فرزند۔ میری جان تمہاری جانوں کے ساتھ ہے۔ میرے اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ ہیں۔ میں تمہارا پیشوا ہوں، اگر تم نے ایسا نہ کیا اور عہد و پیمان توڑا اور میری بیعت کو اپنی گردن سے نکال ڈالا تو قسم ہے اپنی جان کی یہ

اب اگر میرا یہاں آنا آپ کو پسند نہیں تو میں واپس چلا جاتا ہوں اور جہاں چاہوں گا چلا جاؤں گا۔
حر نے کہا: خدا کی قسم میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جنہوں نے آپ کو خط لکھے۔ حضرتؓ نے عقبہ بن سمعان سے کہا: دو خورجیں جو خطوں سے بھری ہوئی ہیں، لے آؤ۔
حضرتؓ نے خطوط نکال کر ان لشکر والوں کو پڑھ کر سنائے۔
حر کہنے لگا: جن لوگوں کے یہ خط ہیں ان میں سے میں کسی کو نہیں جانتا۔ میں تو فقط اس امر کا پابند ہوں کہ آپ کو کوفہ پہنچائے بغیر آپ سے جدا نہ ہوں۔ حضرتؓ نے فرمایا: اس سے پہلے تجھے موت آ جائے گی۔ (مقتل ابی مخنف ص ٦٦)

بات تمہاری کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہی سلوک تم نے میرے باپؓ، میرے بھائیؓ، میرے ابن عمؓ مسلمؓ کے ساتھ کیا ہے۔ جس نے تم پر بھروسہ کیا اس نے اپنے نفس کے لیے خطا کی۔ تم جو کرتے رہے اور بے بہرہ رہے۔ اللہ اب تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'[1]

حضرت حسینؓ کو خواب میں شہادت کی بشارت

حضرت حسینؓ چلتے چلتے قصر بنی مقاتل میں جا کر اترے۔ اس کے بعد وہاں سے روانہ ہوئے۔ ایک ساعت چلے تھے کہ آپ کو ذرا اونگھ آئی۔ پھر چونک کر کہا: "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔" دو یا تین بار یہی کلمہ آپ نے کہا۔

یہ سن کر آپ کے فرزند علی بن الحسینؓ گھوڑا بڑھا کر قریب آئے اور کہنے لگے:

"اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔"

ابا جان! میں آپ پر فدا ہو جاؤں، اس وقت آپ نے یہ کلمہ کیوں فرمایا؟

آپ نے کہا کہ اے فرزند! ذرا میری آنکھ جھپک گئی تھی۔ میں نے ایک سوار کو اپنے گھوڑے پر دیکھا۔ اس نے کہا لوگ تو چلے جا رہے ہیں

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۹۱

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اور موت ان کی طرف آ رہی ہے۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ ہم کو خبر موت سنائی گئی ہے۔ انہوں نے کہا: ابا جان! اللہ آپ کو ہر بلا سے محفوظ رکھے، کیا ہم لوگ حق پر نہیں؟

آپ نے فرمایا: قسم ہے اللہ کی! جس کے پاس جانا ہے، ہم حق پر ہیں۔ علی بن حسینؓ نے کہا: پھر ہمیں کچھ پروا نہیں۔ مریں گے تو حق پر مریں گے۔ آپ نے فرمایا: جَزَاکَ اللہ۔ باپ کی طرف سے جو فرزند کو بہترین جزا مل سکتی ہے، وہ تم کو ملے۔ (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۹۵)

منازلِ سفر از مدینہ منورہ تا کربلا (عراق)

منزل	از	تا	فاصلہ (تقریباً)	
			کلومیٹر	میل
پہلی منزل	مدینہ	معدن النقرہ	۱۰۷	۶۶
دوسری منزل	معدن النقرہ	حاجز	۱۰۲	۶۳
تیسری منزل	حاجز	بطن الرمہ	۱۰۴	۶۵
چوتھی منزل	بطن الرمہ	توز	۷۶	۴۷
پانچویں منزل	توز	فید	۹۳	۵۸
چھٹی منزل	فید	اجفر	۹۹	۶۲
ساتویں منزل	اجفر	خُزَیْمِیَہ	۷۲	۴۵
آٹھویں منزل	خزیمیہ	ابطان (قیر العبادی)	۱۲۴	۷۷

حافظ عبدالوحید الحنفی

منزل	از	تا	فاصلہ (تقریباً)	
			کلومیٹر	میل
نویں منزل	ابطان	زبالہ	۷۸	۴۸
دسویں منزل	زبالہ	واقصہ	۱۳۴	۸۳
گیارہویں منزل	واقصہ	ذو حسم (المغیثہ)	۹۳	۵۸
بارہویں منزل	ذو حسم	بیضہ بنی بوع	۱۱۰	٦۸
تیرہویں منزل	بیضہ	کربلا (عراق)	۴٦	۲۹

موجودہ پیائش کے مطابق مدینہ منورہ سے کربلا (عراق) کا کل فاصلہ ۱۲۳۸ کلومیٹر (۷٦۹ میل) بنتا ہے جو کہ تیرہ (۱۳) دنوں میں طے کیا گیا۔ اس حساب سے اگر ہم دیکھیں تو اوسط سفر تقریباً ۹۵ کلومیٹر (۵۹ میل) بنتا ہے جو ایک دن میں طے ہوتا رہا۔

اونٹوں کی اوسط رفتار ۸ کلومیٹر (۵ میل) سے ۱۰ کلومیٹر (٦ میل) فی گھنٹہ تک ہوتی ہے اور وقت کے لحاظ سے ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچنے کے لیے روزانہ تقریباً ۹ سے ۱۰ گھنٹے سفر ہوتا رہتا تھا یعنی رات دو بجے سے اگلے دن دوپہر گیارہ بارہ بجے تک سفر ہوتا تھا۔ یہ آج کے زمانے کے اونٹوں کی رفتار ہے، اگر اس وقت رفتار کچھ زیادہ ہوتی ہو گی تو وقت اس سے بھی کم لگتا ہو گا۔ واللہ اعلم

☆☆☆☆

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

باب...11

امام حسینؓ کربلا کے میدان میں

حضرت حسینؓ چلتے چلتے جب ایک قریہ میں پہنچے۔ آپ نے پوچھا: یہ کون سا قریہ ہے؟۔ بتایا گیا اس قریہ کا نام عقر (زخم) ہے۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! مجھے عقر (کربلا) سے بچانا اور آپ وہیں اتر پڑے۔ یہ ۲ محرم ۶۱ھ جمعرات کا دن تھا۔ اس کے دوسرے دن صبح عمرو بن سعد چار ہزار (۴۰۰۰) کی سپاہ لیے ہوئے کوفہ سے یہاں وارد ہوا۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

جس دن حضرت حسینؓ نینوا میں پہنچے تھے۔ اس کے دوسرے روز صبح کے وقت آپ کے مقابلہ کے لیے پہنچا۔ اور عزرہ بن قیس احمسی کو حکم دیا کہ حسینؓ کے پاس جا کر پوچھے کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ کیا ارادہ رکھتے ہیں عزرہ بن قیس ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے حضرت حسینؓ کو خط لکھے تھے۔ اور کوفہ بلایا تھا۔ اس کو آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم آئی۔

ابن سعد نے لشکر کے اور رئیسوں سے بھی جنہوں نے آپ کو خط لکھے تھے یہ پیام لے جانے کو کہا سب نے انکار کیا۔ یہ پیام لے جانا کسی کو گوارہ نہ ہوا۔

ابن سعد نے قرہ بن قیس حنظلی کو بھیجا۔ وہ آئے اور حضرت حسینؓ

سے پوچھا کہ ابن سعد نے یہ پوچھا ہے کہ آپ کیوں آئے؟

آپ نے جواب دیا کہ: تمہارے شہر والوں نے مجھے لکھا کہ آپ یہاں آئیں اب اگر میرا آنا انہیں ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا۔

قرہ ابن سعد کے پاس واپس گیا اور سب حال بیان کیا۔[1]

ابن سعد کا خط ابن زیاد کے نام

ابن سعد نے کہا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ان سے لڑنے اور ان کے ساتھ کشت وخون کرنے سے محفوظ رکھے گا اور ابن زیاد کو یہ خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں یہاں جب آکر حسینؓ کے قریب پہنچا تو ایک قاصد کو ان کے پاس بھیجا، ان سے میں نے پوچھا کہ یہاں آنے کا کیا سبب ہوا؟ اور وہ کیا چاہتے ہیں؟ کس چیز کے وہ طلب گار ہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھے، میرے پاس ان کے قاصد آئے۔ اور اس بات کے خواست گار ہوئے کہ میں یہاں آؤں، میں چلا آیا، اب میرا آنا اگر ان کو ناگوار، اور قاصدوں سے جو کچھ انہوں نے کہلا بھیجا تھا اب اس کے خلاف ان کی رائے ہوگئی ہے تو میں واپس چلا جاؤں گا"

[1] تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص ۱۹۸

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اس خط کا جواب ابن سعد[1] کو اس نے یہ لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تمہارا خط ملا جو کچھ تم نے لکھا ہے معلوم ہوا۔ حسینؓ سے کہو کہ یزید بن معاویہؒ سے وہ خود اور تمام انصار ان کے بیعت کریں۔ اگر انہوں نے بیعت کرلی تو پھر ہم جیسا مناسب سمجھیں گے کریں گے"۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۹۸)

حضرت حسینؓ اور عمرو بن سعد کی ملاقات

حضرت حسینؓ نے عمرو بن قرظہ بن کعب انصاری کو عمرو بن سعد کے پاس بھیجا کہ آج رات کو میرے اور اپنے لشکروں کے درمیان مجھ سے ملاقات کریں۔ ابن سعد بیس سوار ساتھ لے کر لشکر سے نکلا۔ آپ بھی بیس سوار ساتھ لے کر نکلے۔ جب ملاقات ہوئی تو آپ نے انصار سے کہا کہ سب ہٹ جائیں۔

ابن سعد نے بھی اپنے ہمراہیوں سے ہٹ جانے کو کہا کہ سب وہاں سے اتنی دور ہٹ گئے کہ جہاں نہ آواز سنائی دیتی تھی نہ بات۔ دونوں کی باتوں میں جب بہت طول ہوا کہ تھوڑی رات گزر گئی۔ پھر اپنے اپنے

[1] عمرو بن سعد بن ابی وقاص بھی حضرت امام حسینؓ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ وہ اس طرح کہ عمرو بن سعد کے دادا حضرت وقاصؓ حضور ﷺ کے ماموں تھے۔ اس نسبت سے حضرت وقاصؓ امام حسینؓ کے نانا کی امی حضرت آمنہ کے بھائی، حضور ﷺ کے ماموں اور عمرو بن سعد کے دادا تھے۔ عمرو بن سعد نہیں چاہتے تھے کہ حضرت حسینؓ سے لڑائی کی نوبت آئے لیکن کوفہ کے خارجیوں کی سازش سے لڑائی تک نوبت پہنچ گئی۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اصحاب کے ساتھ اپنے اپنے لشکروں میں چلے آئے۔ لوگوں نے اپنے اپنے وہم و گمان سے کہنا شروع کیا کہ حسینؓ نے ابن سعد سے کہا کہ تم میرے ساتھ ہو کر یزید کے پاس چلیں۔ دونوں لشکروں کو ہم یہیں چھوڑ دیں۔ لوگوں میں اسی بات کا چرچا تھا۔ بغیر اس کے کہ کچھ سنا ہو یا کچھ جانتے ہوں ایک دوسرے سے یہی ذکر کرتے تھے۔[1]

حضرت حسینؓ کی تین شرائط

لیکن مؤرخین کی ایک جماعت کا بیان ہے کہ آپ نے کہا: تین باتوں میں سے ایک بات میرے لیے اختیار کرو۔

(۱) یا تو یہ کہ جہاں سے میں آیا ہوں وہیں چلا جاؤں۔

(۲) یا یہ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں۔ اور وہ اپنے اور میرے درمیان جو فیصلہ چاہے کرے۔

(۳) یا یہ کہ مملکت اسلام کی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر مجھے روانہ کر دو میں ان لوگوں کا ایک شخص بن کر رہوں میرا نفع و نقصان ان کے نفع نقصان کے ضمن میں ہو گا۔[1]

یہ روایت بھی ہے کہ آپ نے یہ بات ہرگز نہیں کہی۔ جیسا لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دیں گے۔ یا یہ کہ کسی سرحد کی طرف بلاد اسلام کی مجھے روانہ کر دو۔

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۰

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

بلکہ آپ نے یہ کہا: مجھے اس وسیع و عریض زمین میں کسی طرف نکل جانے دو۔ میں دیکھوں کہ انجام کیا ہوتا ہے۔ اس نے ابن زیاد کو لکھا:۔ خدا نے آگ کے شعلہ کو بجھا دیا۔ اختلاف کو دفع کیا۔ قوم کی بہتری چاہی۔ حسینؓ اس بات پر راضی ہیں کہ جہاں سے آئے ہیں وہیں چلے جائیں۔

یا ملک اسلام کی سرحدوں میں سے جس سرحد پر ہم چاہیں انہیں بھیج دیں۔ وہاں ایک مسلم کی حیثیت سے وہ رہیں گے نفع و ضرر میں سب کا ساتھ دیں گے۔

یا امیر المومنین یزید کے پاس جا کر اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں گے۔ اپنے اور ان کے درمیان جو فیصلہ وہ چاہے کرے۔ اس میں آپ کی بھی خوشنودی ہے اور امت کی بھی بہتری ہے۔"[1]

ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا کہ ایسے شخص کا یہ خط ہے کہ اپنے امیر کا خیر خواہ، اپنی قوم کا شفیق ہے۔ اچھا میں نے قبول کیا۔[1]

شمر بن ذی الجوشن کی فتنہ انگیزی

شمر ذی الجوشن[2] نے ابن زیاد کو کہا:

---

[1] تاریخ طبری ج۴۔ حصہ اول ص ۲۰۰

[2] شمر بن جوشن کی پھوپھی حضرت اُم البنین بنت حزام حضرت علیؓ المرتضیٰ کے نکاح میں تھیں۔ اس نسبت سے رشتہ دار تھا لیکن اس موقع پر یہ بھی ساتھ چھوڑ کر خارجیوں کے ساتھ مل گیا تھا۔

واللہ! میں تو یہ سنتا ہوں کہ حسینؓ اور ابن سعد دونوں لشکروں کے درمیان رات بھر بیٹھے ہوئے باتیں کیا کرتے ہیں۔

پھر ابن زیاد نے ایک خط لکھ کر دیا اور کہا کہ یہ خط لے کر ابن سعد کے پاس جائیں۔ اسے چاہیے کہ حسینؓ اور ان کے انصار سے کہے کہ وہ سب میرے حکم پر اطاعت کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سب کو اطاعت گزاروں کی طرح میرے پاس بھیج دیں۔ اگر وہ اس بات کو نہ مانیں تو ان سے قتال کریں۔

اگر ابن سعد نے ایسا کیا تو اس کی اطاعت تم بھی کرو اور اسی کی بات کو مانو۔ اگر اس نے انکار کیا تو ان لوگوں سے تم خود قتال کرنا۔ تم ہی امیر لشکر ہو اور ابن سعد پر حملہ کرنا اور اس کی گردن مار دینا اور سر اس کا میرے پاس بھیج دینا۔[1]

ابن سعد کو جو خط ابن زیاد نے لکھا اس کا مضمون یہ تھا:

میں نے تمہیں حسینؓ کے مقابلے میں اس لیے نہیں بھیجا کہ تم ان کے بچانے کی فکر کرو یا ان پر احسان کرو یا ان کی سلامتی مناؤ یا ان کا

خارجی یزید کے تو سخت خلاف تھے، اسی لیے تو یزید کے مقابلہ کے لیے حضرت حسینؓ کو بلایا۔ اُن کی کوشش یہ تھی کہ جنگ ہو صلح نہ ہو۔

[1] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خارجیوں نے ابن زیاد کو ایسی خود ساختہ من گھڑت خبریں امام حسینؓ کے بارے پہنچائیں کہ ابن زیاد کو ابن سعد سے متنفر کر دیا۔ اس طرح خارجیوں کی سازش کا وہ شکار ہو گیا۔

سفارشی میرے سامنے بن بیٹھو۔

سنو! اگر حسینؓ اور ان کے انصار میرے حکم پر اطاعت کریں تو سب کو اطاعت گزاروں کی طرح میرے پاس بھیج دیں۔ اگر وہ نہ مانیں تو ان پر اس طرح لشکر کشی کرو کہ سب قتل ہو جائیں۔ اور اگر تجھے یہ منظور نہیں ہے تو ہماری خدمت سے اور ہمارے لشکر سے علیحدہ ہو جائیں۔ لشکر کو شمر پر چھوڑ دیں۔ ہم نے اس کو اپنے احکام بتادیے ہیں۔ والسلام [1]

ابن سعد کا ابن زیاد کے خط پر تبصرہ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

شمر جب ابن زیاد کا خط لے کر ابن سعد کے پاس آیا۔ اس نے خط کو پڑھا۔ ابن سعد نے شمر سے کہا: افسوس ہے تجھ پر۔ تم نے کیا حرکت کی؟ اللہ تیرے جیسے ہمسایہ سے بچائے۔ اللہ تجھے غارت کرے۔ یہ کیا تم میرے پاس لے کر آئے ہو؟ واللہ میرا یہی گمان ہے کہ تو نے ہی اس کی رائے کو پھیر دیا ہے کہ میری تحریر کو نہ مانے۔ جس معاملہ میں اصلاح کی ہم کو امید تھی تو تم نے اسے بگاڑ دیا۔

واللہ! حسینؓ گردن جھکانے والے شخص نہیں ہیں۔ ان کے پہلو میں وہ دل ہے جو برداشت نہیں کر سکتا۔

شمر نے کہا: یہ تو بتائیں آپ کا ارادہ کیا ہے؟ اپنے امیر کے حکم پر چلو

---

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۱۰۱

گے۔ اس کے دشمن کو قتل کرو گے؟ یہ نہیں کرنا تو لشکر کو مجھ پر چھوڑ دو۔

ابن سعد نے کہا: نہیں۔ تجھے لشکر نہیں مل سکتا۔ میں خود جنگ کروں گا۔ شمر نے کہا: پھر تمہیں کرو۔

ابن سعد اب لشکر لے کر چلا۔ یہ محرم کی نویں تاریخ تھی اور پنج شبہ (جمعرات) کا دن تھا اور شام کا وقت تھا۔

شمر آکر انصار حسینؓ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا ہم لوگوں کی بہن کے بیٹے کہاں ہیں؟ یہ سن کر عباس بن علیؓ، جعفر بن علیؓ اور عثمان بن علیؓ اس کے پاس آئے اور کہا کہ تمہیں کیا کام ہے؟ کہا: میری بہن کے فرزندو! تمہارے لیے امان ہے۔ ان نوجوانوں نے جواب دیا کہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔ تم ہمارے ماموں[1] ہو، ہم کو تو امان دیتے ہو اور رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فرزند کو امان نہیں دیتے۔ ہم تیری امان میں نہیں آتے۔[2]

ابن سعد کی طرف سے جنگ کرنے کا قصد

حضرت حسینؓ کو خواب میں بشارت

ابن سعد کی طرف سے اعلان جنگ کرتے ہوئے اس کے لشکر نے

---

[1] عرب ننھیال والوں کو ماموں کہتے ہیں۔ شمر کی پھوپھی ام البنین بنت حزام حضرت علیؓ بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں۔ ان کے بطن سے عباس، عبداللہ، جعفر اور عثمان پیدا ہوئے۔ عبداللہ بن ابی محل بن حزام نے کہا: ہماری بہن کے بیٹے حسینؓ کے ساتھ ہیں۔ یہ شمر کے بھانجے تھے۔

[2] تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص ۲۰۲

نمازِ عصر کے بعد گھوڑوں پر سوار ہو کر حضرت حسینؓ کے لشکر پر چڑھائی کر دی اس وقت امام حسینؓ اپنے خیمہ کے سامنے تشریف فرما تھے۔

اس کیفیت میں اونگھ آئی۔ حضرت حسینؓ نے سر اٹھایا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرماتے ہیں تم ہمارے پاس آجاؤ گے۔ (طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۲)

حضرت عباس بن علیؓ کے مذاکرات

جب ابن سعد کے لشکر کی آوازیں سنائی دیں تو حضرت عباس بن علیؓ نے حضرت حسینؓ کو ان کے قریب پہنچنے کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا: بھائی! ان لوگوں سے جا کر ملو، پوچھو تم کیا چاہتے ہو تمہارا ارادہ کیا ہے؟ ادھر آنے کا سبب کیا ہے؟

حضرت عباس بن علیؓ، بیس سواروں کو ساتھ لے کر جن میں زہیر بن قیس، اور حبیب بن مظاہر بھی تھے۔ ان لوگوں کے پاس آئے۔ اور پوچھا کہ تمہارا ارادہ کیا ہے؟

ان لوگوں نے کہا: امیر ابن زیاد کا حکم آیا ہے کہ تم لوگوں سے کہہ دیں کہ اس کے حکم کی اطاعت کرو۔ نہیں تو ہم تم سے لڑیں گے۔ حضرت عباس نے کہا کہ ذرا ٹھہرو! میں ابی عبد اللہ الحسینؓ کے پاس جا کر جو کچھ تم کہتے ہو ان سے عرض کر دوں۔

یہ لوگ ٹھہر گئے اور کہنے لگے: جا کر ان کو خبر کر دو۔ پھر ہم سے آکر

خادم اہلسنّت حافظ عبد الوحید

بیان کرو کہ وہ کیا کہتے ہیں؟

حضرت عباس گھوڑا دوڑا کر حضرت حسینؓ کے پاس یہ خبر لے کر چلے اور ان کے سب انصار ان لوگوں سے گفتگو کرنے کے لیے ٹھہرے رہے۔ ابن زیاد کے لشکر میں سے گفتگو کرنے والوں میں عزرہ بن قیس بھی تھا۔

حضرت حسینؓ کو خط لکھنے والے سے گفتگو

عزرہ قیس احمسی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

عزرہ بن قیس ان لوگوں میں سے تھا، جنہوں نے حضرت حسینؓ کو خط لکھ کر بلایا تھا۔ (تاریخ طبری ج۴ حصہ اول ص۱۹۷)

زہیر بن قین اور عزرہ کی گفتگو

زہیر بن قین نے عزرہ بن قیس کو مخاطب ہو کر کہا:

اے عزرہ! اللہ سے ڈر۔ میں تیری خیر خواہی کا کلمہ کہتا ہوں۔ اے عزرہ! اللہ کے واسطے ان نفوس ذکیہ کے قتل میں ان لوگوں کے ساتھ شریک نہ ہو۔ جو اس ضلالت کے بانی ہیں۔

عزرہ بن قیس نے کہا:

اے زہیر بن قین! اہل بیت کے شیعوں میں سے ہم تجھ کو نہیں جانتے تھے تم عثمانؓ والوں میں سے تھے۔

زہیر بن قین نے کہا: مجھے اس مقام پر دیکھ کر بھی کیا تو نہیں سمجھتا کہ میں انہیں لوگوں میں سے ہوں۔ سن! بخدا نہ میں نے کبھی کوئی خط لکھا نہ کبھی قاصد ان کے پاس بھیجا، نہ کبھی ان سے نصرت کا وعدہ میں نے کیا۔ ہوا یہ کہ راستہ میں ان سے ملاقات ہو گئی۔

ان کو دیکھ کر مجھے رسول اللہ ﷺ یاد آ گئے۔ اور ان کا مرتبہ جو ان کے رشتہ سے ہے، اس کا خیال آ گیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ کن دشمنوں میں اور تمہارے جرگہ کے لوگوں میں جا رہے ہیں۔

بس میری رائے یہ ہوئی کہ ان کی نصرت کروں اور ان کے جرگہ میں شریک ہو جاؤں۔ اپنی جان ان کی جان پر فدا کر دوں تاکہ جس حق خدا و حق رسول اللہ کو تم نے ضائع کر دیا ان کی حفاظت کروں۔[1]

مذاکرات کے ذریعہ ایک رات کے لیے جنگ موئخر

حضرت عباس کے آنے تک عزرہ بن قیس، زہیر بن قین، حبیب ابن مظاہر گفتگو کرتے رہے۔ اتنے میں حضرت عباس بن علیؓ گھوڑے پر واپس ان لوگوں تک آ پہنچے۔ اور کہا:

---

1 (تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۲۰۲) تاریخ طبری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام حسینؓ کو خط لکھنے والے شیعہ عزرہ بن قیس اور اس کے ہمنوا ابن زیاد کے لشکر سے حملہ آور ہوئے اور حضرت حسینؓ کے لشکر میں شامل زہیر بن قین اہل سنت تھے اور حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے حامیوں میں سے تھے اور اب حضرت حسینؓ کے لشکر میں امام حسینؓ کے ساتھ ہو کر ابن زیاد کے لشکر سے جنگ میں شامل ہوئے اور شہید ہوئے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

اے لوگو! ابو عبد اللہ الحسینؓ تم سے اس بات کا سوال کرتے ہیں کہ اس وقت تم سب واپس ہو جاؤ کہ وہ اس بارے میں غور کر لیں۔ یہ ایسی بات ہے کہ ابھی تک تمہارے اور ان کے درمیان اس بارے میں گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ کل صبح ان شاء اللہ پھر ہم لوگ ملیں گے۔ یا تو جس بات کو تم چاہتے ہو اور جو سلوک تمہیں منظور ہے۔ ہم اس پر راضی ہو جائیں گے یا ہمیں یہ بات ناگوار ہو گی تو انکار کر دیں گے۔

اس سے آپ کا مطلب یہ تھا کہ اس وقت ان لوگوں کو اور جنگ کو ٹال دیں جو کچھ کہنا سننا ہو کہہ سن لیں۔ اپنے اہل بیت سے وصیت کر لیں عباس بن علیؓ نے جب آ کر یہ بات کہی تو ابن سعد نے شمر ذی الجوشن سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟

شمر ذی الجوشن نے کہا: جو تمہاری رائے ہو۔ تم امیر لشکر ہو، تمہاری جو رائے ہو، وہی رائے ہے۔

ابن سعد اب لوگوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ان سے پوچھا: تمہاری کیا رائے ہے؟ یہ سن کر عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: سبحان اللہ! اگر یہ لوگ کفار ویلم سے ہوتے اور تم سے یہی سوال کرتے تو واللہ تمہیں قبول کر لینا چاہیے تھا۔ قیس بن اشعث نے کہا: یہ بات ان کی مان لے۔ اپنی جان کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کل صبح کو یہ لوگ تم سے لڑنے

کے لیے آمادہ ہو جائیں گے۔ ابن سعد نے کہا: مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ لڑیں گے تو میں اس وقت مہلت نہ دوں۔

حضرت عباس بن علیؓ نے جب حضرت حسینؓ سے آکر یہ بتایا کہ ابن سعد ایسا ایسا کہتا ہے۔ تو آپ نے حضرت عباس کو کہا کہ تم پھر پلٹ کر جاؤ تم سے ہو سکے تو ان لوگوں کو کل صبح پر ٹال دو اور آج کی شام کے لیے ان کو ہم سے دور کرو۔ آج کی رات ہم اپنے پروردگار کی عبادت کر لیں۔

اس سے دعا کر لیں، اس سے مغفرت طلب کر لیں۔ اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ اس کی عبادت کو اس کی کتاب قرآن کی تلاوت کو دعا و استغفار کی کثرت کو میں دوست رکھتا تھا۔

علی بن حسینؓ کہتے ہیں: ابن سعد کے پاس سے ایک قاصد ہم لوگوں کے پاس آیا اور ایسے مقام پر کھڑا ہوا، جہاں سے آواز سنائی دیتی تھی اور کہا کہ ہم نے تم لوگوں کو کل صبح تک کی مہلت دی ہے۔

اگر تم اطاعت کر لو گے تو تم کو اپنے امیر ابن زیاد کے پاس ہم روانہ کر دیں گے۔ اگر تم انکار کرو گے تو پھر ہم تم کو نہیں چھوڑیں گے۔[1]

حضرت حسینؓ کی اپنے ہمراہیوں کو جانے کی اجازت

ابن سعد جب لشکر کو لے کر واپس گیا۔ اس وقت شام ہونے کو تھی حضرت حسینؓ نے اپنے انصار کو جمع کیا۔

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۳

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

حضرت علی بن حسینؒ کہتے ہیں کہ میں یہ دیکھ کر آپ کے قریب گیا کہ سنوں کیا فرماتے ہیں؟ میں بیمار تھا۔ میں نے سنا کہ میرے والد اپنے انصار سے فرمارہے ہیں:

میں اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد بجالاتا ہوں۔ اور راحت و مصیبت میں اس کا شکر ادا کرتا ہوں۔ خداوند میں تیرا شکر بجالاتا ہوں کہ تونے ہم کو قرآن کی تعلیم دی، تونے ہم کو علم دین عطا کیا تونے ہم کو سماعت و بصارت و دل دیا۔ تونے ہم کو مشرکوں میں شمار نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد مجھے یہ کہنا ہے کہ:

میں سمجھ چکا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں صبح کو ہم لوگوں کی قضا ہے۔ تم سب کے بارے میں میری یہ رائے ہو چکی ہے کہ تم سب میری اجازت سے چلے جاؤ۔ میری طرف سے کوئی رکاوٹ تم پر نہیں ہے۔ دیکھو! رات کی تاریکی چھائی ہوئی ہے، اسے غنیمت سمجھو۔ تم میں ہر ایک شخص میرے اہل بیت میں سے ایک ایک شخص کا ہاتھ پکڑ لے۔ جب قلب مطمئن ہو سب اپنے اپنے قصبوں میں، شہروں میں نکل جاؤ۔ یہ لوگ میرے ہی طلب گار ہیں۔ مجھے قتل کرلیں گے تو پھر کسی اور کا خیال بھی نہیں کریں گے۔

یہ سن کر سب کہنے لگے: واللہ! ہم سے یہ نہ ہو گا۔ بلکہ ہم اپنی جانیں اپنا مال اپنے اہل وعیال کو آپ پر فدا کردیں گے۔ آپ کے ساتھ

مل کر قتال کریں گے۔ جو حال آپ کا ہو وہی ہمارا بھی ہو۔ خدا زندگی نہ دے جو آپ کے بعد ہو۔ (طبری ج ۴ ص ۲۰۴)

حضرت حسینؓ کا حضرت زینبؓ کو دلاسہ اور وصیت

حضرت حسینؓ نے اپنی بہن حضرت زینبؓ کو فرمایا:

اے بہن! اللہ کے لیے صبر کرو۔ اس بات کو سمجھو کہ روئے زمین پر سب مرنے والے ہیں۔ اہل آسمان بھی باقی نہ رہیں گے۔ بس اللہ کی ذات کے سوا جس نے اپنی قدرت سے اس زمین کو پیدا کیا ہے اور جو پھر مخلوق کو زندہ کرے گا اور سب کے سب واپس آ جائیں گے اور جو بیگانہ و تنہا ہے۔ سب چیزیں مٹ جانے والی ہیں۔ میرے باپ مجھ سے بہتر تھے۔ میری ماں، تجھ سے بہتر تھیں۔ میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے اور مجھے، ان سب کو اور ہر مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کے حال سے تسکین ہونی چاہیے۔

اسی طرح کے کلمے کہہ کر آپ نے سمجھایا۔ پھر کہا:

پیاری بہن! میں تم کو قسم دیتا ہوں، میری اس قسم کو پورا کرنا۔ میں مر جاؤں تو میرے غم میں گریبان کو چاک نہ کرنا، منہ کو نہ پیٹنا، ہلاکت و موت کو نہ پکارنا"۔

یہ کہہ کر آپ پھر خیمہ سے باہر چلے گئے۔[1]

[1] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۶، مقتل ابی مخنف ص ۷۳

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

میدان کربلا میں حضرت امام حسینؓ کی وصیت

ابو مخنف شیعہ راوی لکھتے ہیں:

امام حسینؓ نے بہن کی طرف نظر کی اور فرمایا: اے میری بہن! کہیں شیطان آپ سے صبر و بردباری نہ چھین لے۔ تمام زمین والوں کو موت آئے گی۔ آسمان والے باقی نہ رہیں گے۔ سوائے خداوندی تعالیٰ کی ذات کے ہر شے ہلاک ہو جائے گی یہ خدا کا فیصلہ ہے۔ ہماری بازگشت اس کی طرف ہے۔ میرے جد اور پدر جو مجھ سے بہتر تھے کہاں ہیں؟ میں بھی کامیابی سے ان کے راستے پر گامزن ہوں۔ اس کے بعد بہن کو تسلی دی اور فرمایا: میں آپ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ میری شہادت کے بعد نہ تو گریبان چاک کرنا اور نہ منہ پر طمانچے مارنا۔[1]

حسینی لشکر کی ترتیب اور تعداد

ابن سعد روز عاشورہ ۱۰ محرم ۶۱ھ شنبہ کا دن تھا یا جمعہ صبح کی نماز جب پڑھ چکا تو اپنی فوج کو ساتھ لے کر نکلا۔

حضرت حسینؓ نے بھی اپنے انصار کی صفیں ترتیب دیں۔ ان کے

---

[1] حضرت زینب اور تمام اہل بیت نے صبر و بردباری کی مثال قائم کی۔ اس لیے سب نے وصیت پر عمل کیا۔ اس کے برعکس سب روایات خارجیوں کی من گھڑت ہیں جن میں حضرت زینب اور خاندانِ اہل بیت کی بے صبری کی روایات ہیں۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ آپ کے ساتھ بتیس سوار تھے اور چالیس پیادے۔ کل ۷۲ افراد تھے۔ آپ نے لشکر کے میمنہ پر زہیر بن قین[1]، لشکر کے میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو مقرر کیا اور اپنا علم اپنے بھائی عباس بن علیؓ کو دیا۔ خیموں کو لشکر کی پشت کی جانب رکھا اور خیموں کے پیچھے آپ نے حکم دیا کہ لکڑیاں اور بانس جمع کر کے اس میں آگ لگا دی جائے تا کہ دشمن پیچھے سے نہ حملہ کر سکے۔

حضرت حسینؓ کے خیموں کے پیچھے زمین پست تھی جیسے پتلی سی نہر کھدی ہوئی ہوتی ہے۔ اسی کو شب کے وقت کھود کر خندق سا بنالیا تھا۔ اس میں لکڑیاں اور بانس ڈال دیتے تھے کہ صبح کے وقت جب دشمن پر حملہ کریں گے تو اس میں آگ لگا دیں گے کہ دشمن ہم سے ایک ہی رخ سے لڑیں۔ پیچھے سے وہ ہم پر حملہ نہ کر سکیں۔ یہی احتیاط انہوں نے کی اور ان کے کام بھی آئی۔[2]

کربلا میں افواج کا اجتماع اور تعداد

ابو مخنف شیعہ راوی لکھتے ہیں:

(۱) سب سے پہلا فوج کا دستہ جو کربلا میں امام حسینؓ کے ساتھ جنگ کے لیے پہنچا اس کا علمبردار عمرو بن سعد تھا، چھ ہزار سوار اس دستہ

[1] زہیر بن قین وہی ہیں جو حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے حامیوں میں شمار ہوئے تھے۔

[2] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۷

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

میں شامل تھے۔

(۲) اس کے بعد ابن زیاد نے شیث بن ربعی کو چار ہزار کا دستہ دے کر روانہ کیا۔

(۳) پھر عروہ بن قیس کو چار ہزار سوار دے کر بھیجا۔

(۴) پھر سنان بن قیس کو چار ہزار سوار دے کر روانہ کیا۔

اسی طرح کوفہ سے اسی (۸۰) ہزار کی تعداد کربلا میں اکٹھی ہو گئی، جن میں ایک فرد بھی (لشکر میں) شام یا حجاز کا نہیں تھا۔[1]

ابن سعد کے لشکر کی صف بندی

ابن سعد کے لشکر کا رئیس عبد اللہ بن زہیر ازدی تھا۔ ایک ربیع قبیلہ مذلج و اسد کے لوگ تھے۔ ان کا سردار عبد الرحمن بن ابی سیرہ تھا۔ ایک ربیع قبیلہ ربیعہ و کندہ کے لوگ تھے ان کا سردار قیسابن اشعت تھا۔ ایک ربیع قبیلہ تمیم و ہمدان کے لوگ تھے۔ ان کا سردار حُر تھا۔ حُر کے سوا یہ سب لوگ قتل حسینؓ میں شریک تھے۔ ایک حر تھا کہ ان لوگوں سے جدا ہو کر حضرت حسینؓ کی طرف چلا آیا اور آپ کے ساتھ شہید ہوا۔

---

1 (مقتل ابی مخنف ص ۷۳) ابو مخنف نے اسی کتاب میں پہلے ص ۴۰ پر لکھا ہے کہ: کوفہ کے لوگ دس دس بیس بیس یا اس سے کم و بیش مسلم بن عقیل کے پاس آتے رہے یہاں تک کہ اسی ہزار لوگوں نے بیعت کی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہی ۸۰ ہزار بیعت کرنے والے کربلا میں حسینؓ سے جنگ کے لیے پہنچ گئے جن میں شام اور حجاز کا کوئی فرد نہیں تھا گویا وہ سب کوفی تھے۔

ابن سعد نے لشکر کے میمنہ پر عمرو بن حجاج کو مقرر کیا۔ میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن ابن شرحیل بن اعور بن عمر بن معاویہ بن کلاب کو متعین کیا۔ رسالہ عزرہ بن قیس کو دیا۔[1] پیادے شبت بن ربعی کے حوالے کیے۔ اور اپنے غلام آزاد درید کو لشکر کا علم دیا۔[2]

کوفیوں نے امام حسینؓ کو یزید کے پاس جانے نہ دیا

ابنِ زیاد نے عمرو بن سعد، شمر بن ذی الجوشن و حصین بن نمیر کو بھیجا تھا۔ "آپ نے ان کو کہا کہ مجھے یزید کے پاس چلا جانے دو۔ اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں گا۔"

ان لوگوں نے جواب دیا کہ سوا اس کے کہ ابنِ زیاد کے حکم پر تم راضی ہو جاؤ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

جن لوگوں کو ابنِ زیاد نے بھیجا تھا ان میں حر بن یزید نہشلی بھی ایک رسالہ کے رئیس تھے انہوں نے جب حسینؓ کی درخواست کو سنا تو ان لوگوں سے کہنے لگے، کیا تم ان کی درخواست کو قبول نہ کرو گے۔ واللہ اگر ترک ویلم میں سے کوئی بھی یہ درخواست تم سے کرتا تو اس کا بھی رد کرنا تم کو جائز نہ تھا۔ انہوں نے حکم ابنِ زیاد کے سوا ہر بات کا انکار کر دیا

---

[1] عزرہ بن قیس ہی نے حضرت امام حسینؓ کو کوفہ آنے کے لیے خط لکھا تھا۔ لیکن بعد میں ابن زیاد کے ساتھ مل گیا اور کربلا میں گھوڑا سوار دستہ کا رسالہ دار تھا۔

[2] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۰۷

عبدالوحید خادم اہلسنت

حرؒ بن یزید نے اپنے گھوڑے کا منہ پھیر دیا اور حسینؓ اور انصار حسینؓ کی طرف چلے۔ یہ لوگ سمجھے کہ حُر ہم سے لڑنے کو آ رہا ہے۔ حر نے ان کے قریب آ کر اپنی سپر الٹی کر لی اور سب کو سلام کیا اور اس کے بعد ابنِ زیاد کی فوج پر حملہ کر دیا اور ان میں سے دو شخصوں کو قتل کیا اور خود بھی قتل ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خدا ان پر رحمت کرے۔[1]

امام حسینؓ سے جنگ کرنے والے سب کوفی تھے

شیعہ مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں:

حضرت حسینؓ کے قتل کے موقع پر جو فوجیں موجود تھیں اور جنہوں نے آپ سے جنگ کی اور آپ کو قتل کیا وہ سب کے سب خاص کوفہ کے رہنے والے تھے۔ ان میں کوئی شامی آدمی نہ تھا۔[2]

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

جنگ میں پہل کرنے سے حضرت حسینؓ کی ممانعت

مسلم بن عوسجہ نے کہا:

یا ابن بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ پر فدا ہو جاؤں! حکم کریں تو شمر کو تیر ماروں، میری زد میں ہے۔ تیر خطا نہ کرے گا۔ یہ فاسق بہت بڑے جباروں میں سے ہے۔

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۸۳

[2] تاریخ المسعودی ج ۳ ص ۹۰

آپ نے فرمایا: تیر نہ مارنا۔

ابتدا ادھر سے کرنا مجھے گوارہ نہیں۔ اور آپ کے ساتھ ایک گھوڑا تھا۔ اس کا نام لاحق تھا۔ اس گھوڑے پر علی بن حسینؓ کو سوار کیا۔ جب دشمن آ پہنچے تو آپ نے اپنے ناقہ (اونٹ) کو طلب کیا۔ اس پر سوار ہوئے اور بہت بلند آواز سے پکار کر تاریخی خطبہ دیا۔

حضرت حسینؓ کا میدان کربلا میں جنگ سے پہلے تاریخی خطبہ

لوگو! میری بات سنو! میرے ساتھ جلدی نہ کرو۔ جو باتیں تم سے کہنا ضروری ہیں، مجھے کہہ لینے دو۔ اور تم لوگوں کے پاس چلے آنے کی وجہ مجھے بیان کر لینے دو۔ اگر میرا عذر مان لوگے، میری بات کو سچ سمجھوگے، میرے ساتھ انصاف کروگے تو تم نیکی حاصل کروگے۔ اور پھر مجھ پر الزام نہ دھر سکوگے اور اگر تم میرا عذر نہیں مانتے اور میرے ساتھ انصاف نہیں کرتے۔ تو میری بات سنو!

اَوَ لَمْ یُبَلِّغْکُمْ قَوْلٌ مُسْتَفِیْضٌ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ لِیْ وَ لِاَخِیْ اَنْتُمَا سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَ قُرَّۃُ عَیْنِ اَھْلِ السُّنَّۃِ فَاِنْ صَدَّقْتُمُوْنِیْ بِمَا اَقُوْلُ وَ ھُوَ الْحَقُّ وَ اللّٰہِ مَا تَعَمَّدْتُ کِذْبًا۔[1]

کیا تم کو یہ خبر نہیں پہنچی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے میرے اور میرے

---

[1] تاریخ ابن خلدون مترجم اردو ج دوم ص ۵۳۳ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۲۶ طبع بیروت

بھائی (حضرت حسنؓ) کے حق میں یہ فرمایا تھا کہ تم دونوں نوجوانانِ جنت کے سردار ہو اور تم دونوں اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو؟ پس جو میں نے تم سے کہا ہے اس کی تصدیق کرو یہی سچ ہے۔ بخدا میں نے جھوٹ نہیں بولا"

(۲) پھر آپ نے فرمایا:

اگر تم مجھ کو جھوٹا سمجھتے ہو تو سنو! تم میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ ان سے تم پوچھو تو وہ بیان کریں گے۔ ان سے پوچھ کر دیکھ لو۔ یہ لوگ بیان کریں گے، انہوں نے میرے اور میرے بھائی کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے یہی سنا ہے۔ کیا یہ امر بھی میرا خون بہانے میں تم لوگوں کو مانع نہیں ہے؟

(۳) پھر آپ نے فرمایا:

تمہیں اس بات میں اگر شک ہے تو کیا اس امر میں بھی شک ہے کہ میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں؟ واللہ! اس وقت مشرق سے مغرب تک میرے سوا کوئی شخص تم میں سے ہو یا تمہارے سوا ہو۔ کسی نبیؐ کا نواسہ نہیں ہے۔ اور میں تو خاص کر تمہارے نبی ﷺ کا نواسہ ہوں۔ یہ تو بتاؤ کیا تم اس لیے میرے درپے ہو کہ میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے؟ یا تمہارے کسی مال کو ڈبو دیا ہے؟ یا میں نے کسی کو زخمی کیا ہے کہ اس کا قصاص مجھ سے چاہتے ہو؟

اب کوئی آپ کی بات کا جواب نہیں دیتا تھا۔ آپ نے پکار کر کہا:

اے شبث بن ربعی! اے حجار بن الجبر!

اے قیس بن اشعث! اے یزید بن حارث!

تم لوگوں نے کیا مجھے یہ نہیں لکھا تھا کہ میوے پک چکے ہیں۔ باغ سرسبز ہو رہے ہیں۔ تالاب چھلک رہے ہیں۔ آپ کی نصرت کے لیے لشکر یہاں آراستہ ہیں۔ آیئے!

ان لوگوں نے جواب دیا: ہم نے یہ نہیں لکھا تھا۔[1]

آپ نے کہا: نہیں واللہ تم نے لکھا تھا۔ لوگو! میرا آنا تمہیں ناگوار ہوا ہو تو دنیا میں کسی گوشہ امن کی طرف مجھے چلا جانے دو۔

قیس بن اشعث نے کہا: آپ اپنے چچازاد بھائی ابن زیاد کے حکم پر کیوں نہیں اُتر آتے؟ پھر وہ آپ کے بھائی ہیں۔ یہ سب آپ سے اسی طرح پیش آئیں گے جیسا آپ چاہتے ہیں۔ ان کی طرف سے کوئی امر آپ کے ناگوار خاطر ہرگز ظہور میں نہ آئے گا۔

آپ نے جواب دیا:

واللہ! میں ذلت کے ساتھ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہاتھ دینے والا نہیں، نہ غلاموں کی طرح اطاعت کا اقرار کرنے والا ہوں۔"

---

[1] اس گفتگو سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بے شمار جعلی خطوط لکھے گئے تھے۔ حضرت امام حسینؓ کا کلام سچا ہے کیوں کہ اُن کو یہ خطوط ملے تھے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یہ کہہ کر آپ نے ناقہ کو بٹھا دیا۔ عقبہ بن سمعان کو حکم دیا۔ انہوں نے ناقہ کو باندھ دیا۔ اب دشمنوں نے آپ پر حملہ کرنا شروع کیا۔[1]

زہیر بن قین ؓ کا خطاب: ہم ایک دین، ایک ہی ملت پر ہیں

زہیر بن قین ؒ ایک تیار گھوڑے پر سوار ہتھیار لگائے ہوئے نکل آئے اور کہا:

اے اہل کوفہ! عذاب خدا سے ڈرو۔ سنو! مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کرنا واجب ہے۔ ہمارے تمہارے درمیان جب تک تلوار انہیں آئی اس وقت تک ہم تم بھائی بھائی ہیں۔

ایک دین پر، ایک ہی ملت پر ہیں۔ ہماری خیر خواہی کے تم لائق ہو۔ جب تلوار درمیان میں آجائے گی، پھر مروت منقطع ہو جائے گی۔ اللہ نے ہمیں اور تمہیں اپنے نبی محمد ﷺ کی ذریت کے بارے میں امتحان میں ڈالا ہے۔ تاکہ دیکھ لے ہم کیا کرتے ہیں؟ تم کیا کرتے ہو؟ ہم لوگ تم کو اس امر کی طرف بلاتے ہیں کہ زیاد کے بیٹے عبید اللہ کا ساتھ چھوڑ کر ذریت رسول اللہ ﷺ کی نصرت کرو۔ اگر تم ان کی نصرت نہیں کرتے تو اللہ کے واسطے ان کے قتل سے تو باز آجاؤ۔ ان کو ان کے ابن عم یزید کی رائے پر چھوڑ دو۔

میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یزید تمہارے اطاعت گزاروں

---

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۱۰

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

سے حسینؓ کے قتل کیے بغیر راضی رہے گا۔

یہ سن کر شمر ذی الجوشن نے ایک تیر زہیرؓ بن قین کو مار کر کہا: خاموش! تم نے ہم لوگوں کا دماغ پریشان کر دیا۔

زہیر بن قینؓ نے جواب دیا: میں تجھ سے خطاب نہیں کرتا۔ و اللہ! حسینؓ کے ساتھ مر جانا، تم لوگوں کے ساتھ زندگانی جاوید سے میں بہتر جانتا ہوں۔ یہ کہہ کر زہیر بن قینؓ نے باآواز بلند سب لوگوں کی طرف خطاب کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے بندو! اپنے دین سے نہ پھرنا۔ واللہ! محمد ﷺ کی شفاعت ان لوگوں کو نہ پہنچے گی، جنھوں نے ان حضرات ذریت اہل بیت کا خون بہایا اور ان کی نصرت کرنے والوں، ان کے اہل بیت کے بچانے والوں کو قتل کیا۔

اسی اثنا میں ایک شخص نے زہیرؓ بن قین کو پکارا اور کہا: ابو عبد اللہ الحسینؓ تم سے کہتے ہیں کہ اب چلے آؤ اور فرماتے ہیں:

قسم ہے اپنی جان کی! اگر مومن آل فرعون نے اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور انہیں حق کی طرف بلانے میں انتہا کر دی تو تم نے بھی ان لوگوں کی خیر خواہی کی انتہا کر دی۔ کاش! تمہاری خیر خواہی اور انتہائی کوشش ان کو کچھ نفع دے۔[1]

---

[1] طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۲۱۱

خادم اہلسنت عبد الوحید الحنفی

حُرؓ کا اپنے قبیلہ سے خطاب

حُرؓ یہ سن کر اپنے اصحاب کی طرف بڑھے اور کہا: لوگو! حسینؓ نے جو باتیں پیش کی ہیں، ان میں کسی بات کو تم نہیں مانتے کہ اللہ تم کو ان کے ساتھ جنگ و جدل میں مبتلا ہونے سے بچا لے۔ لوگوں نے کہا: ہمارا امیر عمرو بن سعد موجود ہے، اس سے گفتگو کرو۔

حُرؓ نے یہ جواب سن کر پھر وہی گفتگو ابن سعد سے کی، پہلے جو گفتگو اپنے اصحاب سے کر چکے تھے۔

ابن سعد نے جواب دیا: میری خواہش یہی تھی۔ اگر ہو سکتا تو میں یہی کرتا۔ اب حُرؓ نے اہل کوفہ کو خطاب کرتے ہوئے کہا: اللہ تم کو ہلاک اور تباہ کرے کہ تم نے انہیں بلایا اور جب وہ چلے آئے تو انہیں دشمن کے حوالہ کر دیا۔ تم کہتے تھے کہ ان پر ہم اپنی جان کو نثار کریں گے اور اب انہیں پر ان کے قتل کرنے کے لیے حملہ کر رہے ہو۔

ان کو تم نے گرفتار کر لیا۔ ان کا دم بند کر دیا۔ ان کو چار جانب سے گھیر لیا۔ ان کو اللہ کی بنائی ہوئی وسیع و عریض زمین میں کسی طرف نہ نکل جانے دیا کہ وہ اور ان کے اہل بیت امن سے رہتے۔

اب وہ ایک قیدی کی طرح تمہارے ہاتھ میں آ گئے ہیں۔ اپنے نفس کے لیے اچھا یا برا کچھ نہیں کر سکتے۔ تم نے ان کو، ان کے اہل حرم کو ان کے بچوں کو ان کے رفیقوں کو بہتے ہوئے آب فرات سے روکا۔

اگر آج کے دن اسی وقت تم اپنے ارادہ سے باز نہ آئے اور تم نے توبہ نہ کی تو اللہ تمہیں تشنگی محشر میں سیراب نہ کرے گا۔

حُرؒ پر پہلا حملہ

حُرؒ کی یہ باتیں سن کر عمرو ابن سعد کے لشکر نے حُرؒ پر تیر برسانے شروع کیے۔ حُرؒ وہاں سے پلٹے اور حضرت حسینؓ کے سامنے آکر کھڑے ہو گئے۔

اصحاب حسینؓ کا جوابی شدید حملہ

شمر ذی الجوشن نے اپنے میسرہ کے ساتھ حضرت حسینؓ کے میسرہ پر حملہ کیا۔ یہ سب لوگ اپنی جگہ سے نہ سرکے۔ شمر کو اور اس کے ساتھیوں کو مارنے لگے۔ اب حسینؓ اور انصار حسینؓ پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ عبداللہ عمر کلبی اسی حملہ میں شہید ہو گئے۔ اصحاب حسینؓ نے بڑی شدت سے جوابی حملہ کیا۔ ادھر کل بتیس سوار تھے۔
انہوں نے جب حملہ کیا، جدھر رخ کیا، اہل کوفہ کے سواروں کو شکست دی۔ عزرہ بن قیس اہل کوفہ کا سرخیل تھا، اس نے دیکھا کہ اس کے رسالہ کے سوار ہر طرف سے پسپا ہو رہے ہیں۔

معرکہ کربلا کے شہداء

(۱) مسلم بن عوسجہ اسوی، انصار حسینؓ میں سے زخمی ہو کر گرے

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اور شہید ہو گئے۔

(۲) عبید اللہ بن عمر کلبی، انہوں نے پہلے دشمنوں کو قتل کیا، پھر بڑی شدت اور جرأت سے جوابی حملہ کر رہے تھے کہ ہانی بن ثبت حضرمی و بکیر بن حی تیمی نے ان پر حملہ کیا اور انہی دونوں نے انہیں قتل کیا۔ یہ انصار حسینؓ میں سے مقتول ہوئے۔ پھر گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔

حضرت حسینؓ پر ابن نمیر کندی کا حملہ

حضرت حسینؓ اس دن پہروں اس حالت میں رہے کہ جو شخص آپ کی طرف بڑھتا تھا، آپ کے قریب پہنچ کر واپس چلا جاتا تھا۔ آپ کے قتل کرنے اور اس گناہ عظیم کے سر پر لینے سے جھجک جاتا تھا۔

اسی اثنا میں مالک بن نمیر کندی نے آپ کے سر پر تلوار ماری۔ کلاہ برنس آپ پہنے ہوئے تھے، تلوار برنس کو کاٹتی ہوئی سر تک پہنچ گئی۔ زخم کے خون سے ٹوپی لبریز ہو گئی۔ آپ نے ٹوپی کو اتار ڈالا۔ ایک اور ٹوپی منگوا کر پہنی اور عمامہ باندھ لیا۔

حضرت حسینؓ پر شمر کا حملہ

اس کے بعد شمر پیادوں کو لے کر آپ کی طرف بڑھا۔ آپ حملہ کرتے تھے تو سب بھاگ جاتے تھے۔ اس کے بعد دشمنوں نے سب طرف سے آپ کو گھیر لیا۔ پھر جو پیادے ہجوم کیے ہوئے تھے، آپ نے

ان سے مقابلہ کیا۔ سب کے سب پسپا ہو گئے۔ آپ کے انصار میں تین چار شخص صرف باقی رہ گئے۔

ابن سعد اس وقت حسینؓ کے قریب آیا تو خیمہ سے حضرت زینب کہنے لگیں: اے ابن سعد! حسینؓ قتل ہو رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے۔

O عبداللہ بن عمار کی روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ ابن سعد کے آنسو نکل آئے۔ داڑھی تک بہتے ہوئے گئے۔[1]

O حمید بن مسلم کہتا ہے کہ آپ خز کا جبہ پہنے ہوئے تھے، عمامہ باندھے ہوئے تھے وسمہ خضاب کیے ہوئے تھے۔ پیدل ہو کر اس طرح قتال کر رہے تھے، جیسے کوئی شہ سوار فاصلہ سے خود کو بچاتے ہوئے کمین گاہوں سے اپنا موقع ڈھونڈتا جائے، سواروں پر حملہ کرتا جائے۔ اور شہید ہونے سے پہلے آپ کو یہ کہتے ہوئے میں نے سنا:

میرے قتل کرنے پر کیا تم امادہ ہو۔ حق تعالیٰ مجھ پر کرم کرے گا۔
پھر میرا انتقام تم سے اس طرح لے گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے۔
واللہ! تم لوگوں میں اللہ آپس میں کشت وخون ڈلوا دے گا۔[2]

[1] طبری کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ قاتل بھی مقتول کا ماتم کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابن سعد اپنی فوج سے حسینی لشکر کو قتل بھی کرا رہا تھا اور ساتھ ساتھ اس قتل وغارت پر آنسو بھی بہا رہا تھا۔ اس کو کیا حقیقی صدمہ تھا یا دکھاوے کا؟ واللہ اعلم

[2] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۳۰

گھمسان کی جنگ میں نمازِ ظہر کا وقت

حضرت حسینؓ نے اپنے چند اصحاب کے ساتھ نماز ظہر صلوٰۃ الخوف کے قاعدہ کے مطابق ادا فرمائی۔ نماز کے بعد پھر قتال شروع کیا۔اب یہ لوگ حضرت حسینؓ تک پہنچ گئے تھے۔سعید حنفی، حضرت حسینؓ کے دفاع کے لیے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔اور سب تیر اپنے بدن پر کھاتے رہے یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر گر گئے۔اس وقت زہیر ابن القین نے حضرت حسینؓ کی مدافعت میں سخت قتال کیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس وقت حضرت حسینؓ کے پاس بجز چند رفیقوں کے کوئی نہ رہا تھا اور یہ رفقاء بھی دیکھ رہے تھے کہ ہم نہ حضرت حسینؓ کو بچا سکتے ہیں نہ خود بچ سکتے ہیں۔تو اب ان میں سے ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ میں حضرت حسینؓ کے سامنے شہید ہو جاؤں۔ اس لیے ہر شخص نہایت شدت و شجاعت سے مقابلہ کر رہا تھا۔(ماخوذ از شہید کربلا مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص۷۸)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

شہادت حضرت حسینؓ

شمر نے پکار کر کہا: انہیں قتل کرو۔ اب ہر طرف سے آپ پر حملہ ہوا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے وار کیا۔ دست چپ ہتھیلی پر اس کی

ضرب پڑی۔ پھر سب ہٹ گئے۔

پھر اسی حالت میں سنان بن انس نخعی نے آپ کو برچھی ماری۔ آپ گر گئے تو اس نے خولی بن یزید اصحی سے کہا کہ سر کاٹ لے۔ پھر سنان نے ہی سر کاٹ لیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

O حمید بن مسلم کہتا ہے کہ آخر ابن سعد آیا۔ فوج کو ہدایت کی۔ اس نے کہا:

دیکھو! عورتوں کے خیمہ میں ہرگز کوئی نہ جائے اور اس بیمار لڑکے (امام زین العابدینؒ) سے کوئی تعرض نہ کرے اور جس نے اس کا کوئی اسباب لوٹا ہو، وہ واپس کر دے۔

علی بن حسینؓ نے مجھ سے کہا: اے شخص! اللہ سے تجھے جزائے خیر ملے۔ تیرے کہنے سے و اللہ! مجھ سے آفت ٹل گئی۔[1]

اہل بیت میں سے شہدائے کربلا

شیعہ مؤرخ مسعودی لکھتے ہیں:

(الف) آپ کے بھائی حسنؓ بن علیؓ کے بیٹوں میں سے جو قتل ہوئے ان کے نام یہ ہیں: (۱) عبداللہ بن حسن۔ (۲) قاسم بن حسن۔ (۳) ابوبکر بن حسن

(ب) آپ کے بھائیوں میں سے قتل ہونے والوں کے نام

---

[1] تاریخ طبری ج اول ص ۲۳۲

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

یہ ہیں: (۱) عباس بن علیؓ۔ (۲) عبداللہ بن علیؓ۔ (۳) جعفر بن علیؓ۔ (۴) عثمان بن علیؓ (۵) محمد بن علیؓ

(ج) آپ کے چچا جعفر بن ابی طالب کے بیٹوں میں سے جو قتل ہوئے ان کے نام یہ ہیں: (۱) محمد بن عبداللہ بن جعفرؓ (۲) عون بن عبداللہ بن جعفرؓ

(د) آپ کے دوسرے چچا عقیل بن ابی طالب کے بیٹوں میں سے جو قتل ہوئے: (۱) عبداللہ بن عقیلؓ۔ (۲) عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ۔ یہ ۱۰ محرم ۶۱ھ کا واقعہ ہے۔ (المسعودی ج ۳ ص ۹۱)

قاتل حسینؓ زرعہ بن شریک تیمی نے آپ کی بائیں ہتھیلی پر تلوار ماری۔ سنان بن انس النخعی نے آپ کو نیزہ مارا اور پھر گھوڑے سے اتر کر آپ کا سر کاٹ لیا۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

شہدائے کربلا کے جنازے

طبری کی روایت کے مطابق حضرت حسینؓ کے ساتھیوں میں بہتر (۷۲) شخص شہید ہوئے۔ ان کے شہید ہونے کے ایک دن بعد، مقام غاضریہ میں جو بنی اسد کے لوگ رہتے تھے، وہ آئے اور انہوں نے مل کر امام حسینؓ اور ان کے شہید ساتھیوں کو دفن کیا۔

---

[1] تاریخ المسعودی ج ۳ ص ۹۱

ابن سعد کے لشکر میں سے ۸۸ شخص قتل ہوئے اور زخمی ان کے علاوہ تھے۔ ابن سعد نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور دفن کیا۔[1]

شہدائے کربلا کی تدفین

مسعودی لکھتے ہیں: اور شہریوں نے جو بنی عامر کے قبیلے سے تھے جو بنی اسد سے تعلق رکھتا تھا، صرف حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں کو قتل ہونے کے ایک روز بعد دفن کر دیا۔[2]

کوفیوں کے مقتول

مسعودی لکھتے ہیں: کوفیوں کے جو آدمی مارے گئے ان کی تعداد اٹھاسی (۸۸) ہے۔(تاریخ مسعودی ج ۳ ص ۹۲)

کربلا میں شہید ہونے والے (۸۷) آدمی تھے

مسعودی مؤرخ لکھتے ہیں: حضرت حسینؓ کے ساتھ عاشورہ کے روز کربلا میں قتل ہونے والے ستاسی (۸۷) آدمی تھے۔ جن میں آپ کا بیٹا علی اکبر بھی تھا۔(تاریخ مسعودی ج ۳ ص ۹۰)

سر حسینؓ کی روانگی کوفہ

حضرت حسینؓ کے قتل ہوتے ہی ان کے سر کو اسی دن خولی کے ہاتھ

---

[1] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۳۲، تاریخ مروج الذہب، معاوی الجواہر مسعودی ج ۳ ص ۹۲
[2] تاریخ مسعودی ج ۳ ص ۹۲

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

حمید بن مسلم کو ساتھ کر کے ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا گیا۔

ابن زیاد نے قاتل حسینؓ کا سر قلم کرا دیا

شیعہ مصنف باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ان ستم کاروں کے ستم کار گروہ نے سید الشہداء کے سر مبارک کو کوفہ میں عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں پیش کیا تو جس ظالم نے سید الشہداء کے سر کو پیش کیا اس نے کہا کہ:

میں نے ایک بہت بڑے سر دار کو قتل کیا ہے۔ جو اپنے والدین کے اعتبار سے کائنات سے بہتر و برتر تھا، جب از راہ فخر لوگ اپنا نسب بیان کرتے ہیں تو "نسب" کے لحاظ سے وہ تمام کائنات سے ارفع و اعلیٰ ہیں۔

جس وقت ابن زیاد نے اس ظالم کی یہ گفتگو سنی تو غضب ناک ہو گیا۔ اور اس کے اندر آگ کے شعلے بھڑکنے لگے اور اس نے چیخ کر کہا:

اگر تو جانتا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کے لحاظ سے اشرف و افضل تھے تو تم نے ان کو قتل کیوں کیا؟

اس وقت اس نے حکم دیا کہ اس کی گردن اس کے جسم سے اتار دی جائے۔ اسی وقت اس ملعون کو جہنم پہنچا دیا گیا۔[1]

[1] شیعہ مترجم لکھتے ہیں کہ ظاہر روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار "سنان بن انس" نے پڑھے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ظالم کو جلد اس کے فعل قبیح کی وجہ سے جہنم کی طرف اٹھا لیا۔ کربلا میں حضرت حسینؓ کا سر کاٹنے والا یہی شخص تھا۔ (مقتل مجلسی مؤلفہ ملا باقر مجلسی ص ۲۴۴)

باب...12

اہل بیتؓ کی کوفہ روانگی

O ابن سعد نے اس دن وہیں مقام کیا۔ دوسرے دن صبح کو حمید بن بکیر کو حکم دیا کہ لوگوں میں کوفہ کی طرف روانہ ہونے کی منادی کر دے۔

وہ اپنے ساتھ حضرت حسینؓ کے خاندان کی بیٹیوں کو اور بہنوں اور بچوں کو سوار کر کے لے چلا اور حضرت علی بن حسینؓ بیمار تھے۔

O حمید بن مسلم راوی کہتا ہے کہ: علی بن حسینؓ کو جب ابن زیاد کے سامنے لائے میں اس کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اس نے پورا نام پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا: علی بن حسینؓ ہوں۔

پھر علی بن حسینؓ نے کہا: اے ابن زیاد! اگر تم میں اور ان لوگوں میں قرابت ہے تو کسی پرہیز گار شخص کو ان عورتوں کے ساتھ روانہ کرنا جو مسلمان کی طرح ان کے ساتھ رہے۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ لڑکے کو چھوڑ دو۔ جاؤ اپنے گھر کی عورتوں کے ساتھ تمہیں جاؤ۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۳۴)

حضرت حسینؓ کے سر کی شام روانگی

ابن زیاد نے اس کے بعد زحر بن قیس کے ساتھ حسینؓ اور ان کے

اصحاب کے سروں کو یزید بن معاویہؓ کے پاس روانہ کر دیا۔

زخر بن قیس کے ساتھ ابو بردہ بن عوف ازدی، اور طارق ابو ظبیان ازدی بھی تھے۔ یہ لوگ یہاں سے روانہ ہوئے اور شام میں پہنچے۔ زخر بن قیس جب یزید کے پاس پہنچا تو یزید نے کہا: وہاں کیا ہو رہا ہے؟ اور تم کیا خبر لائے ہو؟

زخر نے کہا: حسین بن علیؓ ہمارے مقابلہ میں اٹھارہ شخص اہل بیت میں سے اور ساٹھ آدمی اپنے حامیوں میں سے لے کر وارد ہوئے۔ ہم لوگ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا: یا تو اطاعت اختیار کریں اور امیر ابن زیاد کے حکم کی اطاعت کریں یا قتال پر آمادہ ہو جائیں۔

انہوں نے اطاعت کرنے سے جنگ کرنے کو بہتر خیال کیا۔ ہم نے آفتاب نکلتے ہی ان پر حملہ کر دیا۔

اور ہر طرف سے انہیں گھیر لیا۔ یہاں تک کہ جب ہماری تلواریں ان کے سروں تک پہنچ گئیں۔ امیر المومنین! واللہ! جتنی دیر میں اونٹ کو صاف کرتے ہیں یا قیلولہ میں جتنی دیر کے لیے آنکھ جھپک جاتی ہے، بس اتنی دیر میں ہی سب سے آخری شخص کو ان میں سے ہم قتل کر چکے تھے۔[1]

[1] حمید بن مسلم، واقعہ کربلا کا واقعہ نویس بقول شیعہ کوثر بہریلوی مترجم جلاء العیون یہودی مذہب رکھتا تھا (جلاء العیون ج ۲ ص ۲۵۶ حاشیہ)۔ ابن زیاد کے لشکر کا راوی ہے۔ اس لیے اس نے روایات

شہادتِ حسینؓ پر یزید کا اظہار تاسف

یہ سن کر یزید آب دیدہ ہو گیا اور کہنے لگا:

میں تمہاری اطاعت سے جب خوش ہوتا کہ تم نے حسینؓ کو قتل نہ کیا ہوتا۔ اللہ لعنت کرے پسر سمیہ پر۔ سنو! واللہ! اگر حسینؓ کا معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں ان کو معاف ہی کر دیتا۔ اللہ حسینؓ پر رحم کرے۔ یزید نے زخر کو صلہ کچھ بھی نہ دیا۔[1]

واقعہ کربلا شیعہ راوی کی روایت

ابو مخنف شیعہ راوی واقعہ کربلا کے بیان میں امام حسینؓ اور اہل بیت عظام کا قطعاً کوئی احترام نہیں کرتا بلکہ داستانِ کربلا اس طرح بیان کرتا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کے خلاف جو فریق تھا اس جیسا کوئی تاریخ عالم میں فاسق، ظالم، کافر نہیں تھا۔ گویا کہ ابو جہل کے لشکر کا منظر پیش کر کے نتیجتاً ابو جہل کے لشکر کو غالب[2] اور اسلام کے پیرو امام حسینؓ کو

میں بہت بڑھا چڑھا کر منظر پیش کیا ہے۔ یزیدی لشکر ظالم اور اہل بیت رسول اللہ مظلوم تھے لیکن واقعات میں بڑی بے ادبی سے ایسی لفاظی کی ہے کہ ان کا لکھنا بھی بے ادبی سے خالی نہیں۔ بعض چیزوں کا نقل کرنا بھی کسی لحاظ سے اہل بیت کے تقدس کے خلاف ہے، اس لیے ان کو تحریر نہیں کیا گیا۔ راوی کو نہ صحابہؓ کا ادب ہے نہ اہل بیتؓ کے تقدس کا خیال ہے۔ نقل کفر، کفر نہ باشد

[1] طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۳۶

[2] شیعہ راوی ابو مخنف نے یہ روایت چلائی جو بعد والے بعض مؤرخ نقل در نقل کرتے چلے گئے کہ جب حضرت حسینؓ کا سر مبارک یزید کے سامنے لایا گیا تو اس نے یہ اشعار پڑھے تھے۔ لیکن یہ من گھڑت روایت اور عقل و نقل کے خلاف بھی ہے۔ روایت کرنے والا شیعہ اور ضعیف ہے۔ کیوں کہ

ناکام ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی لاشوں کی اور اہل بیت کی مستورات کی بے حرمتی کی داستان جو ابو مخنف شیعہ راوی نے بیان کی ہے۔ اس کو کیا سچا مانا جا سکتا ہے؟ اس داستان کی بعض روایتوں کا حقیقت کربلا سے دور کا بھی تعلق نہیں۔[1]

مذکورہ واقعات اس کی تردید کر رہے ہیں۔

[1] مثلاً یہ روایت جھوٹی ہے جو ابو مخنف شیعہ راوی نے چلائی ہے کہ "جونہی سر حسینؓ یزید کے سامنے آیا ایک کوّے کی کائیں کائیں سنائی دی تو یزید یہ اشعار پڑھنے لگا:

"اے کوّے جو بین تو کرتا ہے کر۔ جس واقعہ پر تو روتا ہے وہ تو اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ ہر سلطنت اور ہر نعمت زوال پذیر ہے اور زمانے کی چال اسی رفتار سے رواں دواں ہے۔ کاش! آج میرے اجداد و بزرگ جو بدر میں تھے، موجود ہوتے اور دیکھتے کہ قوم خزرج تلواریں اور نیزے کھا کھا کر نالہ وفغاں کر رہی ہے، یہ دیکھ کر پھولے نہ سماتے اور خوشی کے آنسو ان کی آنکھوں سے رواں ہو جاتے اور کہتے کہ اے یزید! تیرے ہاتھ کبھی شل نہ ہوں۔ میں حندف کی نسل نہیں کہ احمد مختار کے بیٹوں سے جو انہوں نے ہمارے (اسلاف) کے ساتھ کیا بدلہ نہ لے لوں۔ بنی ہاشم نے اپنی سلطنت کا ایک کھیل کھیلا ورنہ خدا کی طرف سے کوئی وحی یا پیغام ان کے پاس نہیں آیا تھا۔ ہم نے بجلی کی کڑک جیسے رعب والے بزرگوں کو قتل کر کے بدر کو زیر کر کے اپنا اور ان کا حساب برابر کر دیا ہے۔"

(مقتل ابی مخنف ص ۱۴۴) ابو مخنف کی روایت من گھڑت ہے۔

ابی مخنف کا تعارف "مقتل ابی مخنف" کی ابتدا میں شیعہ مترجم نے مقدمہ میں لکھا ہے:

(۱) ابی مخنف لوط بن یحییٰ کا تعلق آل مخنف بن سلیم خاندان سے تھا۔

(۲) بظاہر تو تواریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ کربلا میں موجود نہ تھے۔ بلکہ دوسرے راویوں سے حالات کو نقل کیا ہے۔

(۳) ابی مخنف کے شیعہ ہونے کا علامہ مامقانی نے "تنقیح المقالی"، علامہ سید صادق آل بحر العلوم نے حاشیہ "فہرست" اور شیخ عباس قمی نے "اسکن و القاب" میں تذکرہ کیا ہے۔ (مقتل ابی مخنف، مقدمہ ص ۱۵)

مقتل ابی مخنف... کتاب تعارف "مقتل ابی مخنف" کتاب کے ابتدایہ میں مصنف کے تعارف میں

سر حسینؓ کے متعلق دوسری روایت یزید کے گھر افسوس

ایک روایت یہ ہے کہ اہل کوفہ حسینؓ کا سر لے کر جب دمشق میں داخل ہوئے، یہ لوگ یزید کے پاس گئے اور اس کے سامنے حسینؓ کا سر رکھ دیا اور قصہ بیان کیا۔ ہندہ دختر عبداللہ بن عامر زوجہ یزید نے جو یہ قصہ سنا تو پوچھا: اے امیر المومنین! کیا یہ سر حسینؓ بن فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کا ہے؟ یزید نے کہا: ہاں یہ انہیں کا سر ہے۔ اے ہندہ! رسول اللہ ﷺ کے نواسہ فخر خاندان قریش بن فاطمہؓ کے لیے افسوس کر۔ ابن زیاد نے ان کے قتل کرنے میں بہت جلدی کی۔ اللہ اس کو قتل کرے"۔ [1] (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۴۰)

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مترجم نے یہ لکھا ہے: شیخ طوسی نے اپنی کتاب میں ابی مخنف کی اور کتب کے ساتھ اس کتاب کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

(۲) طبری نے جو اہل سنت کے مشہور ترین تاریخ نویس ہیں، اپنی تاریخ میں "مقتل ابی مخنف" کی روایات کو بعینہٖ نقل کر کے اسے درست تسلیم کیا ہے۔ (مقتل ابی مخنف ص ۱۶)

اس کے برعکس طبری نے تو لکھا ہے کہ ہماری اس تاریخ کی کتاب میں کسی خبر و روایت کو پڑھنے والا اجنبی سمجھے یا سننے والا قبیح قرار دے صرف اس بنا پر کہ وہ اس روایت کو درست نہیں سمجھتا تو اسے جان لینا چاہیے کہ ہم نے ان کو اسی طرح آگے لکھ دیا ہے جس طرح وہ ہم تک پہنچی تھیں۔ (مقدمہ طبری ص ۱۷) یعنی تاریخ طبری کی روایات کا صحیح ہونا امام طبری کے نزدیک بھی ضروری نہیں۔

(۳) اسی طرح ابن اثیر نے بھی "مقتل ابی مخنف" کو نقل کیا ہے۔ لہٰذا اس کتاب کی شیخ طوسی، طبری اور ابن اثیر کے زمانوں میں موجودگی ثابت ہے۔ [مقتل ابی مخنف ص ۱۶]

[1] چنانچہ محرم ۶۶ھ میں ابن زیاد بھی قتل ہو گیا۔ ابو مخنف کی روایت کے برعکس یہ روایت ابو مخنف کے بیان کی تردید کر رہی ہے۔ اس میں یزید قتلِ حسینؓ پر ابنِ زیاد کے لیے بد دعا کر رہا ہے۔

اہل بیت اور یزید کا حادثہ کربلا پر رنج و غم

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت حسینؓ اور شہدائے کربلا کی خبر سنتے ہی یزید کی آنکھیں پُر اشک ہو گئیں۔ بولا: میں تم لوگوں سے بغیر قتل حسینؓ کے بھی راضی ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ابن سمیہ پر ہو۔ اللہ کی قسم اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں حسینؓ سے درگزر کر جاتا۔ اللہ تعالیٰ حسینؓ پر اپنی رحمت نازل کرے۔

جب اہل بیت گرفتار پیش ہوئے تو یزید نے کہا: یہ آزاد و بزرگ بیباں ہیں۔ اپنے چچا کی لڑکیوں کے پاس جاؤ۔ تم دیکھو گی کہ انہوں نے بھی یہی کہا ہے جو تم نے کہا ہے"۔ پس یہ سب عورتیں یزید کے محل میں گئیں۔ مکان میں کوئی عورت ایسی نہ تھیں، جس کی آنکھیں پرنم نہ رہی ہوں۔ اس کے بعد علی بن حسینؓ جو پاس کھڑے تھے، بولے:

> اگر رسول اللہ ﷺ ہم کو اس حالت میں دیکھتے تو وہ ہم کو زحمت قید سے آزاد کر دیتے۔"

یزید نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا: "بے شک تم سچ کہتے ہو۔" پھر حاضرین دربار کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

> "اسی وقت ان کے ہاتھوں کو کھول دو۔ پس یہ زحمت سے بری ہو گئے۔" (تاریخ ابن خلدون ج دوم ص ۵۴۷)

۲۔ مصنف عقد الفرید نے لکھا ہے کہ:

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

جس وقت قیدیان اہل بیت یزید کے روبرو پیش کیے گئے۔ نعمان بن بشیر انصاریؓ نے کہا:

ذرا سوچو رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے تھے؟ اگر وہ اس حالت میں ان کو دیکھتے تو کیا کرتے؟

یزید نے کہا: تم سچ کہتے ہو ان لوگوں کو آزاد کر کے رہنے کو خیمہ استادہ کر دیں اور کھانا کپڑا حسب ضرورت مہیا کر دیں۔

چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔ (تاریخ ابن خلدون ج دوم ص ۵۴۶)

یزید نے بھی قاتل حسینؓ کا سر قلم کرا دیا

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

جلاء العیون کے مصنف شیعہ مؤرخ علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:

قطب راوندی نے المحمش سے روایت کی ہے کہ:

میں ان میں سے ہوں جو "عمرو بن سعد" کے لشکر میں تھے اور ان چالیس نفر سے ہوں جو امام حسینؓ کا سر شام لے گئے تھے اور راہ میں بہت معجزات سر بزرگوار سے مشاہدہ کیے۔

جب ہم دمشق میں داخل ہوئے، جس روز اس سر مطہر کو یزید کی مجلس میں لیے جاتے تھے۔ قاتل نے سر مبارک اٹھا کر یہ رجز پڑھا کہ:

میں نے بادشاہ بزرگ کو قتل کیا ہے اور میں نے اس شخص کو قتل کیا جو سب سے افضل ہے۔

یزید نے کہا: جبکہ تو جانتا تھا کہ وہ ایسے بزرگ ہیں۔ پھر کیوں ان کو قتل کیا؟ بعد اس کے یزید نے اس ملعون کے قتل کا حکم دے دیا۔[1]

اہلِ بیت کے بچوں کو دیکھ کر یزید کے تاثرات

(ا) تاریخ عقد الفرید میں ہے کہ:

جب اہل بیت کی عورتیں یزید کے پاس پیش ہوئیں تو سیدنا حسینؓ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ بنت حسینؓ نے کہا:

اے یزید! کیا رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت قیدی ہیں۔

یزید نے جواب دیا: ہر گز نہیں ...... وہ آزاد ہیں ...... اور معزز و مکرم ہیں تم اپنے چچا کی بیٹیوں (یعنی یزید کے گھر والوں) کے پاس آجاؤ ...... وہ تمہارا ویسا ہی احترام کریں گی، جیسا میں نے احترام کیا ہے۔[2]

جناب فاطمہ بنت حسینؓ کا بیان ہے کہ جب میں یزید کے حرم سرا خاص میں گئی تو میں نے دیکھا کہ ہر عورت اظہار افسوس کر رہی تھی اور رو رہی تھی۔[2]

---

[1] جلاء العیون ج ۲ ص ۲۹۸ مؤلفہ باقر مجلسی

[2] یزید خاندانی طور پر حضرت زینب بنت علیؓ اور حضرت فاطمہ بنت حسینؓ کا رشتہ دار بھی تھا۔ وہ اس طرح کہ حضرت زینب کے شوہر حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ کی دوسری زوجہ سے ایک بیٹی اُم محمد یزید کے نکاح میں تھی۔ اس نسبت سے حضرت زینب بنت علیؓ اور فاطمہ بنت حسینؓ، یزید کی رشتہ دار بھی تھیں۔ لیکن خارجیوں کوفیوں نے کوفہ میں غداری کر کے اہل بیت کے ساتھ جو ظلم و ستم کیا تھا اس پر یزید اور اس کے گھر والے آنسو بہا رہے تھے اور کف افسوس مل رہے تھے۔

یزید نے اہل بیت کو قید سے آزاد کر دیا

(۲) تاریخ عقد الفرید میں ہے:

یزید نے اہل بیت کو دیکھتے ہوئے کہا:

احرزت انفسکم عبید اھل العراق و ما علمت بخروج ابی عبداللہ و لا بقتلہ۔

تم اہلِ عراق کے غلام بن گئے اور مجھ کو نہ تو ان کے خروج کا علم ہوا اور نہ ان کے قتل کا۔[1]

یزید کا واقعہ کربلا پر اظہار افسوس

(۳) البدایہ والنہایہ میں ہے کہ:

یزید نے اہل بیت کے بچوں اور عورتوں کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور ان کی حالت کو دیکھا تو اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا:

قبح اللہ ابنِ مرجانۃ لو کنت بینھم و بینہٗ قرابۃ و رحم ما فعل ھٰذا بھم و لا بعث بکم ھذا۔

ترجمہ: اللہ! ابن مرجانہ کا برا کرے...... اگر اس کے اور تمہارے درمیان قرابت ہوتی تو یہ سلوک نہ وہ تمہارے ساتھ کرتا...... نہ اس برے طریقہ پر تم کو یہاں بھیجتا۔[2]

---

[1] عقد الفرید ج ۵ ص ۱۳۱، قتل الحسین، دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] البدایہ والنہایہ ص ۸۰۴ ج ۸، تاریخ ابنِ اثیر ج ۲ ص ۱۸۱

عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت

یزید کا حضرت امام زین العابدینؒ سے حسن سلوک

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

یزید کوئی ناشتہ اور کھانا نہ کھاتا تھا جس میں علی بن حسینؓ کو نہ بلاتا ہو۔(شہید کربلا ص۸۶۔ مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی)

امام حسینؓ کی یزید سے رشتہ داری

حضرت امام حسینؓ کی ایک زوجہ ام لیلیٰ جو میمونہ بنت ابی سفیانؓ کی بیٹی تھیں۔اس راہ سے امام علی اصغر بن حسینؓ یزید کے بھانجے تھے یعنی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے تھے۔اور حضرت امام حسینؓ کی زوجہ ام لیلیٰ حضرت ابو سفیانؓ کی نواسی تھیں۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالواحد

یزید کا حضرت حسینؓ کو قتل کرانا ثابت نہیں

امام غزالیؒ کا ارشاد:

وما صبح قتله الحسين رضى الله عنه و لا مربه و لا رضيه و مهما لا يصح ذلک منه لا يجوز ان يظن ذلک به فان اساء ة الظن بالمسلم ايضا حرام وقد قال تعالىٰ: اجتنبوا كثيرا من الظن۔

ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان الله حرم من المسلم ومه و ماه و

[1] شیعہ کتاب ذبح عظیم ص۲۱۶ مصنفہ سید اولاد حسین فوق بلگرامی ... ایمانی دستاویز باب ہشتم ص۶۶۳ مؤلفہ مولانا حافظ مہر محمد میانوالویؒ

عرضہ وان یظن بہ ظن اسوء

ترجمہ: یزید کا حضرت حسینؓ کو قتل کرنا یا اس کا حکم دینا یا اس پر راضی ہونا ہرگز ثابت نہیں اور جب تک ثابت نہ ہو اس وقت تک اس کا الزام یزید پر کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ جبکہ کسی مسلمان پر الزام تراشی قطعی حرام ہے۔

ارشاد الٰہی ہے کہ: بد گمانیاں کرنے سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اللہ نے مسلمانوں کا مال، اس کی جان، اس کی عزت و آبرو اور اس کے متعلق بدگمانی کرنے کو حرام ٹھہرایا ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں:

امام غزالیؒ کی مندرجہ عبارت میں تو یزید کے صالح و عادل ہونے کا کہیں ذکر ہی نہیں۔اس میں تو امام غزالیؒ نے یہی فرمایا ہے کہ یزید قاتل حسینؓ نہیں وغیرہ۔اس لیے بغیر ثبوت کے اس کے ساتھ اس قسم کی بدظنی نہیں کرنی چاہیے۔

یزید کو امام غزالیؒ نے مسلمان قرار دیا ہے، نہ کہ صالح و عادل مسلمان۔کیا ہر مسلمان عادل و صالح ہوتا ہے؟[1]

[1] خارجی فتنہ ج ۲ ص ۶۲۔مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

لعن یزید کا مسئلہ

مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ لکھتے ہیں: امام غزالیؒ فرماتے ہیں: رہا یزید کی لعنت کا حال کہ اگر اس نے حضرت امام حسینؓ کو قتل کیا یا اجازت قتل دی تو اس کو لعنت کہنا درست ہے یا نہیں؟ تو اس کا یہ حال ہے کہ قتل و اجازت دونوں پایہ ثبوت کو نہیں پہنچے۔لعنت کا تو کیا ذکر ہے۔

جب تک اس کا قتل و اجازت ثابت نہ ہو تب تک اس کو قاتل اور اجازت دہ بھی نہ کہنا چاہیے۔اس لیے کہ قتل گناہ کبیرہ ہے اس کی نسبت مسلمانوں کی طرف بلا ثبوت کامل نہیں ہو سکتی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی کو کافر یا فاسق کہے اگر وہ ایسا نہ ہو گا تو یہ لفظ کہنے والے ہی پر لوٹ آئے گا۔

اور ہم نے جو یزید کی لعنت کا یہاں ذکر کیا ہے تو اسی لیے کہ لوگ لعن کے باب میں جھٹ پٹ زبان کھول دیتے ہیں۔

حالاں کہ حدیث شریف میں آ چکا ہے کہ مومن لعنت کنندہ نہیں ہوتا، تو چاہیے کہ جو شخص کفر پر مر گیا ہو اس کے

سوا پر زبان لعن نہ کھولیں اور لعنت ہی کو دل چاہے تو معین شخص کا ذکر نہ کریں۔وصف عام کے طور پر لعنت کریں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔(مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم ج ۳ ص ۱۳۷۔مؤلفہ امام غزالی)

مولانا قاضی مظہر حسین لکھتے ہیں:

بندہ باتباع اکابر یزید کو فاسق قرار دیتا ہے، نہ اس کی تکفیر کرتا ہے نہ لعن۔ البتہ امام غزالیؒ کی یہ عبارت ان حضرات کے جواب میں پیش کی جا سکتی ہے جو یزید کو قاتل یا قتل کی اجازت دینے والا سمجھتے ہیں یا فاسق قرار دے کر بھی اس پر لعنت کو جائز کہتے ہیں۔[1]

عبدالوحید الحنفی خادم اہلسنت حفظہ

یزید سے محبت نہ کرنے کی وجہ

مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب نے کہا ہے کہ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

و اما ترک بحبة فلان المحبة الخاصة انما تکون للنین و الصدیقین و شهداء و الصلحین و لیس واحداً منهم و قد قال النبی ﷺ: المرۂ مع من احب و من أمن بالله و الیوم الآخر لا یختار ان یکون مع یزید و لا مع امثاله من الملوک

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۶۳ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

اندین لیسو ابعادلین۔(رسالہ سوال عن یزید بن معاویہ ص ۲۸)

اور یزید سے محبت نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ خاص محبت انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور یزید ان میں سے کسی میں بھی (شامل) نہیں ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی اس کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس بات کو اختیار نہیں کرتا کہ وہ قیامت میں یزید کے ساتھ ہو اور نہ ہی وہ یزید جیسے دوسرے بادشاہوں کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہے جو عادل نہیں۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید حنفی

مولانا قاضی مظہر حسینؒ لکھتے ہیں:

یہ ہیں یزید وغیرہ سے محبت کرنے یا نہ کرنے کے مختلف پہلو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک یزید صالح اور عادل ہے۔[1]

یزید فاسق تھا ... حضرت تھانویؒ

حضرت مولانا اشرف علیؒ تھانوی نے ایک سوال کے جواب

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۱۱۹ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب

میں فرمایا ہے: یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہؓ نے جائز سمجھا، حضرت امام حسینؓ نے ناجائز سمجھا۔[1]

حضرت حسینؓ کا موقف

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

کوئی سُنّی مسلمان حضرت حسینؓ کے خلوص و تقویٰ میں شبہ نہیں کر سکتا انہوں نے جو کچھ کیا رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کیا۔

ان کو حضور رحمت للعالمین ﷺ اور پھر حضرت علی المرتضیٰؓ سے جو ایمانی و روحانی فیضان نصیب ہوا تھا۔ اس سے یزید کی کوئی نسبت نہیں ہے۔ ع

چہ نسبت خاک را باعالم پاک

حضرت حسینؓ کو زبانِ رسالتؐ سے جنت کے جوانوں کے سردار ہونے کی بشارت نصیب ہوئی۔

الحسن والحسین وسیّدا شباب اهل الجنة۔

عبدالوحید الحنفی

---

[1] امداد انقادی ج۴ ص۴۶۵۔ خارجی فتنہ حصہ دوم ص۱۱۹۔ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

انہیں محبوب کبریا حضرت محمد ﷺ کی گود نصیب ہوئی، حضرت حسین، یزید کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے کیوں کہ ان کے نزدیک خلافت اسلامیہ کے لیے اولین شرط تقویٰ اور خدا ترسی تھی۔(خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۲۱۳۔ موئلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ)

یزید کی علی بن حسینؓ سے بات چیت

یزید نے بزرگانِ شام کو بلا کر اپنے گردا گرد بٹھایا۔ پھر علی بن حسینؓ و اطفالِ حسینؓ کو بٹھایا۔

علی بن حسینؓ نے قرآن سے پڑھا:

مَا اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَہَا۔(سورہ حدید آیت ۲۲)

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے، نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے، قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں۔

یزید نے پڑھا:

مَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ یَعۡفُوۡا عَنۡ کَثِیۡرٍ[1]

اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے

[1] سورہ شوریٰ آیت ۳۰

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

ہوئے کاموں سے اور بہت سے تو درگذر ہی کر دیئے گئے ہیں۔

یزید یہ پڑھ کر خاموش ہو گیا۔ اور کہنے لگا:

اللہ برا کرے پسر مرجانہ کا۔ اگر اس میں اور تم لوگوں میں قرابت داری ہوتی تو تم سے یہ سلوک نہ کرتا اور اس حالت سے تم کو نہ بھیجتا۔

فاطمہ بنت علیؓ بیان کرتی ہیں: جب ہم لوگ یزید کے پاس پہنچے تو اسے ترس آیا۔ (تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۸۲۲)

شہدائے کربلا میں شہدائے بنی ہاشم

خادم حافظ عبدالوحید الحنفی

(۱) حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں حضرت فاطمہؓ ہے۔ ان کا قاتل سنان بن انس۔

(۲) عباس بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں ام البنین ہے۔ ان کا قاتل زید بن رقاد جہنی۔

(۳) جعفر بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں ام البنین ہے۔ ان کا قاتل حکیم بن طفیل سبنی۔

(۴) عبداللہ بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں ام البنین ہے۔

(۵) محمد بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں ام البنین ہے۔

(۶) عثمان بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں کنیز تھیں۔ قاتل خولی بن یزید

(۷) ابو بکر بن علیؓ بن ابی طالب — ان کی ماں لیلیٰ بنت مسعود ہیں۔

(۸) علی بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب	ان کی ماں لیلیٰ بنت ابو مرہ ہیں قاتل مرہ بن منقذ عبدی
(۹) عبداللہ بن حسینؓ بن علیؓ	ان کی ماں رباب بنت امرو القیس۔ قاتل ہانی بن شیب
(۱۰) ابو بکر بن حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب	ان کی ماں ایک کنیز تھیں۔ ان کا قاتل عبداللہ بن عقبہ غنوی۔
(۱۱) عبداللہ بن حسنؓ بن علیؓ ابی طالب	ان کی ماں کنیز تھیں قاتل حرملہ بن کاہن
(۱۲) قاسم بن حسنؓ بن علیؓ	ان کی ماں کنیز تھیں قاتل سعد بن عمرو ازدی
(۱۳) عوف بن عبداللہ بن جعفرؓ طیار	ان کی ماں جانہ بنت قاتل عبداللہ بن قطبہ بنہائی
(۱۴) محمد بن عبداللہ بن جعفرؓ طیار	ان کی ماں خوصاء بنت خصفہ، ان کا قاتل عامر بن نہشل تیمی
(۱۵) جعفر بن عقیلؓ بن ابی طالب	ان کی ماں ام البنین بنت شقر تھیں ان کا قاتل بشر بن رحوطہ ہمدائی
(۱۶) عبدالرحمن بن عقیلؓ	ان کی ماں کنیز تھیں۔ قاتل عثمان بن خالد جہنی
(۱۷) عبداللہ بن عقیلؓ بن ابی طالب	ان کی ماں کنیز تھیں۔ قاتل عمرو بن صبیح صدائی
(۱۸) مسلم بن عقیلؓ بن ابی طالب	ان کی ماں کنیز تھیں۔ کوفہ میں بحکم ابن زیاد
(۱۹) عبداللہ بن مسلم بن عقیلؓ	ان کی ماں رقیہ بنت علی بن ابی طالب ان کا قاتل عمرو بن صبیح صدائی یا امیہ بن مالک حضرمی
(۲۰) محمد بن ابی سعید بن عقیلؓ	ان کی ماں کنیز تھیں۔ قاتل لقیط بن یاسر جہنی [1]

☆☆☆☆

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

[1] تاریخ طبری ج ۴ حصہ اول ص ۲۴۲

باب...13

اہل بیتؓ کی روانگی حجاز

علامہ طبری لکھتے ہیں: جب شام سے واپس مدینہ جانے کے لیے اہل بیت نے روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو یزید نے علی بن حسینؓ کو بلا بھیجا اور ان سے کہا: اللہ پسر مرجانہ پر لعنت کرے۔ واللہ! اگر حسینؓ میرے پاس آتے، جس بات کی مجھ سے درخواست کرتے، میں وہی کرتا لیکن اللہ کو یہی منظور تھا جو تم نے دیکھا۔ تمہیں جس بات کی ضرورت ہو مجھے خبر کرنا، میرے پاس لکھ کر بھیج دینا۔ پھر یزید نے سب کو کپڑے دیئے اور اس بدرقہ راہ کو ان لوگوں کے بارے میں تاکید کر دی۔

یہ شخص جو بدرقہ راہ تھا، سب کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستہ بھر قافلہ کے ساتھ ساتھ اس طرح رہتا تھا کہ سارا قافلہ اس کی نگاہ کے سامنے رہے۔ آگے آگے چلے جب یہ لوگ کسی جگہ ٹھہرنے کے لیے سواریوں سے اترتے تھے تو یہ ایک طرف کنارہ پر ہو جاتا تھا۔ خود بھی اور اس کے ساتھ والے بھی ہر سمت میں قافلہ کے گرداگرد پھیل جاتے تھے۔ جو طریقہ کہ پاسبانوں کا ہوتا ہے۔ اور خود اس طرح علیحدہ سب سے اترتا تھا کہ اگر کوئی شخص وضو کرنے کو یا قضائے حاجت کے لیے جائے تو اسے زحمت نہ ہو۔ اسی طرح ان لوگوں کو راستہ میں راحت پہنچاتا ہوا، ان کی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ضرورتوں کو پوچھتا ہوا، ان کے ساتھ مہربانی سے پیش آتا ہوا مدینہ میں سب کو لے کر داخل ہوا۔

فاطمہ بنت علیؓ نے اپنی بہن زینب سے کہا: پیاری بہن! یہ مرد شامی ہمارے سفر میں بہت خوبیوں سے پیش آیا، اسے کچھ انعام دے دیں۔ واللہ میرے پاس اپنے زیور کے سوا کچھ بھی نہیں، جو اسے انعام میں دوں۔ فاطمہ بنت علیؓ نے کہا! اچھا ہم دونوں اپنا زیور اسے انعام میں دیں گے۔ غرض دونوں بیبیوں نے اپنے اپنے کنگن اتار کر بدرقہ کے پاس بھیجے۔ اس سے عذر کے ساتھ یہ کہلا بھیجا، کہ راستہ میں جس خوبی سے تم ہم سے پیش آئے، یہ اس کا صلہ ہے۔

اس نے کہا: میں نے جو کچھ خدمت کی ہے، اگر طمع دنیا میں کی ہوتی تو آپ کے اس زیور سے بلکہ اس سے بھی کم میں، میں خوش ہو جاتا۔ لیکن واللہ میں نے جو خدمت کی ہے وہ اللہ کی خوشنودی کے لیے اور رسول اللہ ﷺ سے جو قرابت آپ کو ہے۔ اس کے خیال سے کی ہے۔[1]

حضرت امام حسینؓ کی امام زین العابدینؒ کو وصیت

شیعہ کتاب "اصول کافی" میں ہے:

(بقول شیعہ) اس وصیت نامہ میں یہ بھی تحریر تھا:

فلما قضى دفعها الى على بن الحسين قبل ذلك ففتح

[1] تاریخ طبری ج ۴۔ حصہ اول ص ۲۳۸

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

الخاتم الرابع فوجد فیھا ان صمت و اطراق لما حجب العلم۔ (شافی ترجمہ اصول کافی ص ۳۲۱)

جب انہوں (یعنی امام حسینؓ) نے شہادت پائی تو وہ وصیت نامہ علی بن حسینؓ (یعنی امام زین العابدین) کو دے دیا۔

انہوں نے چوتھی مہر توڑی، لکھا تھا: چپ رہو اور رضائے الٰہی میں سر جھکائے رہو کیوں کہ علم حجاب میں ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

اس میں لکھا تھا کہ سر تسلیم خم کرو۔ خاموشی کے ساتھ اپنے گھر میں بیٹھ کر مرتے دم تک عبادت کرو۔[1]

حضرت حسینؓ کی زوجہ محترمہ کا صبر و انتقال

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:

حضرت حسینؓ کی زوجہ محترمہ اربابؓ بنت امرئ القیس بھی آپ کے ساتھ اسی سفر میں تھیں۔ اور شام بھیجی گئیں، پھر سب کے ساتھ مدینہ پہنچیں، باقی عمر اسی طرح گزاری کہ کبھی مکان کے سایہ میں نہ رہتی تھیں۔ کوئی کہتا کہ دوسری شادی کر لو تو جواب دیتی تھیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد اور کسی کو اپنا خسر بنانے کے لیے تیار نہیں۔ بالآخر

[1] شافی شرح اصول کافی مؤلفہ یعقوب کلینی ص ۳۲۲

ایک سال بعد وفات ہو گئی۔[1]

حضرت حسینؓ کا سر مبارک جنت البقیع میں دفن ہے

ابن سعد لکھتے ہیں:

مؤرخین نے کہا ہے کہ عمرو بن سعید بن عاص بن سیبائی کو یزید بن معاویہؓ نے والیٔ مدینہ بنایا تھا۔

حضرت حسینؓ کے قتل کے وقت وہ مدینے ہی کی ولایت پر تھے یزید نے ان کے پاس حضرت حسینؓ کا سر بھیجا، تو انہوں نے اس کو کفن دے کر بقیع میں ان کی والدہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پہلو میں دفن کر دیا۔[2]

شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی

(منقول از رسالہ کربلا نمبر النجم لکھنؤ ۱۰ محرم ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۳ء)

نمبر شمار	نام شہید کربلا	حوالہ
۱	امام حسینؓ بن علیؓ المرتضیٰ بن ابی طالب	(الف)[3]
۲	ابو بکر عبداللہؓ بن علیؓ المرتضیٰ (حسینؓ کے علاتی بھائی)	(الف)
۳	عمرؓ بن علیؓ المرتضیٰ (عمر ۲۱ سال تھی) (" " ")	(الف)

[1] شہید کربلا مؤلفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی ص ۸۹

[2] طبقات ابن سعد حصہ پنجم تابعین تبع تابعین ص ۲۴۱، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۴

[3] (الف)...... جلاؤ العیون ج ۱ ص ۲۴۴

نمبر شمار	نام شہیدِ کربلا		حوالہ
۴	عثمانؓ بن علیؓ المرتضیٰ (عمر ۱۹ سال تھی)	(" " ")	(الف)
۵	حضیرؓ بن علیؓ المرتضیٰ (عمر ۲۵ سال تھی)	(" " ")	(الف)
۶	عبداللہؓ بن علیؓ المرتضیٰ	(" " ")	(الف)
۷	محمدؓ بن علیؓ المرتضیٰ	(" " ")	(الف)
۸	ابراہیمؓ بن علیؓ المرتضیٰ	(" " ")	(الف)
۹	عباسؓ بن علیؓ المرتضیٰ	(" " ")	(الف)
۱۰	جعفرؓ بن علیؓ المرتضیٰ	(" " ")	(الف)
۱۱	علی اکبرؓ بن حضرت حسینؓ بن علیؓ (عمر ۱۸ سال تھی)		(الف)
۱۲	علی اصغرؓ بن حضرت حسینؓ (شیر خوار تھے)		(ب)[1]
۱۳	ابو بکرؓ بن حسنؓ بن علیؓ المرتضیٰ	(حسینؓ کے بھتیجے)	(ب)
۱۴	عمرؓ بن حسنؓ بن علیؓ المرتضیٰ	(حسینؓ کے بھتیجے)	(ب)
۱۵	عبداللہؓ بن حسنؓ بن علیؓ المرتضیٰ	(" " ")	(ب)
۱۶	قاسمؓ بن حسنؓ بن علیؓ المرتضیٰ	(" " ")	(ب)
۱۷	جعفرؓ بن عقیلؓ بن ابی طالب	(حسینؓ کے چچازاد بھائی)	(ب)
۱۸	عبدالرحمٰنؓ بن عقیلؓ بن ابی طالب	(" " ")	(ب)
۱۹	عبداللہؓ بن عقیلؓ بن ابی طالب	(" " ")	(ب)

[1] (ب)...... آفتابِ ہدایت مؤلفہ مولانا کرم دین صاحب ص ۴۵۹ تا ۴۶۱

نمبر شمار	نام شہیدِ کربلا	حوالہ
۲۰	محمد بن ابی سعیدؒ بن عقیلؓ بن ابی طالب	(ب)
۲۱	عبداللہ بن مسلمؒ بن عقیلؓ بن ابی طالب	(ب)
۲۲	محمد بن عبداللہؒ[1] بن جعفرؓ بن ابی طالب (حسینؓ کے بھانجے)	(ب)
۲۳	عون بن عبداللہؒ بن جعفرؓ بن ابی طالب (زینبؓ کے پسر)	(ب)
۲۴	فیروزؒ (حضرت حسینؓ کے غلام)	(ب)
۲۵	سعدؒ (حضرت حسینؓ کے غلام)	(ب)
۲۶	مسلمؒ بن عوسجہ اسدی	(ب)
۲۷	حبیبؒ بن الازہر اسدی	(ب)
۲۸	انسؒ بن کاہل اسدی	(ب)
۲۹	حبانؒ بن حارث سلیمانی اسدی	(ب)
۳۰	بشیرؒ بن عمرو حضرمی	(ب)
۳۱	ابن جندب حضرمی	(ب)
۳۲	جریرؒ ہمدانی یا یزیدؒ حصنین ہمدانی	(ب)
۳۳	زیدؒ بن قیس بجلی	(ب)
۳۴	بلالؒ بن نافع علی	(ب)
۳۵	عبداللہؒ بن عمرو کلبی	(ب)

[1] یہ حضرت زینب کے صاحبزادے ہیں۔

نمبر شمار	نام شہیدِ کربلا	حوالہ
۳۶	وہبؓ بن عبداللہ کلبی	(ب)
۳۷	قیسؓ بن مسہر صیداوی	(ب)
۳۸	عمروؓ بن خالد صیداوی	(ب)
۳۹	سعیدؓ (غلام آزاد عمرو بن خالد صیداوی)	(ب)
۴۰	عبداللہؓ بن عروہ بن خراق غفاری	(ب)
۴۱	عبدالرحمٰنؓ بن عروہ غفاری	(ب)
۴۲	حُرؓ (غلام آزاد ابوذر غفاری)	(ب)
۴۳	شبیثؓ بن عبداللہ نہشلی	(ب)
۴۴	قاسطؓ بن زہیر تغلبی	(ب)
۴۵	کردوسؓ بن زہیر تغلبی	(ب)
۴۶	کنانہؓ بن عتیق انصاری	(ب)
۴۷	عمروؓ بن ضبیعہ	(ب)
۴۸	عبداللہؓ بن یزید قیسی	(ب)
۴۹	عبیداللہؓ بن یزید قیسی	(ب)
۵۰	یزید قیسیؓ	(ب)
۵۱	قعنبؓ بن عمرو نمری	(ب)
۵۲	سالمؓ (غلام آزاد عامر بن مسلم)	(ب)

عبدالوحید الحنفی

نمبر شمار	نام شہیدِ کربلا	حوالہ
۵۳	زہیرؒ بن بشیر جعفی	(ب)
۵۴	حجاجؒ بن مسروق جعفی	(ب)
۵۵	بدرؒ بن معقل جعفی	(ب)
۵۶	مسعودؒ بن حجاج انصاری	(ب)
۵۷	سیفؒ بن مالک انصاری	(ب)
۵۸	عامرؒ بن مسلم انصاری	(ب)
۵۹	جوہرؒ بن مالک انصاری	(ب)
۶۰	دغانہؒ بن مالک انصاری	(ب)
۶۱	نعیمؒ بن عجلان انصاری	(ب)
۶۲	ابو تمامہؒ انصاری	(ب)
۶۳	عمارؒ بن ابی سلات انصاری	(ب)
۶۴	شیبؒ بن حارث انصاری	(ب)
۶۵	مالکؒ بن سریع انصاری	(ب)
۶۶	محمدؒ بن انس انصاری	(ب)
۶۷	محمدؒ بن مقدار انصاری	(ب)
۶۸	قیسؒ بن ربیع انصاری	(ب)
۶۹	حرؒ بن یزید رباحی	(ب)

عبدالوحید الحنفی

نمبر شمار	نام شہیدِ کربلا	حوالہ
۷۰	مصعبؒ برادر حر رباحی	(ب)
۷۱	علیؒ بن حر بن یزید رباحی	(ب)
۷۲	عروہؒ (غلام) علی بن حر رباحی	(ب)
۷۳	سلیمانؒ (غلام آزاد کردہ حضرت حسینؓ)	(ب)
۷۴	قلبؒ (غلام آزاد کردہ حضرت حسینؓ)	(ب)
۷۵	عمرؒ بن حیاد	
۷۶	سعدؒ بن حنظلہ	
۷۷	یزیدؒ مہاجر جعفی	(ب)
۷۸	ظاہرؒ (غلام آزاد دین الحق خزاعی)	(ب)
۷۹	سعدؒ بن ابی دجانہ	(ب)
۸۰	مجمعؒ بن عبداللہ عائزی	(ب)
۸۱	عمارؒ بن حسان بن شریح	(ب)
۸۲	جندبؒ بن حجر خولانی	(ب)
۸۳	یزیدؒ بن زیاد بن مظاہر کندی	(ب)
۸۴	حبلہؒ بن علی شیبانی	(ب)
۸۵	حنظلہؒ بن اسعد شیبانی	(ب)
۸۶	سالمؒ کلبی (غلام بنی مزینہ)	(ب)

عبدالوحید الحنفی

نمبر شمار	نام شہیدِ کربلا	حوالہ
۸۷	اسلمؒ بن کثیر اعرج ازدی	(ب)
۸۸	زہیرؒ بن سلیم ازدی	(ب)
۸۹	قاسمؒ بن حبیب ازدی	(ب)
۹۰	مالسؒ بن حبیب شاکری	(ب)
۹۱	سعدؒ بن عبداللہ اطبقی	(ب)
۹۲	مسیحؒ (غلام آزاد امام حسینؓ)	(ب)
۹۳	شوذبؒ (غلام آزاد شاکر)	(ب)
۹۴	ہاشمؒ بن عتبہ	(ب)
۹۵	قیسؒ بن منبہ	(ب)
۹۶	عمارؒ بن احسان	(ب)
۹۷	زبیرؒ بن حسان	(ب)
۹۸	حمادؒ بن انس	(ب)
۹۹	مالکؒ بن انس اول	(ب)
۱۰۰	مالکؒ بن انس ثانی	(ب)
۱۰۱	وقاصؒ بن مالک	(ب)
۱۰۲	عبداللہؒ بن سمر	(ب)
۱۰۳	یحییٰؒ بن سلیم	(ب)

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

نمبر شمار	نام شہیدِ کربلا	حوالہ
۱۰۴	عمرؓ بن مطاع	(ب)
۱۰۵	عاسؓ بن شیث	(ب)
۱۰۶	عبد اللہؓ بن معد	(ب)
۱۰۷	جبادؓ بن عارث	(ب)[1]

انا للہ و انا الیہ راجعون

کربلا میں اولادِ امیر المومنین علی المرتضیٰؓ کی شہادت

(۱) حضرت ابو بکر عبد اللہ بن علیؓ کی شہادت

اولاد امیر المومنین حضرت علیؓ المرتضیٰ میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر عبد اللہ اصغر بن علیؓ المرتضیٰ میدان میں گئے۔ ان کی کنیت ابو بکر تھی اور ان کی والدہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد ربعی بن مسلم بن جندل بن نہشل بن دارم بن تمیمہ تھیں۔ انہوں نے حضرت سید الشہداء سے اجازت حاصل کی اور میدان میں آئے اور انہوں نے یہ شعر پڑھے۔

شیخی علی ذوالفخار الاطول
من ہاشم الصدق الکریم المفضل
ھذا الحسین بن النبی المرسل

[1] ماہنامہ النجم لکھنؤ کربلا نمبر مطبوعہ ۱۰ محرم ۱۳۵۶ھ

عنه نحامي بالحسام المصقل
نفديه نفسي من اخ مبجل

ترجمہ: حضرت علی میرے بزرگ ہیں جو کہ عظیم افتخارات کے مالک ہیں اور ان کا تعلق بنی ہاشم کے کریم خاندان سے ہے۔ حضرت حسینؓ نبی اکرم ﷺ کے فرزند ہیں۔ ہم تیز تلواروں سے ان کا دفاع کرتے ہیں اور اس عظیم بھائی پر ہماری جانیں قربان ہوں۔

کربلا میں حضرت علیؓ کے دو فرزند عبداللہ نام کے شریک تھے۔ دوسرے عبداللہ وہ ہیں جو حضرت عباس کے بھائی تھے اور ان کی والدہ حضرت ام البنین تھیں۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۲) حضرت عمر بن علیؓ کی شہادت

حضرت ابو بکر عبداللہ بن علیؓ کے بعد کربلا کے میدان جنگ میں حضرت عمر بن علیؓ نے اترنے کے لیے حضرت امام حسینؓ سے اجازت مانگی۔ اور آپ میدان میں نکلے اور یہ رجز پڑھا۔

اضربكم و لا ارى فيكم زحر
ذاك الشقي بالنبي قد كفر

---

[1] البصار العین ص ۳۶ قمقام ص ۴۴۰ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۳۲ بحار الانوار باقر مجلسی ج ۴۵ ص ۳۶ حوالہ ج ۱۷ ص ۳۸۰ کتب شیعہ میں ان کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔

یا زحر تدانِ من عمر
لعلک الیوم تبوء من سفر

ترجمہ: میں تم پر حملے کر رہا ہوں لیکن مجھے نبی اکرم کا منکر زحر کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ اے زحر! عمرؓ کے قریب آ، آج تو نار سفر میں ٹھکانا حاصل کرنے والا ہے۔

حضرت عمر بن علیؓ نے اپنے بھائی حضرت ابو بکر عبداللہ اصغر کے قاتل کو مبازرہ کے لیے للکارا۔ زحر مقابلہ پر آیا تو حضرت عمر نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ بعد ازاں انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

خلوا عداة اللہ خلوا عن عمر
خلوا عن اللیث العبوس المکفہ

ترجمہ: عمر ایسا شیر ہے جو اپنی تلوار سے تم پر حملے کر رہا ہے اور وہ جنگ میں فرار کرنے والا نہیں۔

کتب مقاتل میں جس مؤرخ نے بھی عمر بن علیؓ کے کربلا میں جنگ کرنے کا تذکرہ کیا ہے اس نے انہیں شہدائے کربلا میں ضرور شمار کیا ہے۔[1]

بعض نے یہ تحقیق پیش کی ہے کہ کربلا میں ضرور موجود تھے لیکن وہ شہید نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت تک زندہ رہے۔

---

[1] بحار الانوار باقر مجلسی ج ۴۵ ص ۳۷۔

حضرت امیر المومنین علیؓ بن ابی طالب کے دو لڑکوں کا نام عمر تھا، ایک حضرت عمر اکبر تھے جن کی والدہ صہبا تھیں اور دوسرے حضرت عمر اصغر تھے جن کی والدہ اُمّ حبیبہ بیت ربیعہ تھیں۔ [1]

(۳) حضرت عثمان بن علیؓ کی شہادت

حضرت عثمان بن علیؓ کی والدہ حضرت ام البنین تھیں۔ آپ نے چار سال اپنے والد حضرت علیؓ المرتضیٰ اور چودہ سال امام حسنؓ کے ساتھ بسر کیے اور تیئیس برس حضرت امام حسینؓ کے ساتھ گزارے۔ آپ کی مجموعی عمر ۲۵ سال تھی۔

امیر المومنین حضرت علیؓ المرتضیٰ نے آپ کا نام عثمان رکھا تھا۔ موٴرخین کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت عباسؓ نے حضرت عثمان کو بلا کر فرمایا! اے بھائی اب آپ میدان کارزار میں جائیں۔ چناں چہ عثمان بن علیؓ میدانِ جہاد میں تشریف لے گئے اور آپ نے ایک شعر پڑھا۔

انی انا عثمان ذوالمغاخر
شیخی علی ذوالفعال الطاھر

ترجمہ: میں اسباب عظمت رکھنے والا عثمان ہوں۔ میرے بزرگوار

---

[1] زمز المصیبہ اردو ص ۲۳۵ ج ۲۔

علیؓ ہیں، جن کے کارنامے نمایاں ہیں۔

هٰذا حسین سید الاخایر
و سید الصغار و الاکابر[1]

ترجمہ: میرے بھائی حسینؓ تمام نیکوکار افراد سے زیادہ نیک ہیں۔
اور وہ چھوٹوں اور بڑوں کے سردار ہیں۔

الغرض آپ نے خوب جنگ کی۔ خول بن یزید اصبحی نے آپ کو تیر مارا جو کہ آپ کی جبیں پر لگا اور آپ گھوڑے سے زمین پر گرے اور شہادت پا گئے۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔[2]

(۴) حضرت عون بن علیؓ کی شہادت

حضرت عون بن علیؓ نے بھی عزتِ شہادت حاصل کی۔

یہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے فرزند حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے پیدا ہوئے۔ واضح رہے کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا پہلا نکاح حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سے ہوا تھا۔ جن سے حضرت عبداللہؓ بن جعفر پیدا ہوئے تھے۔ حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد حضرت اسماءؓ بنت عمیس کا نکاح حضرت ابو بکرؓ صدیق بن ابی قحافہ کے ساتھ ہوا اس سے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کا انتقال ہوا تو اسماءؓ بنت عمیس کا

---

[1] مناقب ابن شہر اشوب ج ۴ ص ۱۰۷ مذکورہ شیعہ کتب میں عثمان بن علی کا تذکرہ موجود ہے۔

[2] رمز المصیبہ ج ۲ ص ۲۴۲۔ زیارت ناحیہ میں بھی آپ کا تذکرہ موجود ہے۔

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ سے ہوا۔ اس سے عون بن علیؓ پیدا ہوئے۔ لہٰذا حضرت عبداللہ بن جعفرؓ طیار، محمد بن ابی بکرؓ اور عون بن علیؓ ایک دوسرے کے مادری بھائی تھے۔[1]

ان کے حالات شیعہ مکتب فکر کے مصنف صاحب روضۃ الاحباب نے بھی ذکر کیے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ موصوف مذہبی طور پر اہل السنت و الجماعت میں سے تھے۔ اور ابلاغ روایات میں مؤثق تھے۔ روضۃ الاحباب نے نقل کیا ہے کہ: حضرت عون بن علیؓ نے حضرت امام حسینؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر اذن جہاد طلب کیا۔ اور اجازت لے کر میدان میں نکلے۔ دو ہزار افراد نے ان کا گھیراؤ کیا لیکن وہ اللہ کی مہربانی سے گھیرا توڑ کر باہر آئے۔ اور دائیں بائیں دونوں طرف سے دشمنوں کو قتل کیا۔ پھر زخمی ہو کر گرے تو یہ الفاظ حضرت عون کی زبان پر تھے:

بسم اللہ و باللہ و علی ملّۃِ رسول اللہ۔

یہ کہا اور ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

(۵) حضرت عباس بن علیؓ کی شہادت

حضرت علی المرتضیٰ کے ۱۸ لڑکوں میں حضرت امام حسنؓ، حضرت

---

[1] ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۳۸۔ روضۃ الاحباب زمزا المصیبہ مؤلفہ آیت اللہ محمود بن فہدی ص ۲۴۴ میں ان کی شہادت کا ذکر ہے۔

امام حسینؓ، حضرت محمد بن حنفیہؒ کے بعد حضرت عباسؒ بن علیؓ چوتھے فرزند بلحاظ ولادت تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ حسن و جمال عطا کیا تھا کہ عرب میں آپ کو قمر بن ہاشم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

آپ تنومند اور بلند قامت تھے۔ جب آپ گھوڑے پر سوار ہو کر قدم رکابوں سے نکال لیتے تو آپ کے قدم زمین پر خط کھینچتے تھے۔

(۲) آپ کی شادی حضرت عبید اللہ بن عباسؓ بن عبد المطلب کی دختر حضرت لبابہ سے ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو فرزند عطا کیے تھے۔ بڑے کا نام فضل اور چھوٹے بیٹے کا نام عبید اللہ تھا۔

آپ کے ماں کی جانب سے تین بھائی سگے جو کہ عمر میں آپ سے چھوٹے تھے ان میں سے کسی کے ہاں بھی اولاد نہ ہوئی۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید

حضرت عباس بن علیؓ کی اولاد زیادہ تر عرب علاقوں میں ہے اور محمد بن حنیفہ کی اولاد پاک و ہند میں آباد ہے جو کہ اعوان قطب شاہی کے نام سے معروف ہے۔

(۳) آپ کے تینوں بھائی بے اولاد تھے اس لیے ان کی میراث بھی حضرت عباس بن علیؓ کو منتقل ہوئی اور پھر حضرت عباس کے دونوں بیٹوں فضل اور عبید اللہ کو منتقل ہوئی۔

روایت میں حضرت عمر بن علیؓ اور عبید اللہ بن عباس کے میراث کی تقسیم میں تنازعہ کا ذکر آتا ہے۔ یہ روایت صحیح نہیں کیوں کہ حضرت عمر

بن علیؓ کو حضرت عباسؓ کی میراث منتقل نہیں ہو سکتی تھی کیوں کہ وہ آپ کے سگے بھائی نہیں تھے۔

حضرت عمر بن علیؓ، حضرت عباس اصغر کے سگے بھائی تھے جبکہ وہ حضرت عباس بن علیؓ کے صرف پدری بھائی تھے اسی لیے وہ عبید اللہ سے میراث کے متعلق جھگڑا نہیں کر سکتے تھے۔[1]

اس قسم کی روایات سے مؤرخین کو شبہ ہوا کہ ایک طرف تو وہ میدان کربلا میں شہید ظاہر کیے جا رہے ہیں دوسری طرف میراث کے تنازعہ کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ ان میں سے کون سی بات صحیح ہے، واللہ اعلم۔

(۴) میدان کربلا میں آپ حسینی لشکر کے علمبردار تھے۔ آپ کی شہادت کب ہوئی تذکرہ نگاروں نے شب عاشور بھی ذکر کی ہے اور روز عاشور بھی لکھی ہے۔

شیعہ مصنف ناسخ تواریخ لکھتے ہیں کہ حضرت امیر المومنین علیؓ ابنِ ابی طالب کے دو فرزندوں کا نام حضرت عباس تھا۔ حضرت عباس علمبردار کو عباسِ اکبر کہا جاتا تھا اور دوسرے حضرت عباس کو عباس اصغر کہا جاتا تھا۔

---

[1] امزا عصیبہ ج ۲ ص ۷ ۲۴۔ مؤلفہ محمود بن مہدی سرخی۔ مطبوعہ لاہور۔ باقر مجلسی نے بحار الانوار ج ۵ ص ۷ ۳ پر لکھا ہے کہ عمر بن علی کربلا میں شہید ہو گئے تھے اور اس کے دو صفحے بعد ۳۹ پر لکھا ہے کہ عمر بن علی نے میراث کے متعلق جھگڑا کیا تھا۔ یہاں مجلسی کو بھی تسامح ہوا ہے۔

حضرت عباس اور ان کے بھائی

ناسخ التواریخ میں ہے:

حضرت ام البنین کو خدا تعالیٰ نے چار فرزند عطا کیے تھے۔ (۱) عباس الاکبر۔ (۲) عبداللہ اکبر۔ (۳) جعفر اکبر۔ (۴) عثمان اکبر۔ مذکورہ بالا چاروں بھائی کربلا میں شہید ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (ناسخ التواریخ ج۲ ص۳۴۷)

(۶) حضرت جعفر بن علیؓ کی شہادت

حضرت علیؓ المرتضیٰ کے فرزند جعفر بن علیؓ نے دو برس اپنے والد حضرت علیؓ کے ساتھ بسر کیے تھے اور تقریباً بارہ سال حضرت امام حسنؓ مجتبیٰ کے ساتھ گزارے اور حضرت امام حسینؓ کے ساتھ اکیس برس بسر کیے تھے۔ ان کی مجموعی عمر ۳۴ سال تھی۔

حضرت جعفر بن علیؓ کی کنیت ابو عبداللہ تھی وہ حضرت عباسؓ علمبردار کے سگے بھائی تھے۔ میدان کربلا میں محرکہ کے دوران انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

انی انا جعفر ذو المعالی
ابنِ علی الخیر ذی النوال
حسبی العمی شرفاً و خال
احمی حسینا ذا الندی المفضال

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید

ترجمہ: میں جعفر ہوں اور میں اسباب عظمت رکھتا ہوں۔ میں نیکوکار اور سخی علیؓ کا فرزند ہوں۔ میرے چچا اور ماموں کا فخر میرے لیے کافی ہے اور میں صاحب فضیلت و سخاوت حسینؓ کی نصرت کرتا ہوں۔

الغرض آپ نے شدید جنگ کی اور انہیں ہانی بن ثبیت نے شہید کیا۔[1]

(۷) حضرت محمد اصغر بن علیؓ کی شہادت

حضرت علیؓ المرتضیٰ کے فرزندوں میں حضرت محمد اصغر بھی ایک فرزند ہیں چناں چہ وہ بھی میدان کربلا میں گئے اور بہت سے دشمنوں کو قتل کیا۔ ان کی والدہ ام ولد تھیں۔[2]

(۸) حضرت عبداللہ بن علیؓ کی شہادت

۱۰ محرم الحرام کو حضرت ابوالفضل العباسؓ نے اپنے بھائیوں کو بلایا اور عبداللہ بن علیؓ کو فرمایا: آپ میدان میں جائیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ راہ خدا میں شہادت پائیں۔ اور میں تمہاری شہادت پر صبر کرکے اجر عظیم کا حق دار بن سکوں۔[3]

---

[1] ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۷-۳۳۳۔ قمام ص ۴۴۲۔ جلاء العیون ص ۵۷۰ پر ان کی شہادت کا تذکرہ موجود ہے۔

[2] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۹۔

[3] ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۷-۳۳۳۔ قمام ص ۴۴۱۔ بحار الانوار باقر مجلسی ج ۴۵ ص ۳۸ حوالہ ج ۱۷ ص ۲۸۱۔ مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۱۲۹ کا ماحصل یہ ہے۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ابوالفرج لکھتے ہیں کہ اس وقت عبداللہ کی عمر پچیس برس تھی۔
الغرض عبداللہ بن امیر المومنین علیؓ المرتضیٰ میدان میں آئے۔ اور قتال کیا آخر ہانی بن ثبیت حضرمی نے انہیں شہید کیا۔[1]

(۹) حضرت حضیر بن علیؓ المرتضیٰ کی شہادت

حضرت علیؓ المرتضیٰ کے ایک فرزند حضیر بن علیؓ تھے۔ انہوں نے بھی میدان کربلا میں شہادت پائی۔[2]

(۱۰) حضرت ابراہیم بن علیؓ المرتضیٰ کی شہادت

شہدائے کربلا میں حضرت ابراہیم بن علیؓ بھی شامل ہیں۔ چناں چہ محمد بن علی بن حمزہ روایت کرتے ہیں ایک ام ولد سے امیر المومنین کا ایک فرزند پیدا ہوا تھا جس کا نام حضرت ابراہیم تھا۔ انہوں نے حضرت امام حسینؓ کے ساتھ کربلا تک سفر کیا اور روز عاشورا شہید ہوئے تھے۔[3]

حضرت سعید بن عبداللہ الحنفی کی شہادت

شہدائے کربلا میں حضرت سعید بن عبداللہ الحنفی کا تذکرہ کیا گیا ہے جب امام حسینؓ نے روز عاشور نماز ظہر ادا کی تو سعید بن عبداللہ الحنفی آپؓ کے سامنے کھڑے ہو گئے تھے اور جو بھی تیر آتا، آگے بڑھ

---

1 رمز المصیبہ ج۲ ص ۲۳۸ بحوالہ ابصار العین ص ۳۴۔

2 جلاء العیون ج۲۔

3 جلاء العیون باقر مجلسی ج۲۔

خادم اہلسنت عبدالوحید حنفی

کر اپنے ہی جسم کو اس کے لیے پیش کرتے تھے اور امام حسینؓ تک تیروں کو نہیں جانے دیتے تھے۔ کچھ تیر ان کے چہرے پر لگے۔ کچھ سینہ میں پیوست ہوئے اور کچھ تیر ان کے پہلو میں جا کر لگے۔ آخرکار سعید بن عبداللہ الحنفیؒ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر گرے اور شہید ہو گئے۔[1]

(۲) بحار الانوار میں باقر مجلسی نے لکھا ہے۔

السلام علیٰ سعید بن عبداللہ الحنفی القائل للحسین و قد اذن له فی الانصراف لا و اللہ لا نخلیک حتی یعلم اللہ انا قد حفظنا غیبة رسول اللہ فیک و اللہ لو اعلم انی اقتل ثم احیا ثم احرق ثم اذری ویفعل بی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

O سعید بن عبداللہ حنفی پر سلام ہو جسے شب عاشورہ امام حسینؓ نے واپس چلے جانے کی اجازت دی تھی لیکن اس نے یہ کہا تھا اللہ کی قسم! ہم آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔ اور ہمارے طرز عمل کو اللہ دیکھے گا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی غیبت میں آپ ﷺ کی حفاظت کی تھی اللہ کی قسم! اگر میں جانتا کہ مجھے قتل کیا جائے گا پھر زندہ کیا جائے گا پھر مجھے آگ میں جلایا جائے گا، پھر میری خاکستر

---

[1] ابصار العین ص ۱۲۶ روایت ابو مخنف۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۲۶۔ مناقب ابنِ شیر آشوب ج ۴ ص ۱۰۳۔ حوالہ ج ۱۷ ص ۲۶۹ اور مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۲۰۔ جلاء العیون ج ۲ ص ۵۶۴۔

ہوا میں اڑا دی جائے گی اور ستر مرتبہ مجھ سے یہی سلوک کیا جائے گا تو پھر بھی میں آپؑ سے جدائی برداشت نہ کرتا۔

وانما ھی موتۃ او قتلۃ و احدۃ ثم ھی بعدھا الکرامہ التی لا انقضاء لھا ابداً فقد لقیت حمامک و واسیت امامک و لقیت من اللہ الکرامۃ فی دار المقامۃ حشرنا اللہ معکم فی المستشھدین ورزقنا مرافقتکم فی اعلیٰ علیین۔

O اور آپ کے سامنے مرنے کو ترجیح دیتا جب کہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ مجھ پر تو صرف ایک بار ہی موت نے آنا ہے یا مجھے صرف ایک مرتبہ ہی قتل ہونا ہے۔ اس کے بعد دائمی عزت ہے آپ نے اپنی موت سے ملاقات اور اپنے امام کی خیر خواہی کی اور اللہ کی طرف سے آپ کو عزت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ جیسے شہداء کے ساتھ محشور فرمائے۔ اور مقام اعلیٰ علیین میں آپ کی رفاقت نصیب کرے۔[1]

☆☆☆☆

[1] بحار الانوار ج ۴۵ ص ۷۰ از ملا باقر مجلسی۔

باب...14

بیعتِ یزید

کیا حضرت امام زین العابدینؒ نے یزید کی بیعت کی؟

شیعہ مذہب کی کتاب فروع کافی کتاب الروضہ ص ۲۳۴ ج ۸ میں ہے کہ امام جعفرؒ صادق نے فرمایا ہے کہ جب یزید بن معاویہ حج کے ارادہ سے جاتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوا تو امام زین العابدینؒ نے یزید کی بیعت کرلی۔[1]

لکھتے ہیں کہ: یزید بن معاویہ حج پر جاتے ہوئے مدینہ میں داخل ہوا تو ایک قریشی آدمی کو بلایا، اس کے آنے پر کہا کہ: تو میرا غلام ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اگر میں چاہوں تجھے بیچوں چاہوں تو غلام ہی رکھ لوں۔ اس قریشی نے جواب دیا: خدا کی قسم قریش میں باعتبار حسب کے تم مجھ سے زیادہ باعزت نہیں ہو اور نہ ہی تمہارا باپ میرے باپ سے جاہلیت

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] اہل تشیع کا یہ طریقہ ہے کہ واقعہ کو ایسے انداز میں لکھتے ہیں کہ واقعہ کی تصدیق بھی ہو جاتی ہے لیکن انداز ایسا لکھنے کا ہوتا ہے کہ ساتھ ساتھ ائمہ کی توہین بھی کرتے جاتے ہیں۔ یہاں واقعہ نگار نے روایت اس طرح کی ہے کہ بیعت کی تصدیق بھی کردی لیکن واقعہ کو اس طرح بنا کر لکھا کہ قتل کے خوف سے کی، حالانکہ یہ سراسر الزام ہے کہ موت کے خوف سے بیعت کی۔ قریشی کے قتل اور امام زین العابدینؒ کو قتل کرانے کی دھمکی کی روایت من گھڑت ہے۔

اور اسلام میں بہتر ہے اور نہ ہی تم دین میں مجھ سے افضل ہو۔ میں کیوں کر آپ کا سوال قبول کروں۔

یزید نے کہا: اگر تم نہ مانے تو قتل کر دوں گا۔

قریشی نے کہا: میرا قتل، قتلِ حسینؓ بن علیؓ کے قتل سے زیادہ بڑا نہیں ہے۔

یزید نے پھر اس قریشی کو قتل کرا دیا۔

یزید نے امام زین العابدینؒ کو بلوایا اور ان سے بھی یہی کچھ کہا جو اس قریشی کو کہا تھا۔ امام موصوف نے کہا کہ:

اگر میں مطلوبہ اقرار نہ کروں تو کیا مجھے بھی اس شخص کی طرح قتل کر دے گا؟ یزید نے کہا: ہاں۔

فقال علی بن الحسین علیهما السلام قد اقررت لک بما سالت انا عبد مکره لک فان شئت فامسک و ان شئت فبع فقال له یزید لعنة الله اولی لک حقنت وهک و لم ینقصلک ذلک من شرفک۔[1]

زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا: میں نے تیرا مطالبہ مان لیا۔ میں ایک مجبور غلام ہوں تیری مرضی اگر چاہے مجھے بیچ دے اور چاہے رکھ لے۔ پس آپ کو یزید نے کہا کہ تم نے

[1] فروع کافی کتاب الروضہ از یعقوب کلینی ص ۱۱

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اچھا کیا، اپنا خون بھی بچا لیا اور اس سے تمہاری شان کچھ کم نہیں ہوئی۔(فروغ کافی کتاب الروضہ ج۸ ص ۲۳۴)

تبصرہ واقعہ کربلا کے بعد یزید نے امام زید العابدینؒ سے معذرت کر لی تھی اور عزت و اکرام سے خاندانِ امام حسینؓ اور حضرت امام زین العابدینؒ واپس مدینہ تشریف لے گئے۔

پھر جب واقعہ حرہ پیش آیا تو تاریخی واقعات میں "تاریخ طبقات ابنِ سعد" کی روایت کے مطابق:

ایک شخص نے امام محمد باقرؒ بن امام زین العابدینؒ سے واقعہ حرہ کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا ان کے گھرانے کا کوئی فرد یزید کی فوج سے لڑنے کے لیے نکلا تھا۔

امام محمد باقرؒ نے فرمایا کہ نہ خاندان ابو طالب کا کوئی فرد لڑنے نکلا تھا نہ ہی خاندانِ عبد المطلب میں سے کوئی شخص مقابلے میں آیا۔ سب کے سب اپنے گھروں میں بیٹھے رہے۔

جب مسلم بن عقبہ کامیاب ہو گیا تو حضرت زین العابدینؒ اس کے پاس آئے تو مسلم بن عقبہ نے ان کی عزت و تکریم کی اور کہا کہ:

یزید نے مجھے حکم دیا تھا کہ آپ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤں۔[1]

[1] طبقات ابن سعد تحت تابعین طبقہ ثانیہ علی بن الحسین

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

شیعہ مجتہد باقر مجلسی لکھتے ہیں:

واقعہ کربلا کے بعد یزید کا مدینہ میں آنا مخالف تواریخ میں مشہور ہے مگر ہو سکتا ہے کہ راویوں کو اشتباہ ہوا ہو۔ اور مسلم بن عقبہ نے اس ملعون کی طرف سے آکر بیعت لی ہو۔[1]

(۲) جس قریشی کا ذکر ہے اس کا نام ہی ظاہر نہیں کیا گیا تو کیسے معلوم ہو کہ ایسا واقعہ ہوا بھی یا نہیں۔

(۳) ترجمانِ شیعت ملا باقر مجلسی نے بھی یہی واقعہ جلاؤالعیون ج ۲ ص ۲۷۷ میں نقل کیا ہے اور اس واقعہ بیعت کا انکار نہیں کر سکے۔ صرف اتنی تاویل کی ہے کہ ممکن ہے مسلم بن عقبہ نے یہ بیعت یزید کے لیے لی ہو۔ بہر حال امام زین العابدینؒ کا یزید سے بیعت کر لینا تو ثابت ہو گیا خواہ بالواسطہ ہی ہو۔ اس بات کو کیسے مانا جا سکتا ہے کہ ایک عام قریشی میں اتنی جرأت ہے کہ وہ یزید کے سامنے حق گوئی اور بے باکی کا مظاہرہ کر کے اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ لیکن امام زین العابدینؒ اپنے والد اور دیگر افراد خاندان کے قاتل کے سامنے اپنی بے بسی کا اقرار کرتے ہیں اور پھر بیعت کر لیتے ہیں۔ یہ بات عقل و نقل کے خلاف ہے۔ اس لیے روایت کا یہ الحاقی واقعہ من گھڑت ہے۔

---

[1] شیعہ کتاب جلاء العیون ترجمہ ص ۳۱۶ ج ۲ مطبوعہ لاہور

(۴) مولانا قاضی مظہر حسین صاحب لکھتے ہیں۔

اہل سنت علماء تو دوسری وجوہات کی بنا پر یزید کی تکفیر و لعن میں احتیاط و توقف کرتے ہیں لیکن اہل تشیع کیوں کر یزید کو ملعون قرار دے سکتے ہیں جبکہ ان کی مستند کتب حدیث سے ثابت ہے کہ خود حضرت امام زین العابدینؒ نے یزید کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا۔

چناں چہ فروع کافی میں ہے:

ثم ارسل الٰی علی بن الحسین علیھما السلام فقال له مثل مقالة للقرشی فقاله علی بن الحسین علیھما السلام ارایت ان لم اقر لک الیس تقتلنی کما قتلت الرجل بالامس فقال له یزید لعنه اللّٰه بلٰی۔ فقال له علی بن الحسین علیھما السلام قد اقررت لک بما سالت انا عبد مکرہ لک فان شئت فامسک و ان شئت فبع فقال له یزید لعنه اللّٰه اولٰی لک حقنت دمک و لم ینقصک ذلک من شرفک۔[1]

"پھر یزید نے امام زین العابدینؒ علی بن الحسینؓ کے پاس آدمی بھیجا اور ان کو وہی بات کہی جو ایک قریشی مرد کو کہی تھی۔ تو امام زین العابدین علی بن الحسین نے اس سے کہا کہ بتاؤ اگر میں تیری (خلافت و بیعت) کا اقرار نہ کروں تو کیا مجھ کو بھی قتل کر دے گا

---

[1] فروع کافی ج ۳ کتاب الروضہ ص ۱۱۰

جیسا کہ تو نے کل اس مرد کو کیا ہے۔

تو یزید نے کہا کہ ہاں۔ پس امام زین العابدینؒ علی بن الحسینؓ نے یزید سے کہا کہ تو جو چاہتا ہے میں تیرے لیے اس کا اقرار کرتا ہوں۔ میں تو تیرا مجبور غلام ہوں۔ اگر تو چاہے تو اپنے پاس رکھ اور اگر تو چاہے تو بیچ دے۔ پس آپ کو یزید نے کہا کہ تم نے اچھا کیا اپنا خون بھی بچا لیا اور اس بات نے تیری شان کچھ کم بھی نہیں کی"۔

اور شیعوں کے علامہ باقر مجلسی نے بھی لکھا ہے:

"اور کچھ لوگوں کو بھیج کر حضرت علی بن الحسینؓ (امام زین العابدین) کو طلب کیا اور وہی کہا جو اس مرد سے کہا تھا۔ حضرت نے فرمایا اگر میں اقرار نہ کروں اس وقت تو مجھے قتل کرے گا جس طرح اس مرد کو قتل کیا؟ یزید نے کہا ہاں۔ حضرت نے فرمایا۔ جو کچھ تو نے کہا میں نے اقرار کیا۔ یزید نے کہا۔ تم نے اپنی جان کی حفاظت کی اور تمہارے شرف و بزرگی سے کچھ کم نہ ہوا"

مؤلف فرماتے ہیں کہ یزید کا بعد شہادت امام حسینؓ کے مدینہ میں آنا مخالف تواریخ مشہور ہے۔ مگر یہ ہو سکتا ہے کہ راویوں کو اشتباہ ہوا ہو اور مسلم بن عقبہ نے اس ملعون کی طرف سے آ کے بیعت لی ہو۔[1]

[1] جلاء العیون مترجم ج ۲ ص ۳۱۶ مطبوعہ لاہور

یہ بھی عجیب نظریہ ہے کہ جس کی بیعت امام حسینؓ قبول نہ کریں اور اپنے اعزہ کی جانیں قربان کر دیں اور مستورات کو اس مصیبت میں مبتلا کرنا قبول کر لیں اُنہی کے جانشین حضرت زین العابدینؒ جو شیعوں کے نزدیک چوتھے امام معصوم ہیں جان بچانے کے لیے اسی یزید سے بیعت کر لیں اور اس کو خلیفہ مان لیں جو اہل تشیع کے نزدیک اتنا ملعون ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس پر لعنتوں کا ورد نہ کرے تو وہ بھی ان کی نگاہ میں دشمن حسینؓ قرار دیا جاتا ہے۔ کیا یہی وہ امامت منصوصہ ہے جو ماتمی گروہ ہر مسلمان سے منوانا چاہتا ہے؟

اگر امام زین العابدینؒ کے تقیہ کرنے سے ان کی امامت معصومیت میں فرق نہیں پڑا تو پھر اگر امام حسینؓ بھی اس تقیہ پر عمل لیتے تو کیا نقص لازم آتا تھا۔ اعزہ واحباب کی جانیں بھی بچ جاتیں اور عظمت امام میں بھی کچھ فرق نہ آتا۔

(ب) جلاء العیون کی مندرجہ روایت کے حاشیہ میں کوثر زیدی بھریلوی صاحب فرماتے ہیں کہ:

"یہ روایت بالکل غلط ہے امام زین العابدینؒ کا بھی اپنے والد امام حسین کے بعد وہی مرتبہ اسلام ہے جو امام حسینؓ کا تھا۔ اگر امام زین العابدینؒ یزید یا مسلم بن عقبہ کی بیعت کرتے تو امام حسینؓ کیوں سر کٹواتے"۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی حفظہ

اس نوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوثر زیدی صاحب یا نیم سُنّی ہیں کہ امام موصوف سے اس قسم کی کمزوری کا صدور تسلیم نہیں کرسکتے اور یا وہ شیعوں کے مسئلہ تقیہ سے ناواقف ہیں اور روایت غلط ہونا بھی محض بلا دلیل ہے! جب ان کے رئیس المحدثین علامہ باقر مجلسی اس کو صحیح مان رہے ہیں تو ان کے مقابلے میں کوثر زیدی صاحب کی تحقیق کی کیا حیثیت ہے۔

اور غالباً کوثر صاحب اصول کافی کے اس آسمانی وصیت نامہ سے بھی ناواقف ہیں کہ جس میں امام زین العابدینؒ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقیہ کرنے کا یہی حکم دیا گیا تھا۔ چناں چہ اس طویل وصیت نامہ میں یہ ہے:

فلما مضی دفعها الی علی بن الحسین قبل ذلک ففتح الخاتم الرابع فوبد فیها ان اصمت و اطرق لما حجب العلم۔ (شافی ترجمہ اصول کافی ج ص ۳۲۲)

جب انہوں (یعنی امام حسینؓ) نے شہادت پائی تو وہ وصیت نامہ علی بن الحسینؓ (یعنی امام زین العابدینؒ) کو دے دیا۔

انہوں نے چوتھی مہر توڑی، لکھا تھا:

"چپ رہو اور رضائے الٰہی میں سر جھکائے رہو۔ کیوں کہ علم حجاب میں ہے"۔ (شافی ترجمہ اصول کافی ج ص ۳۲۲)

دوسری روایت میں ہے کہ اس میں لکھا تھا کہ:

سر تسلیم خم کرو۔ خاموشی کے ساتھ اپنے گھر میں بیٹھ کے مرتے دم تک عبادت خدا کرو۔ (شافی ترجمہ اصول کافی ص ۳۲۲)

"اس وصیت نامہ پر حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل کی گواہی بھی موجود ہے۔ تو جب آپ کو خدائی حکم میں سر تسلیم خم کرنے کا تھا تو آپ یزید کی بیعت کیوں نہ کرتے"۔ [1]

اگر بیعت والا واقعہ صحیح ہے تو پھر یہی صورت ہو گی کہ یزید نے قتلِ حسین رضی اللہ عنہ پر معذرت کی ہو گی تو آپ نے بیعت کر لی ہو گی۔ واللہ اعلم

سوال: کیا قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ کوفی شیعہ تھے؟

جواب: بظاہر وہ اپنے آپ کو شیعانِ علی رضی اللہ عنہ کہتے تھے لیکن اندر سے خارجی تھے، امام حسین رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دے کر کربلا میں شہید کر دیا۔

(ا) شیعہ مجتہد علامہ نور اللہ شوستری لکھتے ہیں:

تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد و سُنّی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج بدلیل است گوابو حنیفہ کوفی باشند۔ [2]

ترجمہ: اہل کوفہ کے شیعہ ہونے پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ان کا سُنّی ہونا خلافِ اصل اور دلیل محتاج ہے۔ اگرچہ

---

[1] بشارت الدین بالصبر علی شہادت الحسین ص ۲۷۶ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ

[2] مجالس المومنین مجلس اول ص ۲۵

ابو حنیفہ کوفی ہی کیوں نہ ہوں۔[1]

کوفیوں کا شیعہ ہونا مسلّم ہے

o حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ اپنی کتاب "بشارت الدارین بالصبر علیٰ شہادت الحسینؓ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس امر میں اختلاف کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت حسینؓ کو کوفیوں نے ہی بلایا تھا اور ہزارہا کی تعداد میں بیعت ہونے کے بعد حضرت مسلم بن عقیل کو تنہا چھوڑ دیا اور ان کی مدد نہ کی اور پھر وہی لوگ میدان کربلا میں حضرت امام حسینؓ کے مقابلے میں آئے اور

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] عہد رسالت مآب میں سب مسلمان اہلِ اسلام شمار ہوتے تھے۔ حضرت عثمانؓ ذوالنورین کے دور آخر میں جب سبائیوں نے اہلِ اسلام میں فتنہ پیدا کیا تو فتنہ پیدا کرنے والوں کو سبائی پارٹی کے نام سے منسوب کیا گیا۔ پھر جب حضرت علیؓ المرتضیٰ کے دور خلافت میں وہ حضرت علیؓ سے الگ ہوگئے تو خارجی کہلائے۔ خارجی جب الگ ہوگئے تو سبائیوں، بلوائیوں، خارجیوں کو جدا شمار کر کے شناخت کے لیے اہلِ اسلام کو اہل السنت والجماعت کے نام سے منسوب کیا گیا۔ اور شیعانِ معاویہؓ، شیعانِ علیؓ، شیعان عثمانؓ کی شناخت کے لیے بجائے لفظ شیعہ کے سب اہل اسلام کو اہل السنت والجماعت کے نام سے منسوب کیا گیا۔ حضرت معاویہؓ کے انتقال کے بعد اہل اسلام میں فتنہ پیدا کرنے کے لیے ایک گروہ نے اہل السنت والجماعت سے اپنے آپ کو الگ شمار کر کے شیعانِ علیؓ یا شیعان حسینؓ کہلانا شروع کر دیا یعنی حسینؓ اور علیؓ کے حُب دار۔ اس لیے جب کہا جاتا ہے کہ کوفی شیعانِ علیؓ یا شیعانِ حسینؓ تھے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ بظاہر حضرت علیؓ المرتضیٰ اور امام حسینؓ کے شیعہ یعنی علیؓ و حسینؓ کے حب دار تھے لیکن جب ساتھ چھوڑ گئے تو خارجی یزیدی بن گئے۔ پھر انہیں خارجیوں یزیدیوں نے جو کوفی شیعہ تھے، میدانِ کربلا میں امام حسینؓ اور ان کے عزیز و اقربا کو شہید کر دیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کوفیوں کے اہل تشیع ہونے کے متعلق شیعوں کے شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری نے بھی خود اقرار کیا ہے کہ

"بالجملہ تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد و سُنّی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج دلیل است گو ابو حنیفہ کوفی باشد"۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ ہر کوفی کو شیعہ ہی تسلیم کیا جائے گا، کسی اور دلیل کی حاجت نہیں ہے۔ ہاں! کسی کوفی کے سنّی ہونے کے لیے دلیل کی ضرورت ہو گی۔ جب تک کسی قوی دلیل سے یہ ثابت نہ ہو کہ وہ سُنّی مسلمان ہے اُس وقت تک کوفی شخص کو شیعہ ہی ماننا پڑے گا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت امام حسینؓ کے قاتل شیعہ ہی تھے۔

o شیعی علامہ محمد حسین صاحب قاتلانِ حسین کے مذہب کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"در حقیقت ان سے اسلام کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کے بعد اس سوال کا موقعہ ہی نہیں رہتا کہ یہ لوگ سُنّی تھے یا شیعہ"۔ [2]

مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ اس پر تبصرہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"قاتلانِ حسینؓ کا سُنّی نہ ہونا تو آپ نے بھی تسلیم کر لیا۔ لیکن اگر وہ شیعہ بھی نہیں تھے تو پھر حضرت حسینؓ کا مذکورہ یہ ارشاد غلط

---

[1] مجالس المؤمنین مترجم ص ۶۹ مطبوعہ شمسی مشین پریس آگرہ
[2] سعادت الدارین فی مقتل الحسین ص ۱۸۱

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ثابت ہو جاتا ہے کہ ہمارے شیعوں نے ہی ہمارا ساتھ چھوڑ دیا"۔[1]

حالاں کہ شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ائمہ کے پاس شیعوں کے نام درج ہوتے ہیں۔ چناں چہ اصول کافی ص ۱۳۶ مطبوعہ لکھنؤ میں ہے:

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ:

انا لنعرف الرجل اذا رایناء بحقیقۃ الایمان و حقیقۃ النفاق و ان شیعتنا لمکتوبون عندنا باسمآءِھم و اسمآء اباءھم۔[2]

"اور بے شک ہم لوگ آدمی کو دیکھ کر اس کے ایمان اور نفاق کی حقیقت معلوم کر لیتے ہیں اور بے شک ہمارے شیعوں کے نام اور ان کے آبا کے نام ہمارے پاس لکھے ہیں"۔

فرمایئے! حضرت امام حسینؓ کن لوگوں کی شکایت فرما رہے ہیں اور حضرت حسینؓ کو کس نے بلایا اور کس نے شہید کیا اور خود امام موصوف جن کو ملامت کر رہے ہیں وہ کون تھے؟[3]

(۲) حضرت مسلم بن عقیلؓ نے بوقت شہادت ابنِ سعد سے فرمایا کہ امام حسینؓ کو کہلا بھیجیں کہ:

---

1 تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۳۱

2 اصول کافی ص ۱۳۶

3 بشارت الدارین بالصبر علیٰ شہادت الحسینؓ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسین ص ۱۳۷۔ مطبوعہ ادارہ مظہر الحقیق جامع مسجد برکت علی اچھرہ لاہور

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

هو يقول لک ارجع فداک ابی و امی باهل بيتک و لا يغررک اهل الكوفه فانهم اصحاب ابيک الذی يتمنی فراقهم بالموت او التقل ان اهل الكوفة قل كذبوک و ليس لكذوب رای۔ (ناسخ التواریخ ج ۶ کتاب ۲ ص ۱۴۹)

ترجمہ: مسلم بن عقیلؓ عرض کرتا ہے کہ: میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ مع اہل بیت واپس ہو جائیں اور اہل کوفہ کے فریب میں نہ آئیں، کیوں کہ آپ کے والد کے یہ وہی اصحاب ہیں جن سے بذریعہ موت یا قتل وہ جدائی کے متمنی تھے۔ کوفیوں نے آپ سے دروغ گوئی کی اور کذابوں پر بھروسہ نہیں ہے۔[1]

(۳) مسلم بن عقیلؓ نے محمد بن اشعث بن قیس سے فرمایا کہ:

میری طرف سے کسی کو امام حسینؓ کی خدمت میں روانہ کر دیں اور کہلا بھیجیں کہ آپ کا پسر عم عرض کرتا ہے کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ واپس لوٹ جائیں کہ میں یہاں اسیر ہو کر اب قتل ہو رہا ہوں یہ وہی اہل کوفہ ہیں جن کے نفاق سے تنگ ہو کر آپ کے والد بزرگوار تمنائے موت کرتے تھے۔ (جلاء العیون ج ۲ از ملا باقر مجلسی)

(۴) مسلم بن عقیلؓ نے ابنِ سعد سے وصیت کی کہ:

امام حسینؓ کو اس مضمون کا خط لکھ دینا کہ کوفیوں نے مجھ سے دغا کیا

---

[1] جلاء العیون ج ۲ مؤلفہ ملا باقر مجلسی

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

ہے اور آپ کے پسر عم کی نصرت و یاوری نہ کی ان کے دعووں پر اعتماد نہیں ہے آپ اس طرف نہ آئیں۔ (جلاء العیون ج ۲۔ از ملا باقر مجلسی)

(۵) حضرت امام حسینؓ نے ان کوفیوں کے شیعہ ہونے کی شہادت دی ہے، چناں چہ جب امام حسینؓ کوفہ جاتے ہوئے منزل زبالہ میں پہنچے اور خبر شہادت مسلمؓ و عبداللہ بن یقطرؒ سنی تو اپنے رفقاء و اصحاب کو جمع کر کے فرمایا:

قد خذلنا شیعتنا۔ (خلاصۃ المصائب ص ۴۹)

شیعان ما دست از یارھا بر داشتنہ۔ (جلاء العیون)

یعنی میرے شیعوں نے مجھ کو چھوڑ دیا اور میری نصرت اور حمایت کرنے سے ہاتھ اٹھالیا۔ (ناسخ التواریخ ص ۱۶۳)

(۶) بقول شیعہ راوی: امام حسینؓ کے نام کوفیوں نے جو خطوط لکھے ان میں بھی یہ لکھا کہ:

از جانب سلیمان بن صرد خزاعی و مسیّب بن نخبہ و رفاعہ بن شداد و حبیب بن مظاہر و سائر شیعیان و از مومنان و مسلمانانِ اہل کوفہ سلام خدا بر تو باد...... الخ

(۷) (ب) دوسرے خط میں یہ عنوان ہے کہ:

ایں عریضہ ایست بخدمت حسین بن علی، از شیعان، و فدویان و مخلصان آنحضرت...... الخ

حاصل یہ ہوا کہ امام حسینؓ کو کوفہ بلانے والے کوفیوں کا جب خود اپنا اقرار ہے کہ ہم پرانے شیعہ ہیں تو پھر یقین کریں کہ وہ شیعہ تھے۔

(۸) حضرت امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد امام حسینؓ مدینہ سے مکہ چلے تو یہ خبر پا کر کوفہ میں اہل کوفہ کا اجتماع ہوا اور وہاں سلیمان بن صردؓ خزاعی سے منسوب یہ فرمان منقول ہے کہ سلیمان بن صردؓ نے سب اہل کوفہ سے کہا:

انتم شیعۃ و شیعۃ ابیہ۔ (ناسخ التواریخ)

شما شیعیان او و پدر بزرگوار او ئید (جلاء العیون)

یعنی تم لوگ امام حسینؓ اور ان کے والد حضرت علیؓ کے شیعہ ہو۔

• بقول شہید ثالث نور اللہ شوستری: محض کوفی ہونا، شیعہ ہونے کے لیے کافی ہے تو جناب امیر حضرت علی المرتضیٰؓ کے اصحاب ہونا ان کے شیعہ ہونے کے لیے اہل تشیع کے ہاں بدرجہ اولیٰ کافی ضمانت ہے اور ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام حسینؓ کو فہ بلانے والے یہ کوفی شیعہ وہی شیعہ تھے جو پہلے امیر المومنین حضرت علیؓ المرتضیٰ کے شیعہ کہلاتے تھے، پھر خارجی بن گئے اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کو شہید کر دیا۔

اہلِ کوفہ شیعہ کا واقعہ کربلا میں کردار

سوال: کوفی شیعہ واقعہ کربلا میں کس لشکر میں تھے؟

جواب: کوفی شیعہ یزید کے تو پہلے ہی خلاف تھے اس لیے یزید کے نزدیک وہ خارجی تھے۔ امام حسینؓ کو کوفہ بلایا اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر امام حسینؓ کی نصرت کے لیے بیعت کی۔ لیکن جب ابنِ زیاد کوفہ پہنچا تو امام حسینؓ کے شیعہ (حامی) ہونے کے باوجود خارجی بن گئے اور امام حسینؓ کے مقابلہ کے لیے کربلا میں پہنچ گئے۔

چنانچہ خود کتب شیعہ میں مذکور ہے:

(۱) لیس فیهم شامی و لا حجازی بل جمیعهم من اهل الکوفه۔ (خلاصۃ المصائب ص ۲۰۱)

امام حسینؓ کے مقابلہ میں نہ کوئی شامی تھا نہ حجازی بلکہ سب کوفی تھے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۲) مروج الذہب میں مسعودی شیعہ مؤرخ لکھتے ہیں:

حسینؓ نے کربلا کا عزم کیا، لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ قتل ہوئے۔ اور ان کو کوفیوں نے قتل کیا، شامی ان میں نہ تھے اور جو شامیوں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ ان کی سکونت سابق کی وجہ سے ہے۔ جو کچھ اہلِ بیت کے ساتھ ہوا وہ کوفیوں نے کیا۔ (مروج الذہب مسعودی)

(۳) نیز بحوالہ کتب تاریخ و مقتل مؤرخ لکھتے ہیں:

اہلِ شام، بعد شہادت حسین علیہ السلام معلوم ہوتا ہے کہ ان لڑائیوں میں نہ تھے۔ (تلخیص مرقع کربلا ص ۲۱)

(۴) و ابی مخنف لشکر ابن زیاد راہشتاد ہزار سوار نگاشتہ و گوید کہ ہمگان کوفی بودند و حجازی و شامی با ایشاں نہ بودند۔[1]

ترجمہ: اور ابی مخنف نے لشکر ابنِ زیاد کی تعداد اسی ہزار لکھی ہے۔ اور کہا ہے کہ وہ سب کوفی تھے۔ اور ان کے ساتھ نہ کوئی حجازی تھا نہ شامی۔

تذکرۂ حسینؓ میں جھوٹی اور موضوع روایات

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

اگر حضرت حسینؓ کے صحیح فضائل بیان کیے جائیں اور مقصد شہادت کے پیش نظر آپ کی شہادت کا صحیح تذکرہ کیا جائے اور کسی دن کے تعین کو ضروری نہ سمجھا جائے تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن عموماً تذکرہ حسینؓ میں جھوٹی اور موضوع روایات بیان کی جاتی ہیں۔ اور اہل تشیع نے تو شہادتِ حسینؓ کو اس طرح افسانوی طرز پر اختراح کیا ہے کہ داستان الف لیلیٰ کا گمان ہوتا ہے۔ پیشہ ور ذاکرین جو ہر چھوٹا بڑا واقعہ راوی کی نسبت سے بیان کرتے ہیں کہ راوی کہتا ہے، راوی کا یہ بیان ہے تو واقعۂ کربلا کا

---

[1] ناسخ التواریخ ج ۶ کتاب ۲ ص ۱۷۴، مقتل ابی مخنف ص ۴۳

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

مشاہدہ کرنے والے کتنے راوی حضرات ہیں؟

ظاہر ہے کہ مردوں میں سے تو سوائے امام زین العابدینؒ کے خاندانِ نبوت میں سے شہید ہو گئے تھے اور امام موصوف بھی سخت بیمار تھے اور بالکل نو عمر تھے کہ آپ کے بالغ و نابالغ ہونے میں بھی شک ہوتا ہے۔[1]

مستورات خود پردوں اور خیموں میں تھیں۔تو روایات میں جو جنگ کربلا کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ان کا راوی کون ہے؟ اگر ان کا راوی کوئی ہو سکتا ہے تو وہ دشمنان و قاتلان حسینؓ کا گروہ ہو سکتا ہے۔لیکن کیا ایسے راویوں پر اعتماد ہو سکتا ہے۔

ہم اہل سنت اگر حضرت حسینؓ کو مجاہد حق اور شہید مانتے ہیں تو احادیث صحیحہ کی بنا پر مانتے ہیں نہ کہ جنگ کربلا کی من گھڑت اور جھوٹی روایات کی بنا پر۔

ابو مخنف راوی شیعہ ہے!

حافظ ابن کثیر محدثؒ المتوفی ۷۷۴ھ مقتل حسینؓ کی روایات کے متعلق فرماتے ہیں:

---

[1] تاریخ طبری کے ایک دوسرے قول میں یہ ہے کہ امام زین العابدین شادی شدہ تھے اور آپ کے فرزند امام محمد باقر اس وقت ۴ سال کی عمر کے تھے چناں چہ جلاء العیون حصہ دوم میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت ۵۷ھ میں مدینہ میں ہوئی تھی۔

وللشیعة و الرافضه فی صفة مصرع الحسین کذب کثیر و اخبار باطلة و فیها ذکرنا کفایة۔ و فی بعض ما اوردناه نظر۔ ولو ان ابن جریر و غیر من الحفاظ الائمة ذکروه ما سقته و اکثره من روایة ابی مخنف لوط بن یحییٰ و قد کان شیعیا و ہو ضعیف الحدیث عند الائمة (البدایہ و النہایہ ج۸ ص ۲۰۲)

ترجمہ: اور مقتل حسین کے متعلق شیعوں اور رافضیوں نے بہت سی جھوٹی اور باطل خبریں بنا لی ہیں۔ اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ کافی ہے اور جو ہم نے درج کی ہیں ان میں بھی بعض محل نظر ہیں۔

اور اگر ابن جریر وغیرہ حفاظ اور ائمہ ان کو نہ ذکر کرتے تو میں بھی ان کو درج نہ کرتا، اور ان میں اکثر روایتیں ابومخنف لوط بن یحییٰ کی ہیں اور تحقیق وہ شیعہ تھا اور ائمہ حدیث کے نزدیک وہ ضعیف ہے۔ علاوہ ازیں شیعہ مذہب کی مستند کتاب رجال "تنقیح المقال" میں بھی لکھا ہے کہ کان شیعیا امامیا۔ یعنی ابومخنف راوی شیعہ امامیہ تھا۔[1]

[1] بشارت الدارین بالصبر علی شہادت الحسین۔ ص۲۵۸۔ مؤلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ۔ طبع اول ۱۹۷۴ء طبع دوم ۲۰۱۲ء

واقعہ کربلا کا واقعہ نویس حمید بن مسلم یہودی تھا

جلاء العیون ملا باقر مجلسی کے مترجم کوثر بہریلوی لکھتے ہیں:

حمید بن مسلم ایک غیر مسلم یہودی مذہب کا آدمی ہے اور یزید کی طرف سے میدان کربلا میں واقعہ نویس تھا۔ لہٰذا اس نے وہ روایات نقل کیں جو موافق یزید تھیں فوج یزید کے انتہائی ظلم کو چھپانے کے لیے مظلومیت اہل بیت کو پورے طور پر نقل نہیں کیا۔ یہ روایت بھی بے بنیاد ہے۔ جو حمید بن مسلم نقل کرتا ہے، جب لاش حسین پر گھوڑے دوڑائے گئے، خیام کو نذر آتش کیا۔ سیدانیوں کو لوٹا اور قیدی بنا کر بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کر کے عابد بیمار کو طوق و سلاسل میں باندھ کر لے گئے اور دربار یزید تک ایذا رسانی اہل بیت میں پیش پیش شمر تھا۔ لہٰذا یہ الفاظ ناممکن ہیں اس کی زبان سے نکلے ہوں۔[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] (حاشیہ جلاء العیون جلد دوم ص۲۵۶) معلوم ہوا کہ واقعہ کربلا کا واقعہ نویس یہودی اور یزیدی ہے۔ اس لیے اس نے جو آنکھوں دیکھا حال لکھا ہے، اس میں صاف نظر آ رہا ہے کہ اس نے اس کو افسانہ بنا کر واقعات میں اپنی طرف سے الحاق جملے اور مناظر قلم بند کیے ہیں جو کہ اکثر صحیح نہیں اس نے واقعہ اس ترتیب سے بیان کیا ہے کہ اہل بیت کی مستورات کا قطعاً خیال نہیں کیا اور توہین آمیز الفاظ اور کردار کو اور ان کی ظلم و ستم کی داستان کو اس طرح بیان کیا ہے کہ اس کو سچا وہی مان سکتا ہے جس کا خدائی نصرت

جلاء العیون کے شیعہ مترجم نے جس طرح یہ لکھا ہے کہ یہ الفاظ نا ممکن ہیں کہ اس کی زبان سے نکلے ہوں۔ اسی طرح یہ بھی ناممکن ہو سکتا ہے کہ کوّے کی کائیں کائیں والی کہانی بھی یہودی واقعہ نگار کی تراشیدہ ہو اور لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کی روایت بھی من گھڑت ہو۔ واللہ اعلم

کیا یزید امام حسینؓ کے قتل پر راضی تھا؟

o حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ اپنی تصنیف "بشارت الدارین بالصبر علیٰ شہادت الحسینؓ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"یزید امام حسینؓ کے قتل پر راضی تھا یا نہ؟

اس بارے میں مختلف روایات ہیں ہم یہاں وہ روایات درج کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے حضرت حسینؓ کے قتل پر نہایت ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

چناں چہ تاریخ ابنِ خلدون میں ہے کہ:

"جب زُحر بن قیس نے یزید کو فتح کی خبر سنائی تو اس خبر کے سُننے سے یزید کی آنکھیں پر اشک ہو گئیں۔ بولا! میں تم لوگوں سے بغیر قتلِ حسینؓ کے بھی راضی ہو جاتا۔ اللہ کی لعنت ابنِ سمیہ (یعنی ابنِ

پر بالکل ہی یقین نہ ہو۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ ہر مقام پر اپنے نیک بندوں کی عزت ناموس کی حفاظت کرتے ہیں اور اللہ نے کربلا میں اہل بیتؓ کی عزت و ناموس کی حفاظت کی۔

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید حنفی

زیاد) پر ہو۔ اللہ کی قسم اگر میں اس کی جگہ پر ہوتا تو میں حسینؓ سے در گزر کر جاتا۔ اللہ تعالیٰ حسینؓ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

یزید یہ کہہ کر خاموش ہو گیا اور زحر کو کچھ صلہ نہ دیا"۔ [1]

(۲) جب ان لوگوں نے (شام سے مدینہ) روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو یزید نے علی بن حسینؓ (یعنی امام زین العابدینؒ) کو بلا بھیجا اور ان سے کہا: خدا پسر مرجانہ پر لعنت کرے۔ واللہ اگر حسینؓ میرے پاس آتے جس بات کے مجھ سے خواستگار ہوتے، وہی میں کرتا ان کے ہلاک ہونے سے جس طرح بن پڑتا میں بچا لیتا۔

اگرچہ اس میں میری اولاد میں سے کوئی تلف ہو جاتا۔ لیکن اللہ کو یہی منظور تھا جو تم نے دیکھا۔ تمہیں جس بات کی ضرورت ہو مجھے خبر کرنا، میرے پاس لکھ کر بھیج دینا۔ پھر یزید نے سب کو کپڑے دیے اور اس بدرقہ سے ان لوگوں کے بارے میں تاکید کر دی"۔ [2]

(ب) یہ بھی لکھا ہے کہ:

"اس کے بعد یزید نے کسی کو بھیج کر اہل حرم سے پوچھا کہ کیا کیا چیزیں ان کی لوٹ لی گئیں اور جس بی بی نے جو کچھ بتایا اس کا المضاعف (یعنی دُگنا) یزید نے دیا"۔ (ایضاً طبری ص ۳۰۶)

[1] تاریخ ابنِ خلدون مترجم ص ۱۳۴

[2] تاریخ طبری مترجم حصہ چہارم ص ۳۰۴

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۳) مورخ ابنِ خلدون نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

پھر جس وقت اہل بیت امام مدینہ کی جانب روانہ ہونے لگے تو نعمان بن بشیرؓ نے یزید کے حکم سے ایک نہایت متدین باایمان شخص کو مع چند سواروں کے ہمراہ کیا اور بار برداری و اسباب جس قدر لوٹ لیا گیا تھا اس سے دوگنا دے کر رخصت کیا۔ اور امام زین العابدینؒ سے یہ بھی کہا کہ: "اے صاحبزادے! جو تم کو آئندہ ضرورتیں پیش آئیں مجھے لکھنا"۔ پھر محافظین کی طرف متوجہ ہو کر بولا: "دیکھو! ان لوگوں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے"۔

غرض یزید سے امام زین العابدینؒ رخصت ہو کر مع اہل بیت منزل بمنزل سفر کرتے ہوئے مدینہ پہنچ گئے۔ محافظین اس وجہ سے نہیں کہ یزید کا حکم تھا بلکہ بخیال قرابت رسول ﷺ عزت و احترام و آرام سے لائے۔ کسی قسم کی تکلیف اثناء سفر نہ ہونے پائی۔ جہاں پر قیام پزیر ہوتے تھے، چوکیداروں کی طرح سے محافظت و نگہبانی کرتے تھے۔ (تاریخ ابنِ خلدون حصہ دوم ص ۱۳۵)

مندرجہ بالا روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یزید امام حسینؓ کے قتل پر راضی نہ تھا اور اس نے امام زین العابدینؒ وغیرہ خاندان نبوتؐ سے حسن سلوک کیا۔ واللہ اعلم![1]

---

[1] بشارت الدارین بالصبر علیٰ شہادت الحسین ص ۲۷۲ موئلفہ مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

کلام اللہ قرآن خطا سے محفوظ ہے

ان کلام اللہ محفوظ بفضلہ و کرمہٖ عن الخطاء فی تقطہٖ و قلمہٖ فی رسمہ۔ و ذلک بقولہ سبحانہٗ

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحفظون۔

و قد اقیم بحقطہٖ جمع محافظون مع بعد العھد عن زمانہ علیہ السلام الی یومنا۔

ترجمہ: کلام اللہ قرآن، اللہ کے فضل و کرم سے ہر خطا سے محفوظ ہے۔ چاہیے وہ نقطہ میں ہو یا رسم الخط میں اور یہ حفاظت اس کے فرمان کے ذریعہ سے ثابت ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحفظون۔

ہم نے ہی ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ایک جماعت اس قرآن کی حفاظت کے لیے قائم کر دی گئی ہے۔ اگرچہ نبی کریم ﷺ کو ایک مدت مزید گزر گئی ہے۔ لیکن یہ جماعت آج تک قائم ہے۔[1]

[1] موضاتِ کبیر۔ مؤلفہ علامہ علی قاری۔ المتوفی

تحقیق حدیث میں "صحیح نہیں" اور "روایت موضوع" کا فرق

زرکشی فرماتے ہیں:

ولذا قال الزرکشی بین قولنا لم یصح و مولنا موضوع بون مبین فان الوضع اثبات المکذب و قولنا لم یصح انما ھو اخبار عن عدم اثبوت و لا یلزم منہ اثبات العدم و اللہ سبحانہ اعلم۔(موضوعات کبیر مؤلفہ علامہ علی قاری حنفی ص ۹۰)

ہمارے اس قول سے کہ "یہ روایت صحیح نہیں" اور ہمارے اس قول کہ "یہ روایت موضوع ہے" میں بہت زبردست فرق ہے۔ کیوں کہ وضع کذب کے اثبات سے ہوتا ہے۔ اور ہمارا یہ کہنا کہ یہ صحیح نہیں یہ عدم ثبوت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے کسی شئے کا عدم وجود لازم نہیں آتا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

یزید نے آخری بات یہ کی کہ اللہ میرا مواخذہ نہ کرنا

○ عبدالرحمٰن بن ابی مرعو نے بیان کیا ہے کہ مجھے بعض اہل علم نے بتایا ہے کہ یزید بن معاویہؓ نے آخری بات یہ کی:

"اے اللہ! اس بات پر میرا مواخذہ نہ کرنا جسے میں نے پسند

نہیں کیا اور نہ اس کا ارادہ کیا ہے۔ اور میرے اور عبید اللہ بن زیاد کے بارے میں فیصلہ فرما۔"

اور اس کی انگوٹھی کا نقش "اٰمنت باللہ العظیم" تھا۔ [1]

یزید کا قتل حسینؓ سے انکار

○ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ ابوالفضل محمد بن الفضل بن المظفر العبدی نے جو بحرین کے قاضی تھے۔ اپنے خط میں اپنے الفاظ میں مجھے لکھا کہ میں نے یزید بن معاویہؓ کو خواب میں دیکھا تو میں نے اس سے پوچھا، تو نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

میں نے کہا: وہ حدیث جو بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہؓ کو یزید کو اٹھائے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ایک جنتی ایک دوزخی کو اٹھائے ہوئے ہے۔ یزید نے کہا: وہ صحیح نہیں۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے: یہ بات ایسے ہی ہے جیسے اس نے بیان کی ہے بلاشبہ یزید حضرت نبی کریم ﷺ کے زمانے میں پیدا نہیں ہوا، بلکہ وہ ہجرت کے بیسویں سال کے بعد پیدا ہوا ہے۔ [1]

---

[1] البدایہ والنہایہ ج۸ ص ۱۱۷۰

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

یزید کے بارے میں فیصلہ اعتدال

مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں:

حضرت حسینؓ اور یزید سے متعلق عقیدہ سے چوں کہ واقعات کی ایک تاریخ وابستہ ہے اور اس تاریخ کا ذکر ہی عقیدہ کا ذکر ہے اس لیے نہ تو معاملات کی تاریخی ریسرچ کے وقت عقیدہ سے قطع نظر کی جا سکے گی اور نہ ہی اس کی تاریخ کو عقیدہ سے الگ کر کے محض تاریخ کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے گا۔

بلکہ عقیدہ کے معیار سے جانچ کر ہی اس کا فیصلہ کیا جائے گا جہاں تک سبائی پارٹی کی جعلی روایتوں کا تعلق ہے۔

ان سے تاریخ کو صاف کر کے ان غلیظ پردوں کو چاک کر دیا جانا بلاشبہ تاریخ کی ایک اہم خدمت ہے۔ لیکن اول تو یہ خدمت انجام پا چکی ہے۔

محققانہ تاریخوں کے اوراق میں جہاں بھی کسی سبائی جعلسازی کا وجود نظر آیا تو وہیں تنبیہات ملتی ہیں کہ یہ جعلی یا مشتبہ روایت سبائیوں کی دسیسہ کاری ہے۔

یزید کی حمایت میں بے سدھ ہو کر امام ہمام (حسینؓ) کی مذمت پر اتر

عبدالمجید

آنا نہ کوئی تاریخی ریسرچ ہے نہ مذہبی اور دینی خدمت، بلکہ پرانی بدشگونی میں اپنی ناک کاٹ لینے کے مترادف ہے۔ یقیناً اسے معتدل طریق کار نہیں کہا جاسکتا کہ آدمی فریق مخالف کارڈ کرتے کرتے خود اپنا بھی ردّ کر جائے۔

اس لیے سبائیت کی تردید تو بلاشبہ تاریخی خدمت تھی مگر زور میں آ کر ناصبیت کی تائید کرنا نہ تردید رہتی ہے نہ تائید، مگر اس کا واحد منشاء یہ ہے کہ اس بارہ میں مذہب اہل السنت و الجماعت سے ہٹ کر تائید و تردید کی راہ اختیار کی گئی ہے۔ تو پھر اعتدال کہاں میسر آسکتا ہے۔

مسلک اعتدال تو صرف نصیب اہل سنت ہے۔[1]

O مولانا عبدالجبار صاحب سلفی لکھتے ہیں:

حضرت قاری (محمد طیب) صاحبؒ کے اس اقتباس سے واضح ہو گیا کہ سیدنا حسینؓ کی شخصیت محض تاریخی نہیں، ان کے ساتھ مسلمانوں کے عقائد و نظریات وابستہ ہیں۔ اس لیے حادثہ کربلا کو تاریخی کہنے کا مقصد اگر یہ ہے کہ یزید کی ترجمانی کرنے کا کوئی چور راستہ نکالا جائے اور حسین ابن علیؓ (نامی کتاب) لکھ کر اندر کے صفحات پر یزید سے ناطہ جوڑنے کی ترغیب دی جائے تو قطعاً باطل ہے۔[2]

---

[1] شہید کربلا اور یزید ص ۱۲۔ مؤلفہ مولانا قاری محمد طیبؒ

[2] ماہنامہ حق چاریار لاہور جنوری ۱۹۱۲ ج ۲۵ شمارہ ۱۔ صفر ۱۴۲۳ھ

مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کا اکابر کی تائید میں فیصلہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

(۱) یزید کا شخصی کردار کیا تھا خود عباسی صاحب کی کتابوں سے ثابت ہے وہ شکار کھیلا کرتا تھا اور زبردست شکاری تھا۔

(۲) دورِ یزید میں کربلا کا سانحہ پیش آیا۔

جس میں بتاریخ ۱۰ محرم ۶۱ھ نواسہ رسولؐ جوانانِ جنت کے سردار حضرت امام حسینؓ مع اپنے رفقاء کے شہید کر دیے گئے۔

(۳) ۶۳ھ میں اہل مدینہ کا ایک وفد حضرت عبد اللہؓ بن حنظلہ کی قیادت میں تحقیق حال کے لیے دمشق گیا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ یزید کا کردار خراب ہے۔

واپس آکر انہوں نے یزید کی بیعت توڑنے اعلان کیا۔ جس کے نتیجے میں واقعہ حرہ پیش آیا۔ جس میں یزید کے حکم سے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں اہل مدینہ پر مظالم توڑے گئے۔ سینکڑوں صحابہؓ و تابعینؒ شہید ہوئے۔ بعض صحابہؓ کو گرفتار ہونے کے بعد قتل کر دیا گیا......الخ

لیکن عباسی صاحب کی پارٹی پھر بھی حضرت ابن الزبیرؓ کی مخالف اور یزید کی حامی ہے۔

(۴) مدینہ منورہ کو تاراج کرنے کے بعد یزیدی کمانڈروں نے مکہ

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

مکرمہ پر فوج کشی کی۔ منجنیقوں سے بیت اللہ کو نقصان پہنچا۔ آخر مرگ یزید کے بعد لشکر واپس آ گیا۔

(۵) پھر عبدالملک بن مروان کے دور حکومت میں حجاج بن یوسف (مشہور ظالم ترین شخص) نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو قتل کرنے کے لیے ۷۲ھ میں مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا۔ منجنیقوں سے خانہ کعبہ پر سنگ باری کی۔ آخر کار رسول اللہ ﷺ کے منظور نظر جلیل الشان صحابی حضرت ابن الزبیرؓ شہید ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان واقعات کی تفصیلات متعلقہ مباحث میں گزر چکی ہیں جن کا انکار حقائق کا انکار ہے۔

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

قول فیصل

اہل السنت والجماعت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرامؓ مخلص ہیں۔ درجہ بدرجہ ان کو (حسبِ اعلان خداوندی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) حق تعالیٰ کی رضا کی ابدی سند حاصل ہے۔ آنحضرت ﷺ کی صفت تزکیہ (وَيُزَكِّيهِمْ) کا فیضان ہر ایک کو حاصل ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اصحاب مدینہ نے محض دنیوی اقتدار کے حصول کے لیے یزید کی مخالفت کی اور بہانہ بنایا کہ یزید شرابی اور تارک نماز ہے۔ بلکہ انہوں نے اگر یزید کو شراب وغیرہ قبائح سے متہم کیا ہے تو پوری تحقیق و

بصیرت کے بعد۔ اسی لیے انہوں نے حبرِ امّت حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا موقف بھی قبول نہیں کیا۔ کیوں کہ وہ اپنے اجتہادی نظریہ کے تحت یزید کو بوجہ فاسق ہونے کے قابلِ عزل سمجھتے تھے۔ ان صحابہ کرامؓ کا اختلاف اجتہادی تھا۔ ان کا اختلاف اس بناپر نہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابن عمرؓ تو اس کو صالح سمجھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ غلط فہمی سے اس کو فاسق قرار دیتے تھے۔ کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ وہاں حق گوئی سے کام لیتے اور کھلم کھلا اعلان کر دیتے کہ یزید ہر گز فاسق نہیں بلکہ صالح و عادل ہے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ بھی مخلص و متقی صحابی تھے۔ جن کے فضائل و مناقب ان دونوں جلیل القدر صحابیوںؓ نے بھی بیان فرمائے ہیں۔ کوئی سُنی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن الزبیرؓ نے محض حصولِ اقتدار کے لیے یزید وغیرہ کی مخالفت کی تھی۔ اگر حمایت یزید میں جنگ کرنے والے صحابہ کرامؓ ہوتے تو پھر یہ مسئلہ اجتہادی نوعیت کا تھا۔ لیکن حرہ اور مکہ بلکہ کربلا کی جنگیں صحابہؓ کے دو گروہوں میں نہیں بلکہ صحابہؓ اور غیر صحابہ کے مابین لڑی گئیں ہیں۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ کے موقف کو حق قرار دیا جائے گا اور یزید وغیرہ کے موقف کو باطل اور پھر جب اصحابِؓ مدینہ یزید کو فاسق قرار دے کر یہ جنگیں کر

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

رہے ہیں تو یقینا یہ پہلو متعین ہو گیا کہ یزید فاسق تھا۔ اور اس کا فسق اتنا مشہور اور متفق علیہ ہے کہ کربلا، حرّہ اور محاصرہ مکہ کے بعد کسی ایک صحابیؓ سے بھی اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے یزید کو واضح طور پر صالح و عادل کہا ہو۔ بلکہ فن ورجال میں سے بھی کسی ایک امام فن کا یہ قول نہیں ملتا کہ یزید صالح اور عادل تھا۔ اسی بنا پر صدیوں سے اہل السنت والجماعت کا یہ متفق علیہ مسلک چلا آرہا ہے کہ

یزید فاسق تھا

اور گو بعض حضرات نے اس کی تکفیر بھی کی ہے اور کئی اکابر امت نے اس پر لعنت کو بھی جائز قرار دیا ہے

لیکن

"محتاط مسلک" یہی ہے کہ

لعن و تکفیر سے اجتناب کیا جائے۔

مگر اس کے فسق میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔[1]

☆☆☆☆

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

[1] خارجی فتنہ حصہ دوم ص ۴۸۶ از مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب

باب...15

ماتمی جلوس کا آغاز

حضرت امام حسینؓ کی شہادت سے ۲۹۱ سال بعد (۱۰ محرم ۳۵۲ھ سے) ماتمی جلوس کا آغاز ہوا۔

(۱) البدایہ والنہایہ تاریخ ابن کثیر میں ہے:

فی عاشر المحرم من هذه السنة (۳۵۲ھ / ۹۶۳ء) امر معز الدولة بن بوية قبحه الله ان تغلق الاسواق و ان يلبس النساء المسوح من الشعر و ان يخرجن فی الاسواق حاسرات وجوههن ناشرات شعورهن يلطمن وجوههن يخن على الحسين بن ابی طالب۔

خادم اہلسنت حافظ عبد الوحید الحنفی

دس محرم ۳۵۲ھ مطابق ۹۶۳ء میں معز الدولہ بن بوتیہ الدیلمی الشیعی نے بغداد میں عوام کو حکم دیا کہ اس دن بازاروں کو بند کر دیا جائے ...... اور عورتیں اونی لباس پہنیں اور ننگے سر بازاروں میں کھلے چہروں اور بکھرے ہوئے بالوں سے نکلیں ...... اور اپنے چہروں پر طمانچے لگائیں اور حسینؓ بن علیؓ پر نوحہ وبین کریں۔[1]

(۲) تاریخِ اسلام میں دول الاسلام میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۲۴۳، علامہ ابن کثیر

۳۵۲ھ مطابق ۹۶۳ء میں عاشورہ (محرم) کے روز اہل بغداد کے لیے معز الدولہ الدیلمی الشیعی نے لازم قرار دیا کہ سیدنا حسینؓ بن علیؓ پر نوحہ اور ماتم کریں اور حکم دیا کہ آج کے دن بازاروں کو بند کر دیا جائے اور (دروازوں کے سامنے) ٹاٹ آویزاں کیے جائیں ...... اور خورد و نوش کی چیزوں کو پکانے سے باز رہیں اور شیعہ عورتیں بالوں کو بکھیر کر نکلیں اور اپنے چہروں پر سیاہی مل کر ان پر طمانچے لگائیں ...... اس طرح لوگ فتنہ میں ڈالے گئے اور یہ وہ پہلا روز تھا جس میں نوحہ کا اجرا کیا گیا۔

(۳) شیعہ مؤرخین نے بھی یہ واقعہ اس طرح لکھا ہے:

الشیخ عباس قمی الشیعی منتہی الامال میں تحریر کرتے ہیں:

جملہ اے از مورخین نقل کردہ اند کہ درسنہ سی صد و پنجا (۳۵۲ھ) دو روز عاشورہ معزالدولہ الدیلمی امر کرد اہل بغداد ابنوحہ رلطمہ وماتم برامام حسین علیہ السلام و آنکہ زنہا موبارا پریشان و صورتہا را سیاہ کنند و بازار بہ بندند و برد کانہا پلاسی آویزاں نماید ندوطبا خسین طبخ نکتد زنہائے شیعہ بیروں آمدند در حالیکہ صورتہا رابہ سیاہی ویگ وغیرہ سیاہ کردہ بودند وسینہ مے زدندونوحہ میکردند و سالہا چنیں بود و اہل سنت عاجز شدند از منع آن لکون السلطان مع الشیعہ۔

شیخ عباس قمی لکھتے ہیں کہ جملہ مؤرخین نقل کرتے ہیں کہ ۳۵۲ھ میں عاشورہ (محرم) کے روز معز الدولہ دیلمی نے اہل بغداد کو حکم دیا کہ حسین علیہ السلام کے ماتم پر نوحہ کریں اور منہ پر طمانچے لگائیں اور خواتین اپنے بالوں کو بکھیریں اور اپنے چہروں کو سیاہ کر دیں۔

شہر کے بازار بند کر دیں، دکانوں پر ٹاٹ آویزاں کریں اور باورچی کھانانہ بنائیں اور شیعہ خواتین اس دن گھروں سے اس حالت میں باہر آئیں کہ انہوں نے اپنے چہروں کو کالک سے سیاہ کیا ہوا تھا۔ سینہ کوبی کرتی تھیں اور نوحہ کرتی تھیں اور کئی سال اسی طرح ہوتا رہا اور اہل سنت اس فعل سے انہیں منع کرنے سے عاجز تھے کیونکہ اس وقت کا بادشاہ شیعوں کی حمایت میں تھا۔[1] جب کہ ائمہ نے ماتم سے منع کیا ہے۔

حضرت امام حسینؓ کی سیدہ زینب کو وصیت

(۱) وقال لها يا اختاه تعزى بعزأ الله فان لي ولكل مسلم اسوة برسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ثم قال انی قسم عليك فابری قسمی لاتشقی علیٰ جیبًا ولا تخمشی علیٰ وجها ولا تدعلی علیٰ بالویلو الثبور۔[2]

یعنی: امام حسینؓ نے اپنی بہن سیدہ زینبؓ کو ارشاد فرمایا کہ صبر

[1] منتہی الامال للشیخ عباس القمی الشیعی ج ۱ ص ۴۵۲

[2] تاریخ یعقوبی الشیعی ج ۲ ص ۲۴۴

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اختیار کرنا اور مصیبت پر اللہ تعالیٰ سے تسلی حاصل کرنا میرے لیے اور ہر ایک مسلمان کے لیے جناب نبی کریم ﷺ کے ساتھ اسوۂ حسنہ ہے۔

پھر امام حسینؓ نے سیدہ زینبؓ کو قسم دے کر فرمایا کہ میری قسم کو پورا کرنا اور میری مصیبت پر گریبان چاک نہ کرنا اور اپنے چہرے کو نہ نوچنا اور ہائے وائے کے ساتھ واویلا نہ کرنا۔[1]

حضرت علیؓ المرتضیٰ کا ارشاد: صبر کیوں ضروری ہے؟

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی

(۲) حضرت علیؓ المرتضیٰ فرماتے ہیں:

واعلمو ان منزلة الصبر من الایمان کمنزلة الراس من الجسد فاذا ذهب الراس ذهب الجسد و اذا ذهب الصبر ذهب الایمان۔[2]

یعنی: لوگو! یقین کرو کہ صبر کا ایمان میں وہی مرتبہ ہے، جیسے سر کا مرتبہ جسم میں ہے۔ جب سر چلا جاتا ہے تو جسم ختم ہو جاتا ہے، اسی طرح جب صبر چلا جاتا ہے تو ایمان بھی چلا جاتا ہے۔

---

[1] تاریخ یعقوبی الشیعی ج ۲ ص ۲۴۴

[2] المصنف لابنِ شیبہ ج ۱۳ ص ۲۸۴ / نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۵۴ / شرح ابنِ میثم ج ۵ ص ۳۱۹ / اصول کافی ج ۱ کتاب الکفر والایمان ص ۴۱۰۔ بروایت امام جعفر صادق۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی وصیت میں ماتم مروجہ حرام ہے

(۳) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں شہادت سے پہلے جو وصیت فرمائی:

اتق اللہ و اصبری و تعزی بعزأ اللہ ...... و اعلمی ان اھل الارض یموتون و ان اھل السماء لا یبقون و ان کل شی ھالک اِلَّا وجہ اللہ الذی خلق الخلق بقدرتہ ...... و اعلمی ان ابی خیر منی و امی خیر منی و اخی خیر منی و لی و لھم و لکل مسلم برسول اللہ اسوۃ حسنہ ...... ثم حرج علیھا ان لا تفعل شیأ من ھذا بعد مھلکہ ......

عبدالوحید الحنفی

یعنی: سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا ...... اللہ تعالیٰ سے ڈرو، صبر کرو، مصیبت میں اللہ تعالیٰ سے تسکین و تسلی حاصل کرو، اور یقین کرو اہل ارض فوت ہو جائیں گے۔ اور اہلِ سمأ باقی نہیں رہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے ...... اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنی قدرت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا یقین کرو کہ میرے والد گرامی مجھ سے بہتر تھے۔ اور میری والدہ گرامی تم سے بہتر تھیں۔ اور میرے برادر مجھ سے بہتر تھے۔ میرے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے جناب

رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس میں اسوہ حسنہ (عمدہ طریقہ) ہے۔

میری وفات کے بعد ان چیزوں (جزع فزع وغیرہ) میں سے کوئی

بات نہ کرنا۔[1]

یادگارِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ صاحب لکھتے ہیں:

سوادِ اعظم اہل السنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزیدی اقتدار کے خلاف اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے معرکہ کربلا میں جو قربانی پیش کی ہے اس میں آپ کو اپنی بلند شان کے مطابق مرتبہ شہادت نصیب ہوا ہے۔ امام حسینؓ دین و شریعت کے مبلغ اور محافظ تھے۔ خلوص و تقویٰ کا پیکر تھے۔ حسب ارشاد نبوی جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ آپ کی شخصیت محض ذاتی اور خاندانی اقتدار کی ہوس سے بالاتر ہے۔ آپ نے جو کچھ کیا دین کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا۔

بعض مدعیانِ اسلام حضرت امام حسینؓ کو شہید نہیں مانتے۔ یہ لوگ خارجیت کے علمبردار ہیں یا غیر شعوری طور پر ان سے متاثر ہیں۔ ججۃ

---

[1] البدایہ والنہایہ تاریخ ابنِ کثیر ج ۸ ص ۱۷۷

الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مفصل مکتوب میں حضرت حسینؓ کی شہادت کو شرعی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ یہ فارسی مکتوب حضرت نانوتوی کے مجموعہ مکتوبات بنام "قاسم العلوم" میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کے مترجم جناب مولانا پروفیسر محمد انوار الحسن صاحب شیر کوٹی فاضل دیوبند مرحوم ہیں۔ اس مکتوب میں حضرت مرحوم فرماتے ہیں کہ:

"چوں ایں مقدمات شانزدہ گانہ تمہید یافت اعتراض شیعان خود پاش پاش شد و بطور سنیاں در شہادت جگر گوشہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم امام الشہدا آنحضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و عن اولادہ جائے انگشت نہادن نماند و ہم چنیں در ولی عہد کردن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید پلید را خدشہ موجب انکار نہ بر آمد"۔

ترجمہ: جب یہ سولہ مقدمات تمہید کے طور پر بیان ہو گئے تو شیعوں کے اعتراض کی دھجیاں بکھر گئیں۔ اور سنیوں کے طرزِ فکر کے مطابق رسول انس و جن صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ شہداء کے امام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و عن اولادہ کی شہادت پر انگلی اٹھانے کی گنجائش نہ رہی۔ اور اسی طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے یزید پلید کو ولی

عہد بنانے میں بھی کوئی خدشہ موجب انکار نہ نکلا۔[1]

رافضی حضرت امام حسینؓ کے بارے میں بہت زیادہ افراط و تفریط پائی جاتی ہے۔ رافضی آپ کو دیگر ائمہ اہل بیت کی طرح بذریعہ وحی خدا کی طرف سے نامزد امام معصوم مانتے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ وغیرہ انبیائے سابقین علیہم السلام سے بھی افضل مانتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

خارجی اور خارجی فرقہ کے لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی کافر قرار دیتے ہیں۔ اور حضرت امام حسینؓ کی بھی توہین و تکفیر کرتے ہیں۔

اہل السنّت والجماعت لیکن اہل السنت والجماعت ان دونوں کے خلاف مسلک حق و اعتدال پر قائم ہیں۔ وہ ان حضرات کو اپنے اپنے درجہ پر تسلیم کرتے ہوئے ان کی محبت کو جزو ایمان قرار دیتے ہیں۔ نہ انبیاء اور خلفائے راشدینؓ پر ان کو فوقیت دیتے ہیں اور نہ کسی پہلو سے ان کی تنقیص و توہین کرتے ہیں۔

اہل سنت کا نظریہ امامت

حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "منصب

[1] قاسم العلوم مترجم اردو ص ۱۷۳

امامت" میں امامت کے متعدد اقسام بیان کئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"پس خود خلیفہ سیاست ایمانی میں نبی کے مشابہ ہے، اسی واسطے اسے امام کہتے ہیں۔ پس نمازیوں کی جماعت کا متبوع ادائے نماز میں نبی کے مشابہ ہے اور وہی نماز کا امام ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جو کوئی مذکورہ کمالات میں سے کسی کمال میں انبیاء اللہ سے مشابہت رکھتا ہو، وہی امام ہے۔ وہ کمال لوگوں کے درمیان خواہ اس لقب سے مشہور ہو یا نہ، پس بالضرور کوئی اکابر امت میں امام المحبوبین ہو گا۔ اور کوئی امام المعظمین فی الملائکۃ المقربین، کوئی امام السادات، کوئی امام الملہمین، کوئی امام القضاۃ اور کوئی امام المجتہدین ہو گا، وغیرہ"۔ (منصب امامت مترجم اردو ص ۵۹)

نیز فرماتے ہیں:

پس مطلق لفظ امام سے صاحب امامت باطنہ سمجھا جاتا ہے اور بس۔ کسی امام سے ظہور ہدایت کی قلت اس کے درجہ علو و کمال کے سقوط یا کمی کا باعث نہیں بن سکتی۔ یہی ائمہ اہل بیت ہیں کہ ان میں سے ایک امام جعفرؒ صادق جو پیشوائے عالم اور رہنمائے بنی آدم ہیں۔ ایک ان میں سے ان کے جد امجد حضرت سجاد ہیں، جو سوائے چند اکابر اہل بیت کے بہت کم لوگ ان سے مستفید ہوئے۔ (ایضاً ص ۷۲)

اور تحریر فرماتے ہیں کہ:

امامت تامہ کو خلافت راشدہ، خلافت علیٰ منہاج النبوت اور خلافت رحمت بھی کہتے ہیں۔ (ایضاً ص ۷۹)

خارجی مشن کے اثرات

بعض لوگ ان حضرات کے لئے امام کا لفظ بھی ناجائز قرار دیتے ہیں اور ان کو اہل بیت بھی تسلیم نہیں کرتے۔ یہ دراصل خارجی مشن کے اثرات ہیں، جو شعوری یا غیر شعوری طور پر اہل سنت کے عنوان سے پھیلائے جارہے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ امت کے مجددین و محدثین وغیرہ بھی لفظ امام اور اہل بیت کے مفہوم سے ناآشنا رہے ہیں۔ اور سُنّیت کے نام سے یہ طریق تبلیغ و اصلاح مذہب اہل السنت والجماعت کو ہی مجروح کرنے والا ہے۔

خادم اہلسنت عبدالوحید الحنفی

اہل سنت ہونے کی شرط

حضرت مجدد کا ارشاد: امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

پس محبت حضرت امیرؓ شرط تسنّن آمد و آنکہ در محبت امیر طرف افراط اختیار کرد و زیادہ از انچہ شاید بوقوع آورد و غلو در اں محبت

نمودو بہ سبب ردّ و طعن اصحاب خیر البشر علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام زبان کشودو ترک طریق صحابہ و تابعین و سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کرد رافضی نام یافت۔

پس اہل سنت متوسط اند درمیان افراط محبت امیر و درمیان تفریط آں محبت کہ روافض و خوارج اختیار کردہ اند الخ [1]

سُنّی، رافضی اور خارجی کی علامت

ترجمہ: پس امیر المومنین حضرت علیؓ کی محبت اہل سنت ہونے کی شرط قرار پائی اور جو شخص یہ محبت نہیں رکھتا وہ اہل سنت سے خارج ہو گیا۔ اور خارجی نام پایا۔ اور جس نے حضرت علیؓ کی محبت میں افراط و غلو اختیار کیا اور آپ کو ان کے اصلی مقام سے بڑھادیا۔ اور حضور خیر البشر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اصحاب کے خلاف ردّ و طعن کی زبان کھولی، اس نے رافضی نام پایا۔ پس اہل سنت حضرت علیؓ کی محبت کے بارے میں اعتدال پر ہیں۔ کہ نہ رافضیوں کی طرح آپ کی محبت میں غلو کرتے ہیں اور نہ خارجیوں کی طرح آپ کی محبت میں کمی کرتے ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی جلد ۲ ص ۵۱)

[1] مکتوبات امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ج ۲ ص ۵۱

عبدالوحید الحنفی

رافضی کی علامت

نیز حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں:

محبت امیر رفض نیست۔ تبرّی از خلفائے ثلثہ رفض است۔

ترجمہ: حضرت علیؓ سے محبت رکھنا رفض و شیعیت نہیں ہے۔ رفض تو یہ ہے کہ خلفائے ثلثہ (حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ) سے تبرّی (بیزاری) اختیار کی جائے۔ (ایضاً ص ۵۲)

فرماتے ہیں:

چگونہ عدم محبت اہل بیت در حق اہل سنت گمان بردہ شود کہ آں محبت نزد ایں بزرگواراں جزو ایمان است۔

ترجمہ: یہ کیوں کر گمان کیا جا سکتا ہے کہ اہل سنت کو اہل بیت سے محبت نہیں ہے جب کہ اہل سنت کے بزرگوں کے نزدیک اہل بیت کی محبت جزو ایمان ہے۔ اور وہ سلامتی خاتمہ کو ان کی محبت کی پختگی کے ساتھ وابستہ مانتے ہیں۔ الخ (ایضاً ص ۵۲)

سُنّی عقیدہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں جا بجا سنی عقیدہ کے برحق ہونے پر مضبوط دلائل پیش کرتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کو

چوتھا برحق خلیفہ راشد تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علی المرتضیٰ سے جو اختلاف کیا وہ فروعی اور اجتہادی اختلاف تھا۔ حضرت معاویہؓ کے خلوص نیت پر شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت علیؓ کا موقف گو صحیح تھا، لیکن اجتہادی غلطی کی وجہ سے حضرت معاویہؓ پر طعن نہیں کر سکتے۔ لیکن حضرت مجدد الف ثانی یزید کو صالح و مصلح نہیں مانتے بلکہ اسے فاسق قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں:

یزید بے دولت از زمرہ فسقہ است۔[1]

ترجمہ: یزید بے نصیب فاسقوں کے زمرہ میں شامل ہے۔

ہم یزیدی نہیں حُسینی ہیں

یہاں بطور نمونہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ارشادات اس لئے پیش کر دیئے گئے ہیں تا کہ اہل السنت والجماعت کو معلوم ہو جائے کہ امام حسینؓ وغیرہ ائمہ اہل بیت کی محبت جزو ایمان ہے۔ اور آج کل خارجیت سے متاثر یا مذہب اہل سنت سے ناواقف بعض سنی مسلمان بھی جو بلا تامل یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ حسینؓ قتل کئے گئے تو کیا ہوا، وہ یزید

[1] مکتوبات امام ربانی جلد اول ص ۲۷۵

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

کے مقابلے میں کیوں گئے تھے، وغیرہ۔ تو اس قسم کی گستاخانہ باتوں سے امام حسینؓ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ گستاخی کرنے والے اپنے ایمان کا ہی نقصان کرتے ہیں۔ حضرت امام حسینؓ کوئی آج کل کے سیاسی لیڈر تو نہیں ہیں کہ ان کے متعلق اپنے اپنے جذبات کے تحت تبصرہ کر لیا جائے۔ اور سنی مسلمان کیوں کر گستاخی کا مرتکب ہو سکتا ہے، جب کہ مذہب اہل سنت کی کتب حدیث میں ان کے مخصوص فضائل مذکور ہیں۔ (یادگارِ حسینؓ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ ص ۳ تا ۹)

یہ اپنی اپنی قسمت ہے شکایت کیوں گلہ کیسا
یزیدی آپ کہلائیں مگر ہم تو حُسینی ہیں[1]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

ماتم وتعزیہ کے مظاہرے

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و دیگر ائمہ اہل بیت کے متعلق مختصر طور پر مذہب اہل السنت والجماعت کا برحق عقیدہ اوپر لکھ دیا گیا ہے۔ حضرت امام حسینؓ شہید ہیں اور جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ لیکن روافض نے جس طرح ان کو انبیائے سابقین علیہم السلام پر فضیلت دے کر غلو اختیار کیا ہے۔ اسی طرح انہوں نے شہید کربلا کی یادگار میں نوحہ و

[1] مشاجرات صحابہؓ ج ا ص ۸۸ موٴلفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ

ماتم، سینہ کوبی، زنجیر زنی اور تعزیہ و دلدل (ذوالجناح) کے جلوسوں اور مظاہروں کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کا شرعی تقاضا اور کارِ ثواب سمجھا ہوا ہے۔ یہ حضرت امام کے مشن اور مقصد حیات کے بالکل خلاف ہے۔ محبت شرعی کا تقاضا محبوب کی اتباع ہے، نہ کہ خلاف ورزی۔ اگر تحقیق و انصاف سے کام لیا جائے تو شیعہ مذہب کی احادیث کے تحت بھی مروجہ ماتمی افعال شرعاً ناجائز ہیں۔ جن سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور خود امام حسین رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ:

(۱) دورِ حاضر کے مشہور شیعہ مفسر مولوی مقبول احمد دہلوی نے سورۃ الممتحنہ کی آیت "وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ" کی تفسیر میں لکھا ہے:

> کافی میں جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا نے مکہ فتح کیا تو مردوں نے بیعت کی۔ پھر عورتیں بیعت کرنے آئیں تو خدا نے یہ پوری آیت نازل فرمائی: "یاایھا النبی"۔ اس وقت ہندہ نے تو کہا کہ ہم نے اپنے بچوں کو جب کہ وہ چھوٹے تھے، پرورش کیا اور جب وہ بڑے ہوئے تو آپ نے قتل کر ڈالا۔ اور ام الحکم بنت حارث بن ہشام نے جو عکرمہ بن ابی جہل کے نکاح میں تھی، یہ عرض کی کہ وہ نیکی جس کے بارے میں خدا تعالیٰ نے حکم

دیا ہے کہ ہم اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں، وہ کیا ہے؟ فرمایا: وہ یہ ہے کہ تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو۔ اپنے منہ نہ نوچو۔ اپنے بال نہ کھولو۔ اپنے گریبان چاک نہ کرو۔ اپنے کپڑے کالے نہ رنگو۔ اور ہائے وائے کر کے نہ روؤ۔ پس آنحضرت ﷺ نے انہی باتوں پر جو آیت و حدیث میں مذکور ہیں، بیعت لینی چاہی۔[1]

اور یہی حدیث تفسیر قمی میں بھی منقول ہے۔

(۲) میدان کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ حضرت زینبؓ کو یہ نصیحت فرمائی تھی کہ:

اے خواہر گرامی! تم کو میں قسم دیتا ہوں کہ جب میں شہید ہو کر بعالم بقا رحلت کروں، گریبان چاک نہ کرنا اور منہ نہ نوچنا، واویلا نہ کرنا۔ پس اپنی حرم کو فی الجملہ تسلی و دلاسہ دے کے تہیہ سفر آخرت درست کیا۔[2]

شیعہ مذہب کی تفاسیر و احادیث کی بناء پر تو یہ ماتمی افعال و رسوم ناجائز ہیں۔ جن کو امام حسینؓ کی محبت و یادگار کے نام سے ملک میں پھیلایا جا رہا ہے۔ لیکن شیعہ فرقہ کے علماء اگر مروجہ ماتم کو کارِ ثواب ہی قرار دیتے ہیں تو وہ جو چاہیں اختیار کریں۔

---

[1] ترجمہ مقبول استقلال پریس لاہور بار پنجم

[2] جلاء العیون مترجم اردو جلد دوم ص ۴۷۸ مصنفہ علامہ باقر مجلسی مطبوعہ انصاف پریس لاہور

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

اہل السنت کی خدمت میں

مگر مسلمانانِ اہل السنت والجماعت کے لئے تو ان ماتمی افعال کے جائز ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیوں کہ دیوبندی ہوں یا بریلوی اہل سنت کے علماء ماتم و تعزیہ وغیرہ کو ناجائز اور حرام ہی قرار دیتے ہیں۔ اور علمائے اہل حدیث کے نزدیک بھی یہ امور ناجائز ہی ہیں۔ مسئلہ ماتم کے موضوع پر ایک مختصر رسالہ "ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟" اور ایک ضخیم کتاب "بشارت الدارین" صفحات ۶۱۷ شائع ہو چکے ہیں۔ جن میں اہل سنت کے دلائل اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات کی تفصیل موجود ہے۔ یہاں بطور اختصار بعض حوالجات حسب ذیل ہیں:

(۱) جنگ اُحد میں کفار قریش کے مقابلہ میں ستر (۷۰) اصحابؓ شہید ہوئے تھے۔ اور خود حضور رحمت للعلمین ﷺ کے دندانِ مبارک بھی شہید ہوئے۔ طبعاً یہ المناک واقعہ تھا۔ لیکن شرعی پہلو سے چونکہ ان اصحاب کو شہادت کا بلند مقام نصیب ہوا اور ان کی یہ قربانی قابل فخر تھی۔ راہِ حق میں مصائب و تکالیف کی وجہ سے ہی مجاہدین کے کمالات صبر و استقامت نمایاں ہوتے ہیں اور مومنین کے اس قسم کے امتحانات میں اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے شہدائے احد کے متعلق یہ ارشاد فرمایا:

خادم اہل السنت عبدالوحید الحنفی

لَا تَہِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

ترجمہ: اور نہ تم سست ہو اور نہ غم کھاؤ اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔ (پارہ ۴ سورۃ آل عمران رکوع ۱۴)

اس آیت میں جب اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو شہدائے احد کا غم باقی رکھنے سے منع فرما دیا ہے تو غم والم کی بنیاد پر ماتم کی ہر شکل شرعاً ممنوع قرار دی جائے گی۔ شاعر اسلام حفیظ جالندھریؔ نے شہدائے احد کے متعلق رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو اپنے اشعار میں کیا خوب بیان کیا ہے۔ ؎

ہوا ارشاد بے شک قدرتی ہے غم جدائی کا
مسلماں کو نہیں واجب مگر شیوہ دہائی کا
تمہیں اسلام صبر و ضبط کی تلقین کرتا ہے
صبوری کی خدائے پاک خود تحسین کرتا ہے
شہید اک مقصد اعلیٰ کی خاطر دے کے قربانی
نوید زندگی لاتے ہیں بہر نوع انسانی
ہمیشہ احترام ان کا فروغ آدمیت ہے
مگر یہ پیٹنا رونا تو رسم جاہلیت ہے
نہ جانو مردہ آب تیغ کے لذت چشیدوں کو
خدا ضائع نہیں کرتا کبھی اپنے شہیدوں کو

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

لہٰذا یہ بکا، یہ پیٹنا، یہ سوگ، یہ ماتم
یہ کپڑے پھاڑ لینا، بین کرنا بیٹھ کر باہم
کرو پرہیز ان سے جاہلیت کی ہیں یہ باتیں
بجائے ان کے لازم شکر حق ہے اور مناجاتیں
یہ ارشادات والا سن کے لوگوں کو سکون آیا
سمجھ میں معنی انا الیہ راجعون آیا
ہوا امت کا شیوہ آج سے ضبط و شکیبائی
مٹی افسردگی، گلزار ہستی میں بہار آئی

(شاہنامہ اسلام جلد ۴ ص ۶۵)

خادم اہلسنّت حافظ عبدالوحید الحنفی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماتمی افعال سے منع کیا ہے

(۲) صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيۡسَ مِنَّا مَنۡ ضَرَبَ الۡخُدُوۡدَ وَ شَقَّ الۡجُيُوۡبَ وَ دَعَا بِدَعۡوَی الۡجَاهِلِيَّة

ترجمہ: وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو رخسارے پیٹے اور گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کی طرح پکارے چلائے۔

سیرت کی مشہور کتاب ”رحمت للعلمین“ جلد اول میں فتح مکہ کے بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کی بیعت کے متعلق

لکھا ہے:

عورتوں سے یہ بھی اقرار لئے جاتے تھے: کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گی، طمانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی، نہ سر کے بال کھولیں گی، نہ گریبان چاک کریں گی، نہ سیاہ کپڑے پہنے گی، نہ قبر پر سوگواری میں بیٹھیں گی۔

قرآن و حدیث کے ان واضح ارشادات کے بعد کوئی سنی عالم کیا مروجہ ماتمی مظاہروں کے دیکھنے سننے کا فتویٰ دے سکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں علمائے اہل السنت والجماعت اس قسم کے ماتمی منکرات کی واضح تردید کر کے اُمت کی رہنمائی فرماتے رہے ہیں۔ چنانچہ:

(ا) حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مجلس ماتم کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

اس مجلس میں بہ نیت زیارت و گریہ زاری کے بھی حاضر ہونا ناجائز ہے۔ اس واسطے کہ اس جگہ کوئی زیارت نہیں کہ زیارت کے واسطے جائے۔ اور وہاں لکڑی جو تعزیہ دار کی بنائی ہوئی ہے وہ قابل زیارت نہیں بلکہ مٹانے کے قابل ہے۔ الخ

(ب) اور فاتحہ و درود پڑھنا فی نفسہٖ درست ہے لیکن ایسی جگہ یعنی مجلس تعزیہ داری میں پڑھنے سے ایک طرح کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اس

خادم اہلسنت عبد الوحید حنفی

واسطے کہ ایسی مجلس اس قابل ہے کہ مٹادی جائے اور ایسی مجلس میں نجاست معنوی ہوتی ہے۔ اور فاتحہ و درود اس جگہ پڑھنا چاہیے جو نجاست ظاہری وباطنی سے پاک ہو۔ الخ[1]

(۲) دیوبندی مسلک کے عظیم مقتداء قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ میں حسب ذیل سوال وجواب منقول ہے:

(الف)سوال: یوم عاشور کو یوم شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ گمان کرنا واحکام ماتم ونوحہ و گریہ زاری و بے قراری کے برپا کرنا اور گھر گھر مجالس شہادت نامہ منعقد کرنا اور واعظین کو بھی بالخصوص ان ایام میں شہادت نامہ یا وفات نامہ بیان کرنا خاص کر روایات خلاف و ضعیفہ سے۔ اور یہ کل امور بدعات و معصیت ہیں یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

جواب: ذکر شہادت کا ایام عشرہ محرم میں کرنا بمشابہت روافض کے منع ہے۔ اور ماتم ونوحہ کرنا حرام ہے۔ الخ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۰۵)

(ب)سوال: غم کرنا امام حسینؓ کا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: غم اس وقت تھا، جب آپ شہید ہوئے۔ تمام عمر غم کرنا کسی کے واسطے شرع میں حلال نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم[2]

خادم اہلسنت حافظ عبدالوحید الحنفی

---

[1] فتاویٰ عزیزی ص ۱۶۵ مطبوعہ سعید کمپنی کراچی

[2] فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۷۱، ماخوذ از یادگارِ حسینؓ مولفہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ ص ۳ تا ۹

شانِ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ

چمن سید عالمؐ کو بسایا کس نے؟
سبق قرآن ہمیں آ کے بتایا کس نے؟
جذبۂ عشق مسلماں کو سکھایا کس نے؟
نعرۂ حق سے ہمیں آ کے جگایا کس نے؟

جس نے ہم کو تھا سکھایا رہِ حق میں مرنا
جز خدا غیر کی طاقت سے نہ ہرگز ڈرنا

نعرہ مست سے دشمن کو ڈرایا کیوں کر
صفحہ دہر سے باطل کو مٹایا کیوں کر
ہم کو پیغام بشارت کا سنایا کیوں کر
سر پئے ملت اسلام کٹایا کیوں کر

مرد غازی کی شجاعت کو سبالت کو دیکھ
ابنِ حیدرؓ کی ذرا دینی حمایت کو دیکھ

کلفتیں کرب و بلا کی وہ اٹھائی کیوں تھیں
ندیاں خون کی اس نے وہ بہائی کیوں تھیں
ظلمیں کفر کی دنیا سے مٹائی کیوں تھیں
صفیں اعدا کی دغا میں وہ بچھائی کیوں تھیں

درسِ عبرت تھا مسلمان بھی جینا سیکھے
جام وہ اپنی شہادت کا بھی پینا سیکھے

دیکھ اُس مرد خدا کا بھی ذرا قہر و جلال
یعنی لختِ جگر حیدرؓ کرار کا حال

نکلا میدان میں کس شان سے زہراؓ کا لعل
کر دیا لشکر کفار کو یک دم پامال

دین و ملّت کے لیے اُس کی یہ قربانی دیکھ
چشم عبرت سے ذرا جذبۂ ایمانی دیکھ

(کلام: مولانا قاضی مظہر حسین چکوال، النجم لکھنو ۲۴ اپریل ۱۹۳۷ء)

خادم اہلسنّت
حافظ
عبدالوحید الحنفی

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ دَائِمًا وَّسَرْمَدًا

خادم اہلسنّت

حافظ عبدالوحید الحنفی

ساکن اوڈھروال (تحصیل و ضلع چکوال)

۱۷ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۲ء

☆☆☆☆

النور مینجمنٹ چکوال (پاکستان)
0334-8706701
www.zedemm.com
zedemm@yahoo.com
اسلامی لٹریچر اور کتب کی بہترین کمپوزنگ
اور پرنٹنگ کے لئے، نیز ہر قسم کے اشتہارات
اور ایڈورٹائزنگ کے لئے رجوع کریں

خدامِ اہلِ سنت میدانِ عمل میں

از قلم: حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ بانی تحریک خدام اہل سنت والجماعت (پاکستان)

(۲ ذوالحجہ ۱۳۹۰ھ......31 جنوری 1971ء)

خدام اہل سنت ہیں ہم سنت کو پھیلائیں گے
ہم اللہ واحد کے بندے توحید کی شمع جلائیں گے

ہم شاہِ رسلؐ کی امت ہیں جن پہ ہے نبوت ختم ہوئی
ہم منکر ختم نبوت کو بس کافر ہی ٹھہرائیں گے

وہ ساقی کوثرؐ، شافع محشر، جانِ جہاں، محبوب خدا
ہم ختم نبوت کی خاطر ہر باطل سے ٹکرائیں گے

اصحابؓ نبیؐ، ازواجؓ نبیؐ اور آلِ نبیؐ پر ہم قرباں
بوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ وعلیؓ کی شانیں ہم سمجھائیں گے

یہ چاروں خلیفہ برحق ہیں اور حسنؓ حسینؓ بھی ہیں پیارے
جنت کے جوانوں کے سید، ہم ان کی راہ دکھلائیں گے

سب یار نبیؐ کے پیارے ہیں اور دین کے روشن تارے ہیں
یہ سب حق کے چمکارے ہیں ہر جا پہ چمک دکھائیں گے

فرمانِ رسولِ اکرمؐ ہے مَا اَنَا عَلَیْهِ وَ اَصْحَابِیْ
میرے اور میرے صحابہؓ کے پیرو ہی جنت جائیں گے

سرکار مدینہ کی سنت اِک نور بھی ہے اور حجت بھی
سنت کی شمع جلا کر ہم اب ظلمت کفر مٹائیں گے

قرآن کا جلوہ سنت میں اور سنت کا صحابہؓ میں
ہم ان کی تابعداری میں باطل سے خوف نہ کھائیں گے

اے مسلم! تو مایوس نہ ہو، رکھ سچے خدا پر اپنا یقیں
اسلام تو دین فطرت ہے ہم فطرت ہی منوائیں گے

مزدور وکساں حیران ہیں کیوں، اسلام سراسر رحمت ہے
قرآن کے سایہ میں رہ کر ہم آزادی دلوائیں گے

اسلام ہے دیں اس خالق کا، انساں کو جس نے پیدا کیا
ہر ذرّہ ذرّہ پیدا کیا، ہم اس کی حمد سنائیں گے

یہ دنیا عالم فانی ہے، سب خلقت آنی جانی ہے
ازلی ابدی ہے ہمارا خدا ہم اس کا حکم چلائیں گے

تھا پاکستان کا مطلب کیا، بس لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه
میدانِ عمل میں آ کر ہم یہ مطلب حل کرائیں گے

اے پاکستان کے باشندو! آئین شریعت لازم ہے
ہم مسلم ہیں اللہ کے لئے، اسلام کا ڈنکا بجائیں گے

خدام اہل سنت کا ہے مظہرؔ بھی ادنیٰ خادم
ہم دین کی خاطر اِنْ شَآءَ اللّٰه پرچم حق لہرائیں گے

خادم اہل سنت حافظ عبدالوحید الحنفی